هُوالحمید

ترتیب:

صاحبزادہ محمد مسعود احمد

Marfat.com

Marfat.com

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

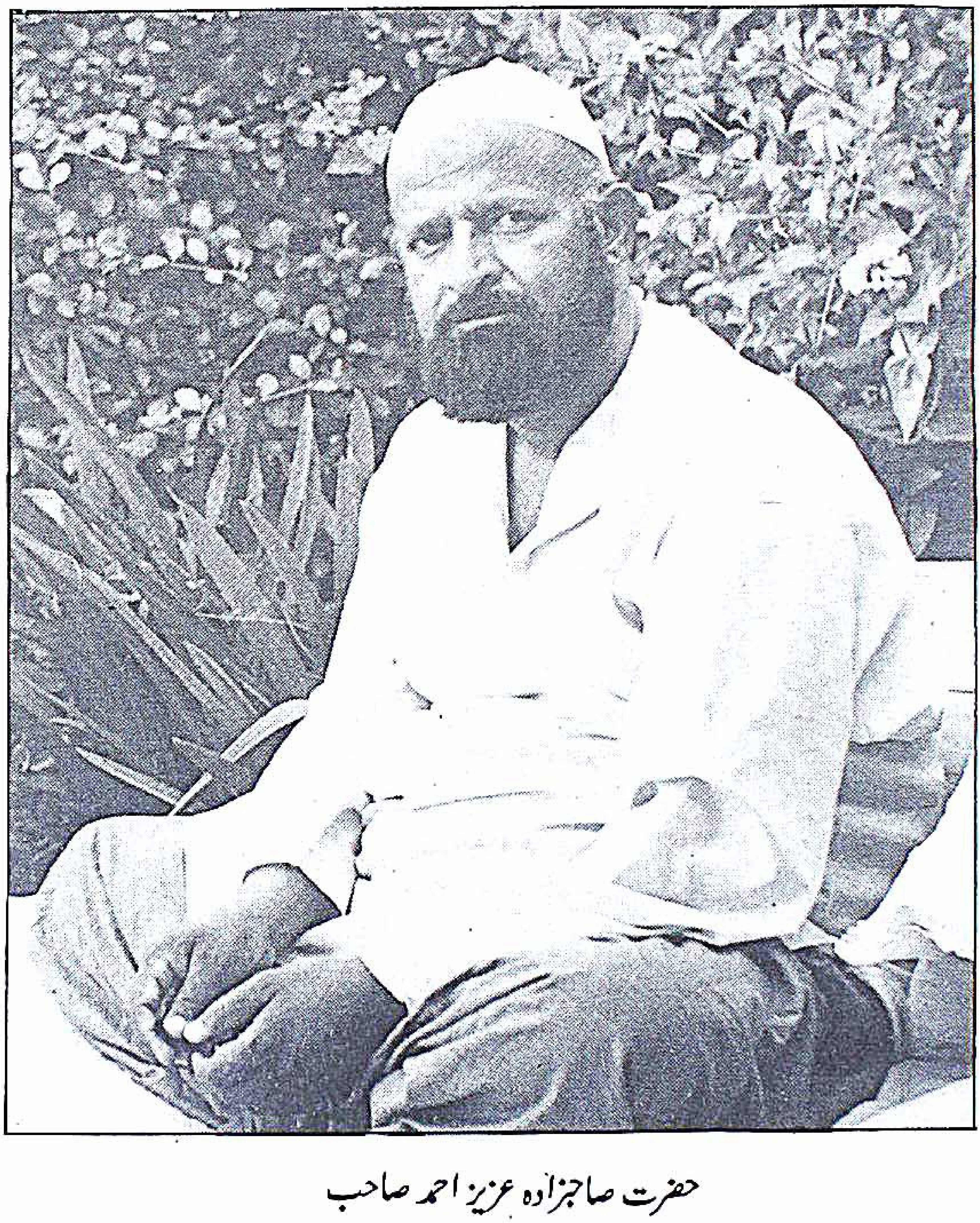

حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب

Marfat.com

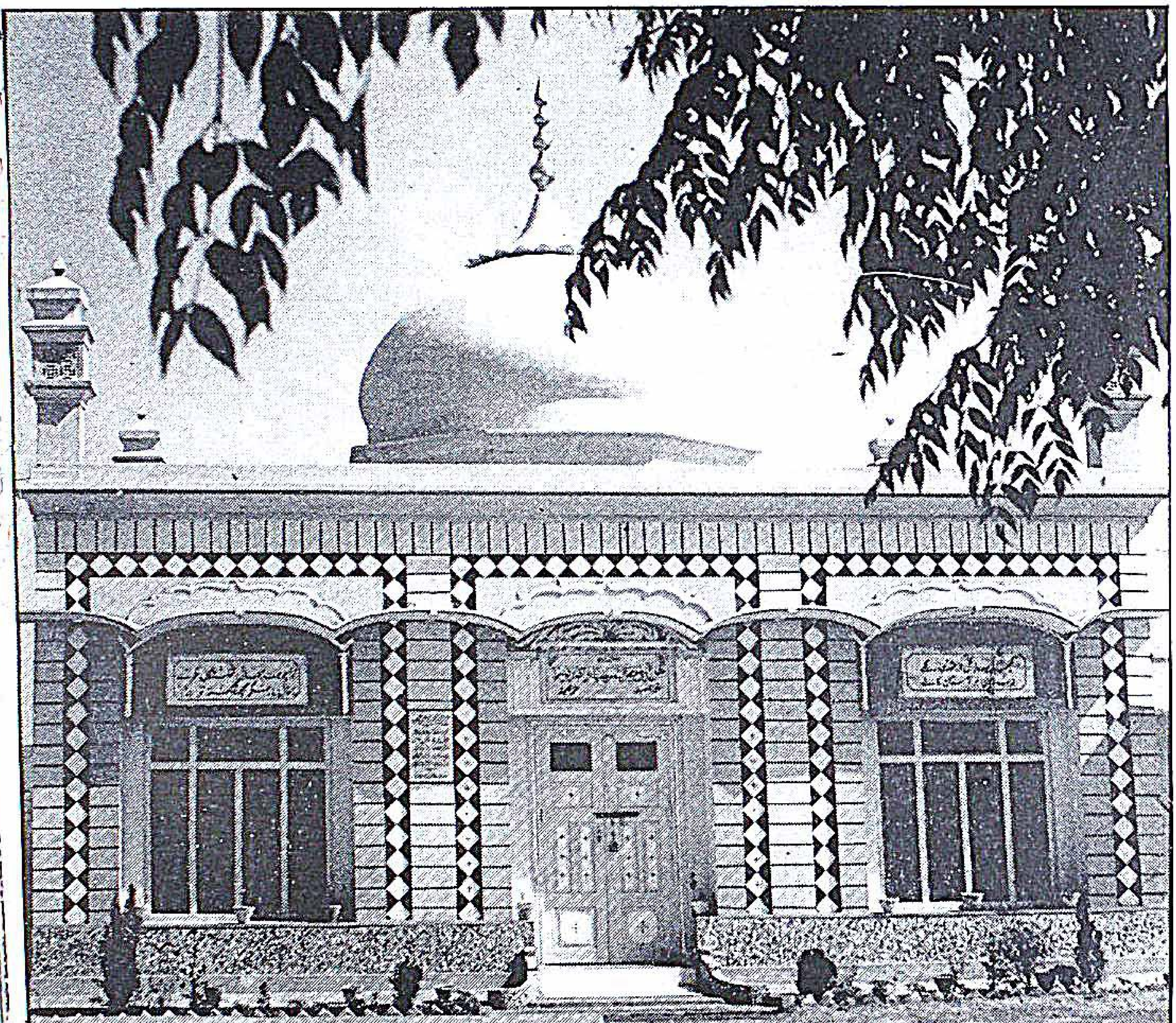

روضہ شریف مکان شریف

Marfat.com

اندرونی منظر روضہ شریف

Marfat.com

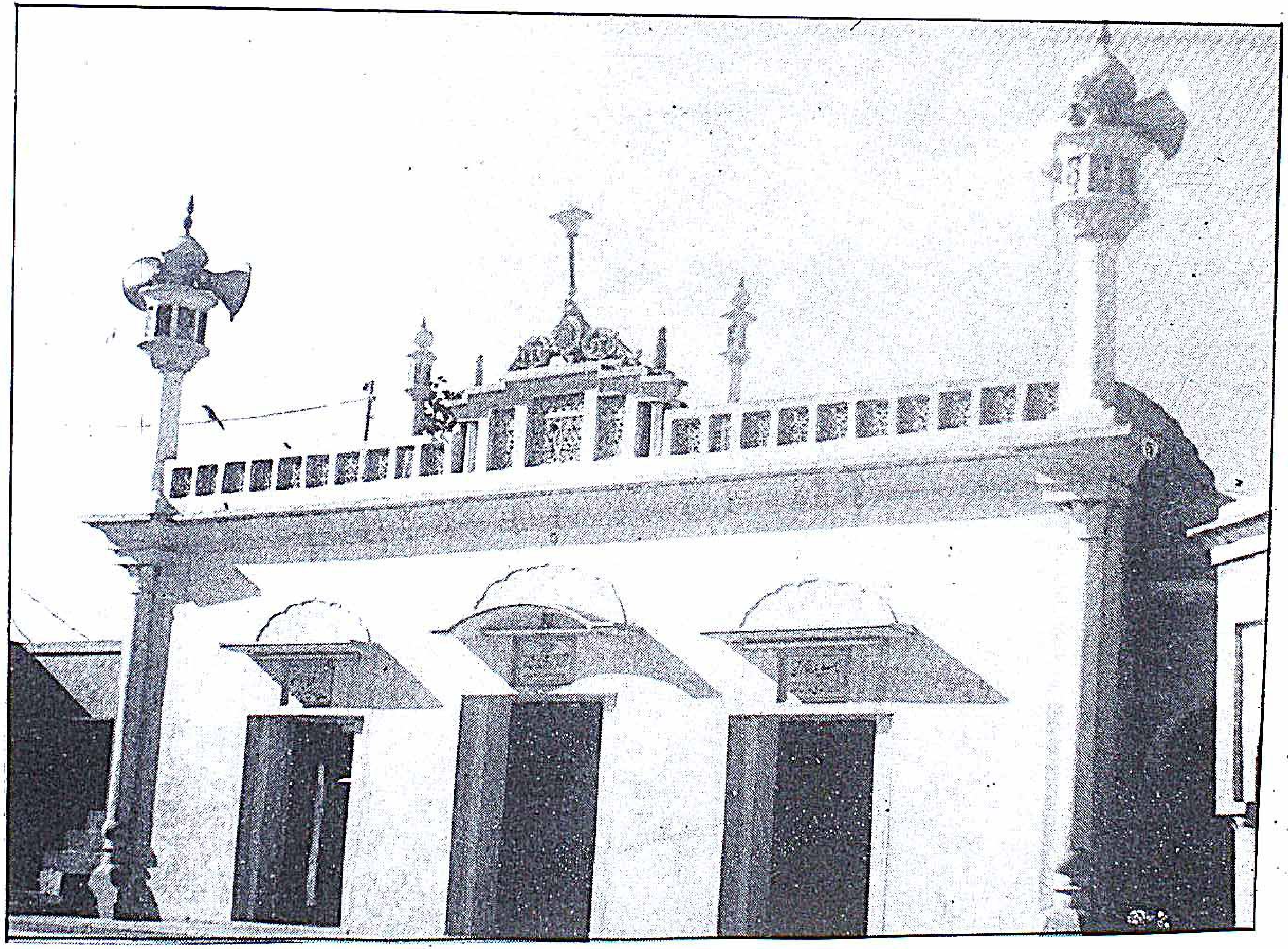

جامع مسجد مکان شریف

Marfat.com

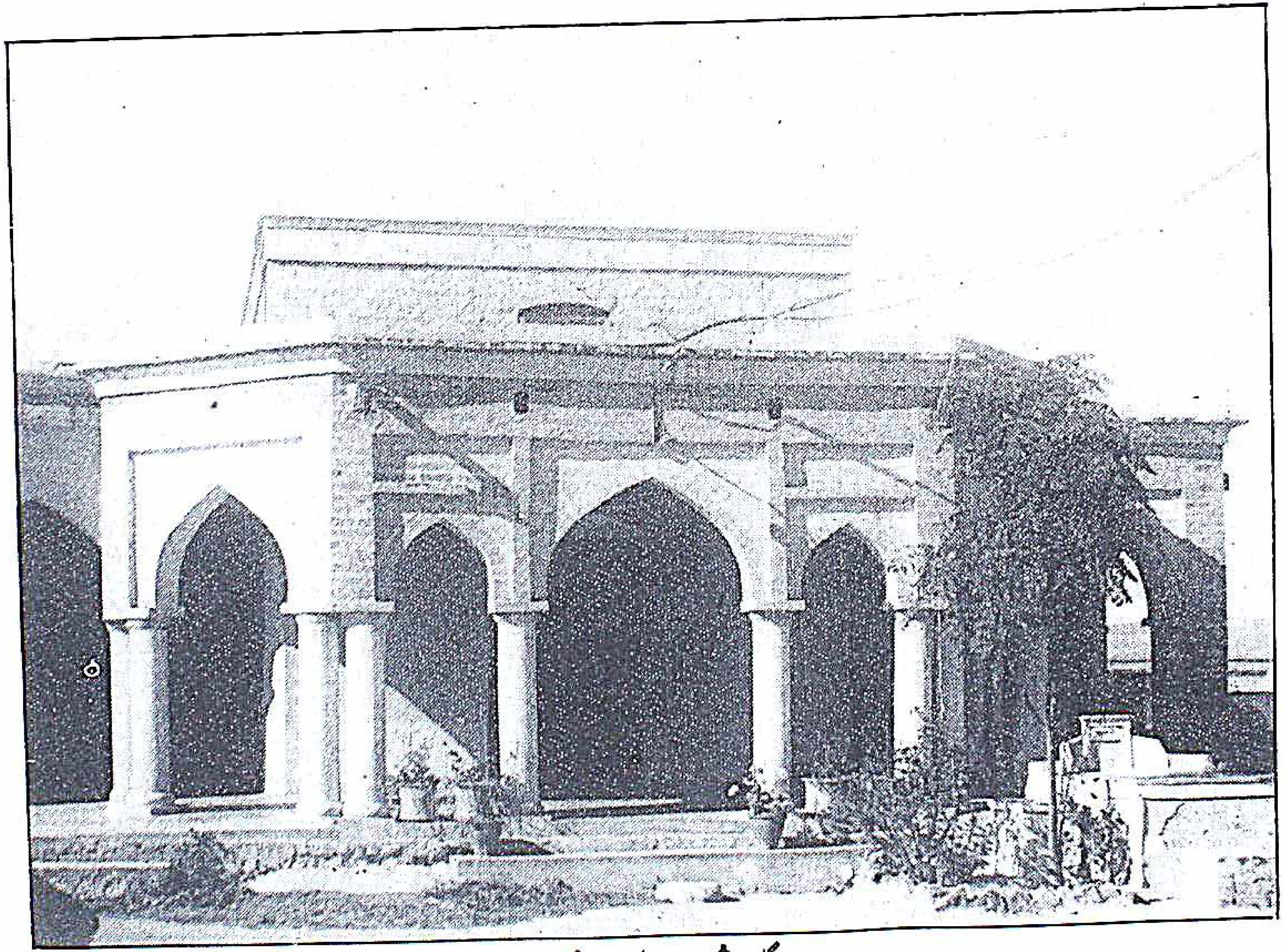

بنگلہ شریف مکان شریف

Marfat.com

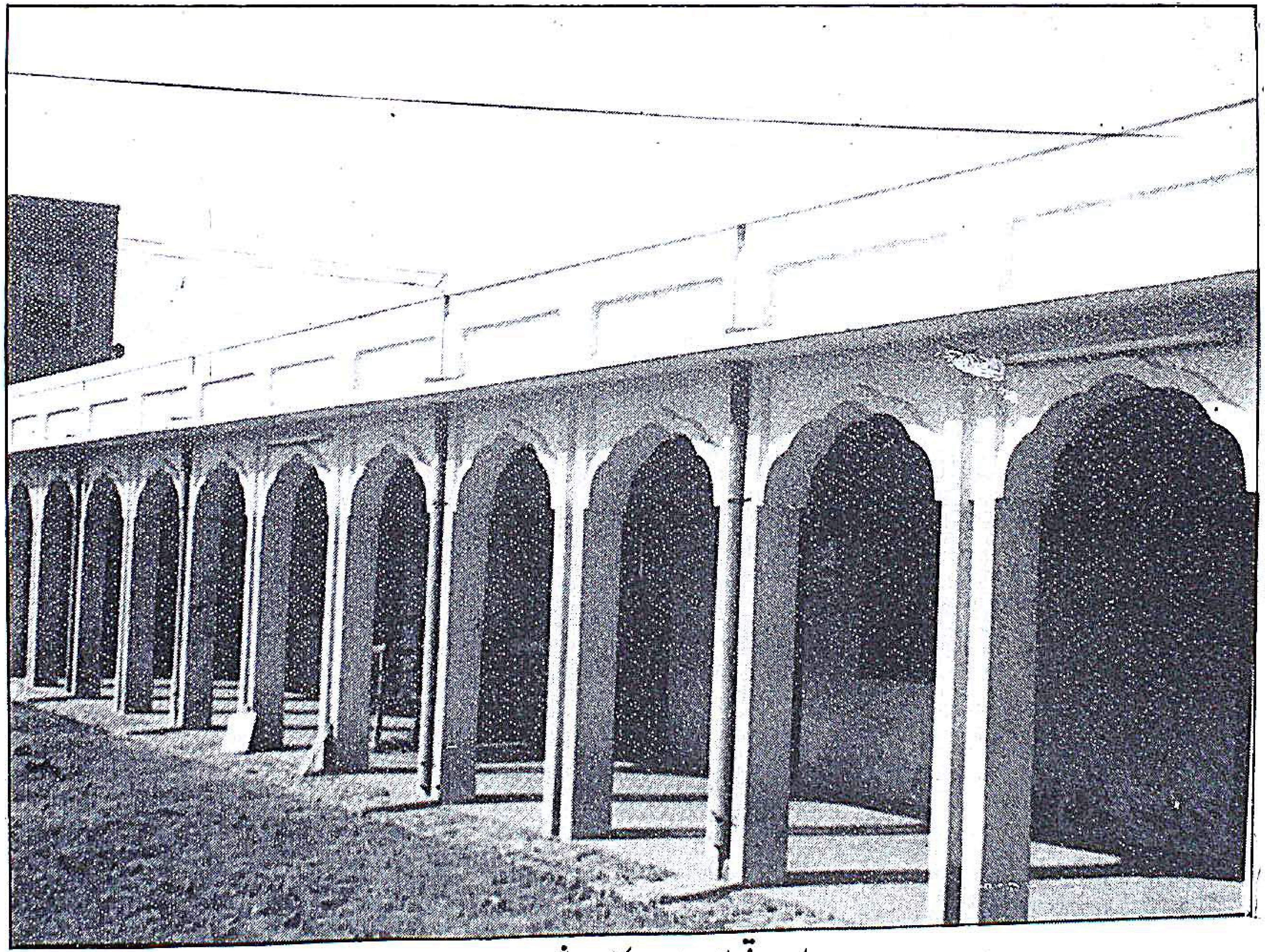

جامعہ قمرالاسلام مکان شریف

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

Marfat.com

216323
DATA ENTERED

ھُوالحمید

حیات و ملفوظات

حضرت میاں عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب:

صاحبزادہ محمد مسعود احمد

آستانہ عالیہ مکان شریف
کفری (خوشاب)

Marfat.com

297692
م 31 ع
114808
مسعود احمد، محمد (مصنف)
(2) هو الحمید، بیان

ضابطہ

کتاب	:	ھو الحمیدؒ
مرتب	:	محمد مسعود احمد
اشاعت	:	باراول۔ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ / دسمبر ۱۹۹۲ء
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	۴۵ روپے

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ

Marfat.com

از صد سخن پیرم یک نکته مرا یاد است

عالم نشود ویران تا میکده آباد است

Marfat.com

Marfat.com

انتساب

بحضور

شہریار جمال، پیکر لطف و کمال
حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

Marfat.com

Marfat.com

ترتیب

حرف آغاز		11
تصوف اور مشائخ چشت	پروفیسر محمد شریف سیالوی	15
وادی سون اور صوفیاء کرام	پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی	35
حضرت میاں عبدالحمیدؒ اور ان کا عہد	محمد مسعود احمد	43
حضرت میاں عبدالحمیدؒ (حیات)	"	69
حضرت میاں عبدالحمیدؒ کی نذر (نظم)	معین نظامی	115
حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب	محمد مسعود احمد	117
حضرت میاں عبدالحمیدؒ (ملفوظات)	"	133
تاثرات		
حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی		189
حضرت پیر کرم شاہ (الازہری)		191
حضرت خواجہ حمیدالدین معظمی		193
شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی		195
ڈاکٹر عبدالغنی مرحوم		202

Marfat.com

احمد ندیم قاسمی 207
پیرزادہ محمد بخش قاسمی 212
معین نظامی 223
صاحبزادہ محمد مکرم الدین معظمی 232
محمد فاروق مرحوم 240
منشی عبدالحق مرحوم 243
مولانا غلام حسین 246
ملک محمد اکرم خان ایڈووکیٹ 248
غفور احمد چشتی 250
قاری محمد امین 253
مولانا نورالحق حمیدی 255
حاجی غلام قمرالدین 256
شیرشاہ چشتی 257
ملک محمد اجمل خان 258
صوفی میاں احمد 259
مقبول الٰہی مرحوم 262
صاحبزادہ قاضی مشتاق احمد 263
خطوط 265
تصاویر

Marfat.com

حرف آغاز

حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ (حضرت باوا جی صاحب) کے وصال (۲۷ جون ۱۹۷۷ء) کے بعد آپ کی حیات و ملفوظات مرتب کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ خانقاہ کے متعلقین و متوسلین کے پرخلوص اصرار پر ۱۹۷۷ء کے اواخر میں کام تو شروع کر دیا گیا لیکن مواد کی کم یابی اور عدیم الفرصتی آڑے آئی اور ۱۹۹۲ء کے وسط تک یہ کام معرض التوا میں رہا۔ اس دوران ماہنامہ ضیائے حرم اور الجامعہ میں آپ کی شخصیت اور تعلیمات کے موضوع پر میرے مضامین چھپتے رہے۔ اپریل ۱۹۸۲ء میں ضیائے حرم کے ضمیمہ میں حضرتؒ کے سوانح پر مشتمل میرا ایک تفصیلی مضمون شائع ہوا' لیکن مکان شریف ☆ کے مفصل تعارف اور آپ کی حیات و ملفوظات کتابی صورت میں پیش کرنے کی خواہش ہنوز تشنہ تکمیل تھی۔

سال رواں کے موسم گرما کی تعطیلات میں حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب

☆ حضرت میاں صاحبؒ کی خانقاہ "مکان شریف" کے نام سے متعارف ہے۔

Marfat.com

مدظلہ العالی' سجادہ نشین مکان شریف کفری کے ایما پر میں نے یہ اہم مگر کٹھن کام مکمل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا' جو بحمد اللہ "ہوالحمید" کی صورت میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس ضمن میں ایک بڑی مشکل یہ درپیش تھی کہ جن حضرات کو ہمہ وقت حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر رہنے کی سعادت حاصل رہی' وہ ساتھ ساتھ' آپ کے ارشادات تحریر نہ کر سکے یوں آپ کے گرانقدر ملفوظات' جن کے لئے کئی دفتر درکار تھے' محفوظ نہ ہو سکے۔ البتہ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ العالی اور دیگر حضرات سے منقول ملفوظات کے علاوہ آپ کے وہ ارشادات جو میں نے آپ کی حیات میں جمع کر لئے تھے' غنیمت جان کر ترتیب دے دیئے گئے۔

"ہوالحمید" کو مواد کے لحاظ سے پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں اسلامی تصوف کا تعارف اور اس حوالے سے چشتی خانقاہوں کا کردار اور وادی سون میں صوفیائے کرام کی تبلیغی و روحانی کاوشوں کا ذکر ہے۔

دوسرا حصہ مکان شریف کی تاریخ و تعارف اور حضرت میاں صاحب کے سوانحی حالات پر مشتمل ہے۔

تیسرے حصے میں حضرت میاں صاحب کے ملفوظات ترتیب دیئے گئے ہیں۔ مستند تذکروں کی روایت کے مطابق یہ ارشادات مجالس کی صورت میں مرتب نہیں کئے جا سکے۔ چونکہ زیادہ تر ملفوظات مختلف حضرات سے مروی ہیں' اس لئے جس ترتیب سے انہیں سنا گیا' اسی طرح تحریر کر دیا گیا ہے۔

چوتھے حصے میں اہم شخصیات کے تاثرات شامل ہیں۔ میں ان حضرات کا خاص طور پر شکر گذار ہوں جنہوں نے حضرتؒ کے بارے میں اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کر کے میری قلمی معاونت کی۔

کتاب کے آخر میں حضرت میاں صاحب قبلہ کے خطوط کے پہلو بہ پہلو بعض مقتدر شخصیتوں کے وہ خطوط بھی شامل کئے گئے ہیں جو مختلف مواقع پر حضرت میاں صاحبؒ کے نام لکھے گئے تھے۔ اس ضمن میں خاص طور پر یہ خیال رکھا گیا ہے کہ صرف وہ خطوط نقل کئے جائیں جن سے کسی نہ کسی انداز میں حضرت میاں صاحبؒ

Marfat.com

نے روحانی مقام اور دل پذیر شخصیت کے نقوش ابھرتے ہوں۔ اس لحاظ سے یہ خطوط بھی اصل موضوع کا حصہ بن گئے ہیں۔

میں نے ہرچند کوشش کی ہے کہ حضرت میاں صاحبؒ کی حیات و ملفوظات کے سلسلہ میں صرف ثقہ معلومات ہی بہم پہنچائی جائیں' تاہم کسی کوتاہی کی نشاندہی کا منتظر رہوں گا تاکہ آئندہ اشاعت میں اسے دور کیا جا سکے۔

تشکرات کے ضمن میں خاص طور پر حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ' کا ممنون احسان ہوں جنہوں نے مجھے "ہوالحمید" مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ مکان شریف کی لائبریری سے ضروری دستاویزات اور خطوط کے مسودات ملاحظہ کرنے کی اجازت عطا کی اور کتاب کے مسودہ پر نظرثانی کر کے ضروری اصلاح بھی فرمائی۔ میرے پاس حضرت میاں صاحبؒ کے حالات زندگی اور ملفوظات جمع کرنے کا بڑا ذریعہ حضرت صاحبزادہ صاحب ہی تھے۔

عزیز گرامی پروفیسر معین نظامی (شعبہ فارسی' اورینٹل کالج' جامعہ پنجاب لاہور) نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود مسودہ کی ترتیب' کتابت' پروف ریڈنگ اور اشاعت کے نازک مراحل میں جس خلوص و پیار سے میرے ساتھ تعاون کیا' اس کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ مجھے اعتراف ہے کہ ان کا تعاون میرے شامل حال نہ ہوتا تو میں اتنی جلد کتاب آپ تک پہنچانے میں یقیناً کامیاب نہ ہوتا۔ اللہ انہیں اپنے کرم سے نوازے۔

کتاب کی تحریر و ترتیب میں جناب پروفیسر محمد شریف سیالوی (شعبہ عربی' بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان) اور جناب پروفیسر جمیل اختر خالد (شعبہ اردو' گورنمنٹ کالج آف کامرس سرگودھا) کے مفید مشورے شامل رہے جن کے لئے میں بے حد ممنون ہوں۔

صاحبزادہ محمد مکرم الدین معظمی صاحب' ملک محمد اکرم خاں صاحب' ایڈووکیٹ ہائیکورٹ' حاجی غلام قمرالدین صاحب (کراچی)' حاجی نور حسین صاحب (کراچی)' ملک محمد منیر اعوان صاحب (پاسکو)' مولانا نور الحق حمیدی صاحب' منظور احمد صاحب' محمد عزیز صاحب (انگہ)' مولانا شرف الدین صاحب قاری محمد امین صاحب' غفور احمد

Marfat.com

صاحب گولڑوی، محمد عبدالرحمٰن سدیدی صاحب اور صوفی میاں احمد صاحب (سھرالوی) نے قدم قدم میری حوصلہ افزائی کی ہے۔ حضرت صوفی خورشید عالم محمود سدیدی نے سرورق کی خطاطی کی۔ میں تمام حضرات کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔

گورنمنٹ کالج آف کامرس سرگودھا — محمد مسعود احمد

۱۵ نومبر ۱۹۹۲ء

۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

Marfat.com

تصوف اور مشائخ چشتؒ

پروفیسر محمد شریف سیالوی
شعبہ عربی، بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی ملتان

Marfat.com

Marfat.com

حقیقت تصوف:

اس دنیا میں تہذیب و تمدن کے مد و جزر اور سلطنتوں کے عروج و زوال کے ساتھ کتنی شخصیتیں بزم ہستی میں بگولے کی طرح اٹھیں اور آندھی کی طرح چھا گئیں، ماہ و خورشید بن کر آسمان شہرت پر چمکیں اور پھر ہمیشہ کے لئے غروب ہو گئیں، امتداد زمانہ کے ساتھ ان کے نقوش پامٹ گئے، ذہن کے کسی خانے میں ان کی یاد محفوظ نہیں، لیکن بایں ہمہ زمانے کی شکست و ریخت میں ایسی ہستیاں بھی موجود ہیں جو آسمان عظمت پر شہرت دوام رکھتی ہیں، ایک جہان کا دل ان کی یادوں سے آباد ہے، کائنات کے دل پر ان کی حکومت کا سکہ رواں ہے، صدیاں بیت گئیں، حالات زمانہ کچھ سے کچھ ہو گئے لیکن آج بھی فرط عقیدت سے نگاہیں انہیں سلام پیش کرتی ہیں، دل و دماغ ان کے عظیم احسانات، عظمتوں اور رفعتوں کا اعتراف کرتے ہیں یہ وہ پاکیزہ نفوس ہیں جنہوں نے جادۂ حق اور راہ عشق کی آبلہ پائی کو آرام و آسائش اور راحت کی زندگی پر ترجیح دی، بے نفسی، خدمت خلق، حسن اخلاق اور بارگاہ رب العزت میں کامل سپردگی کے احساس پر ان کے کردار کی تکوین ہوئی۔ راہ محبت الٰہی کے یہ شہید اپنی فانی زندگی دے کر ابدی سعادتوں کے حصول میں کوشاں رہے۔

Marfat.com

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے کامل پروگرام کے نقیب صوفیاء کرام در حقیقت اصحاب صفہ علیہم الرضوان کی روایات اور مسلک کے عملی ترجمان ہیں مادی دنیا میں جب انسان اس کے ظاہری حسن و جمال میں کھو جاتا ہے اور نفس کے دھوکے کے باعث ذکر الٰہی سے راہ فرار اختیار کرلیتا ہے' فریب نفس سے گمراہی کی ظلمت شب میں بھٹک جاتا ہے' ایسے میں اسے راہ راست پر لانے کا کام انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ فیضان نبوت سے یہ اعزاز اولیاء کرام کو حاصل ہوا ہے' وہ جہاں اپنی ظلمت شب میں معرفت کے دیئے روشن کرتے ہیں وہاں وہ مادی دنیا کے اسیروں کو اس اندھیر نگری سے نکالنے کے لئے رشدو ہدایت کی مشعل لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ بحر معرفت کے یہ گہرہائے تابدار اور آسمان معرفت کے یہ روشن ستارے اپنی ضیاء باریوں اور نور افشانیوں سے ہر دور میں عرفان حق کا اجالا کرتے رہے ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ اسلام کی حقیقی خدمت اور دعوت دین کا بنیادی کام انہی لوگوں نے سرانجام دیا۔ ان کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے ہاں قول و فعل میں تضاد نام کی کوئی شے نہیں' وحدت فکر و عمل ان کا ہمیشہ شعار رہا' وہ گفتار کے نہیں بلکہ کرواز کے غازی تھے' ان کی زندگی جمود و سکوت سے نہیں بلکہ مسلسل اور غیر مختتم جہاد سے عبارت تھی۔ ان کی زندگیاں اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ جو بھی بادہ خوار معارف ان کے دربار میں حاضر ہوا وہ مستی کردار سے سرشار ہو کر نکلا۔

ان پاکیزہ نفوس کی سیرت کا مطالعہ اور ان کا تذکرہ بقول "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ" باعث برکت ہے ان حضرات کے علوم و معارف اور احوال و مقامات ایمان و ایقان میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔

علم تصوف کو متعدد نام دیئے گئے ہیں۔ کسی نے اسے علم باطن کہا' کسی نے اسے علم ذوقی سے تعبیر کیا اور کوئی اسے علم معرفت سے یاد کرتا ہے۔ یہی حال لفظ صوفی کا ہے کیونکہ متقدمین کے ہاں "صالح" "متقی" اور "مقرب" کے الفاظ اسی مفہوم کو ادا کرتے تھے۔ یوں حقیقت "تصوف" اور حقیقت "صوفی" تو پہلے سے موجود تھی البتہ یہ نام اور لقب اور اس علم کی مخصوص اصطلاحات علمی ارتقاء کے ساتھ بعد میں وجود میں آئیں بالکل اسی طرح جیسے دیگر علوم شرعیہ مثلاً تفسیر' حدیث' فقہ اور کلام کا

Marfat.com

معاملہ ہے۔

اس تناظر میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت امام قشیری، حضرت ابو اسحاق کلاباذی اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصانیف میں تصوف کی حقیقت و ماہیت پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ "صوفی" نام کی وجہ یہ ہے کہ وہ "صوف" اون کا لباس پہننے والا ہے۔ ایک رائے یہ ہے "صوفی" صف سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ لوگ مقبولان بارگاہ کی صف اول سے ہوتے ہیں، یہ بھی کہا گیا کہ صوفی کو یہ نام اصحاب صفہ سے معاملات و احوال کی مشابہت کی وجہ سے دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ "صوفی" دراصل "صفا" سے مشتق ہے۔ اگرچہ ان تمام صورتوں میں "صوفی" نام دینے میں طریقت و معرفت کے کئی اسرار و لطائف کی طرف نشاندہی ہوتی ہے لیکن بتقاضائے لغت یہ بعید معلوم ہوتا ہے البتہ موخر الذکر معنی، لغوی اشتقاق سے مناسبت رکھتا ہے "صفا" کی ضد "کدورت" ہے جیسے حدیث میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**ذھب صفو الدنیا وبقی کدرھا**" اس لحاظ سے صوفیاء کو یہ نام دینے کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے اس لئے کہ انہوں نے اپنے اخلاق و معاملات کے ساتھ طبیعت کو نفس کی آفات سے محفوظ اور دنیوی آلائشوں سے پاک اور صاف کر لیا ہوتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویری نقل کرتے ہیں:

"**ان الصفا صفتہ الصدیق ان اردت صوفیا علی التحقیق**"

"صفا" کی ایک اصل اور ایک فرع ہے اصل یہ ہے کہ دل اغیار سے کلیتہ منقطع کر لیا جائے اور فرع اسکی بے وفا دنیا سے دل کی علیحدگی ہے اور یہ ہردو صفت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس طویل بحث میں جانے کی بجائے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ تصوف دراصل دین اسلام کے اس پہلو کا نام ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "احسان" کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ احسان سے مراد وہ کیفیت ہے جو معرفت ذات حق کی ضامن ہے۔ عبادات و معاملات اور اخلاق کی روح بھی احسان ہی ہے۔ اخلاص، صبر، رضا، توکل اور توبہ جو اہل تصوف کے نزدیک راہ سلوک کے احوال و مقامات ہیں ان سب کی اساس احساس ہے۔ انہی

Marfat.com

صوفیاء کرام کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وارث انبیاء قرار دیا۔ خود حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف بنوت میں سے ہے۔

ا۔ تلاوت ۲۔ تزکیہ نفوس ۳۔ تعلیم کتاب ۴۔ تعلیم حکمت

حضرات صوفیاء کرام اسی مشن کے امین ہیں اس لیے اسلامی تصوف قرآن و سنت پر مبنی ہے ابھی اصحاب صفہ کا تذکرہ ہوا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب صفہ اور صوفیاء کرام کی زندگیوں میں جو مشابہت پائی جاتی ہے اس پر غور کرلیا جائے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں:

"صوفیاء کا حال اصحاب صفہ سے بالکل مشابہہ رہا ہے کہ یہ اصحاب بھی اہل صفہ کی طرح باہم مل جل کر رہتے ہیں' آپس میں الفت و محبت ہے جس طرح اصحاب صفہ میں تھی' ان کی تعداد تقریباً چار سو افراد تھی' مدینہ منورہ میں ان کا نہ کوئی خاندان تھا نہ کوئی کنبہ' وہ سب کے سب مسجد نبوی کے اس چبوترے پر رہتے تھے جس طرح صوفیاء خانقاہوں اور زاویوں میں رہتے ہیں۔ اصحاب صفہ نہ کھیتی باڑی کرتے تھے نہ ان کے پاس دودھ والے جانور تھے اور نہ ہی وہ تجارت کرتے' وہ دن بھر لکڑیاں اور کھجور کی گٹھلیاں توڑنے مین مشغول ہو جاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غمخواری فرمایا کرتے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی ان کی غمخواری پر آمادہ فرماتے۔ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھتے اٹھتے اور ان ہی کے ساتھ کھاتے پیتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب صفہ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی:

"ولا تطر د الذین یدعون ربهم بالغداوۃ والعشی یریدون وجهه"

"اے پیغمبر! ان لوگوں کو مت نکالیے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اسکی رضا کے خواہاں ہیں"

دوسری یہ آیت: "واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداوۃ والعشی"

"آپ خود ان لوگوں کے ساتھ صبر اختیار کریں جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں"

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان

Marfat.com

کے ساتھ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہلکی سی بے اعتنائی کو بھی پسند نہیں فرمایا اور آیت نازل فرمائی:

"عبس و تولی ان جاءہ الاعمی"

اس آیت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب نے جو آداب تعلیم فرمائے ان میں سے فقراء اور زہاد صحابہ کے ساتھ دلجوئی کا ایک شاندار نمونہ اسوۂ رسول میں ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فقر وزہد کی عظمت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

کبار صوفیاء نے اپنی تصانیف میں حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے قلبی مشاہدات و روحانی تجربات کو' جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے عرض کیا' علم تصوف کی سند قرار دیا ہے۔

صوفیاء کا علم دیگر لوگوں کے علوم کی نسبت امتیازی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے ان کے ہاں علم و عمل مل کر وحدت بناتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ آدمیوں میں سے سب سے بڑا جاہل وہ ہے جس نے امر معلوم پر عمل ترک کر دیا اور سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے اس پر عمل کیا جس کا اس کا علم ہو گیا.... پس ہوشیار کہ ایسے عالم بے عمل کی فصاحت بیان' طلاقت لسان' مناظرہ و مجادلہ کی قوت سے دھوکے میں نہ آنا اس لئے کہ وہ جاہل ہے عالم نہیں۔

ایک عظیم صوفی بزرگ بے عمل علماء سے یوں مخاطب تھے: "یا علماء السوء ادوا الزکوۃ" "اے علماء سوء! زکوٰۃ دیا کرو" لوگوں نے پوچھا کی علماء کی زکوٰۃ کیا ہے تو فرمایا کہ وہ اگر دو سو احادیث یاد رکھتے ہیں تو صرف پانچ پر عمل کر لیں۔ صوفیاء کا علم اپنی حقیقت کے لحاظ سے علوم ذوقیہ میں شمار ہوتا ہے۔ بجز ذوق و وجدان کے' اس علم تک رسائی نہیں ہو سکتی جس طرح کہ شکر کی مٹھاس کا علم اس کے وصف سے حاصل نہیں ہو سکتا' جو اس کو چکھتا ہے وہی اس کے مٹھاس کے وصف سے واقف ہو سکتا ہے۔ باقی سب علوم کی تحصیل دنیا کی محبت اور حقائق دنیا کی خلل اندازی کے باوجود دشوار نہیں' بلکہ بسااوقات دنیا کی محبت ان علوم کے حصول میں ممد و معاون بن جاتی ہے۔ کیونکہ جاہ و رفعت کی محبت جب سرشت میں داخل ہو جاتی ہے تو اہل دنیا یہ

Marfat.com

باور کرنے لگتے ہیں کہ ان علوم کے حصول سے مدارج دنیا حاصل ہو سکتے ہیں اسی لئے تو وہ ان کے حصول میں زحمتیں اٹھاتے ہیں، شب بیداری گوارا کرتے ہیں، غربت اختیار کرتے ہیں، لیکن علماء آخرت یعنی صوفیاء وزھاد کے علوم، دنیا کی محبت کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتے اور جب تک خواہشات کو ترک نہیں کیا جاتا علوم ذوقیہ کا انکشاف نہیں ہوتا۔ پھر اس کا درس کسی دنیوی مدرسہ میں نہیں بلکہ مدرسہ تقویٰ ہی میں ہے۔ اس مدرسہ تقویٰ سے مراد خانقاہ اور زاویہ ہے، جو صفائے باطن، اخلاص اور نیت کی درستی کے لئے لیبارٹری کا کام دیتی ہے۔

ایک اور اہم پہلو اس علم کا یہ ہے کہ اس میں فکر و تدبر کا انجام کشف و مشاہدہ اور ایقان و اذعان ہوتا ہے جب کہ دیگر علوم، ظن و تخمین یا شک و ارتیاب پر ختم ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ عمل کی استطاعت یقین ہی کے ساتھ ہوتی ہے۔ انسان عمل نہیں کرتا مگر اسی قدر جتنا کہ اس کا یقین ہے اور عامل عمل میں کوتاہی نہیں کرتا جب تک اس کے یقین میں کوتاہی نہ ہو۔ اسی لئے تو یقین علم سے افضل ہے کہ اس یقین نے اس کو عمل کی دعوت دی۔ اور اگر اس کو عمل کی دعوت یقین نہ دیتا تو عبودیت کا ارادہ نہ کرتا، اور اگر یقین اس کو عبودیت کی دعوت نہ دیتا تو وہ حق ربوبیت ادا کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتا۔ پس کمال حظ یقین سے وابستہ ہے۔ یہ ہے صوفی کے علم کی کیفیت، بہرحال صوفیاء کرام کا علم علمائے دنیا کے علم سے بدرجہا بلند ہے کہ ان علماء دنیا کے علم سے صرف علم الیقین حاصل ہوتا ہے۔ ہرچند کہ اصل ایمان یہی ہے لیکن صوفیائے کرام کا علم مشاہدات کی بدولت علم الیقین کے مرتبہ سے بڑھ کر عین الیقین اور حق الیقین کی منزل پر پہنچ جاتا ہے جو علم الیقین سے بمراتب بلند ہے۔

صوفیاء کرام کے اس "علم خاص" کے حصول کا ذریعہ مخصوص نظام تربیت ہے۔ متعدد صوفی سلسلوں میں شیخ اور مرید کے حقوق و فرائض اور آداب و رسوم کو لازم قرار دیا گیا ہے اس علم کے بنیادی ارکان میں سے ہے دل کو کینہ سے خالی رکھنا، محبت رسول و اتباع و احیاء سنت۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے: ہم نے یہ علم تصوف قیل و قال کے ذریعہ حاصل نہیں کیا بلکہ بھوک، ترک دنیا اور ترک مالوفات سے

۱۱۴۸۰۹

Marfat.com

حاصل کیا۔

مزید فرماتے ہیں: ہمارا یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے مستنبط و ماخوذ ہے حضرت رویمؒ فرماتے ہیں: تصوف کا اول علم ہے اس کا اوسط عمل ہے اور آخر موہبت (عطیہ خداوندی)

حضرت جنیدؒ ایک صوفی کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ صوفی زمین کی مانند ہے جسے نیک و بد ہر ایک روندتا ہے اور وہ ابر کی مانند ہے کہ ہر ایک پہ سایہ فگن ہوتا ہے۔ اور بارش کی طرح ہے کہ ہر ایک کو سیراب کرتا ہے۔

جیسے پہلے عرض کیا گیا کہ علم تصوف کی ایک تجرباتی اساس ہے۔ اس سیاق میں "شیخ" کی توجہ باطنی اور تربیت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ شیخ لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت اس طرح پیدا کرتا ہے کہ وہ مرید کو تزکیہ نفس کے راستے پر چلاتا ہے اور جب نفس مزکی اور پاک ہو جاتا ہے تو دل کا آئینہ جلا پاتا ہے اور اس میں عظمت الٰہیہ کی تجلیات پر تو فگن ہو جاتی ہیں اور جمال توحید اس میں جلوہ فرما ہو جاتا ہے اس تزکیہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے محبت کرنے لگتا ہے۔ مشائخ اللہ کی فوج ہے جن کے توسط سے مریدوں کو صحیح راستہ پر لگایا جاتا ہے اور طالبان حقیقت کی راہنمائی کی جاتی ہے۔

مشائخ چشتؒ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ

برصغیر میں تبلیغ دین کی مساعی میں سب سے اہم کردار خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کا ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام غیاث الدین تھا۔ ۵۳۷ھ میں ایران کے علاقہ سیستان میں پیدا ہوئے۔ ایک مجذوب شیخ ابراہیمؒ نے لعاب دھن سے تر کر کے انگور کھلائے جس سے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ تمام جائیداد راہ خدا میں خیرات کر دی۔ قرآن مجید حفظ کیا اور ظاہری علوم میں کمال حاصل کیا' ازاں بعد مرشد کامل حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں بیس سال رہے اور راہ سلوک میں

Marfat.com

کمال پایا۔ مدینہ شریف حاضری ہوئی تو ایک روز روضہ اطہر سے آواز آئی کہ ہندوستان کی ولایت سپرد کی جاتی ہے اجمیر جاؤ اور اسے اپنا مسکن بناؤ۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں نوے لاکھ افراد آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ سنت نبوی کی حد درجہ احتیاط، مجاہدہ و ریاضت، خوف خداوندی اور مخلوق خدا کے ساتھ بے پناہ شفقت آپ کے خصائص میں سے ہیں۔ ۶۔ رجب ۶۳۳ھ کو وصال ہوا۔ اس وقت عمر مبارک ۹۷ برس تھی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش ۵۸۲ھ میں ماوراء النہر کے قصبہ اوش میں ہوئی۔ خواجہ ابو حفص اوشیؒ سے تعلیم پائی اور سلوک کی تربیت حضرت خواجہ معین الدین اجمیری غریب نوازؒ کی خدمت میں سترہ سال رہ کر مکمل کی اور خرقہ خلافت و اجازت حاصل کیا۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ نے دھلی کی ولایت آپؒ کے سپرد کی۔ فقرو توکل میں آپؒ کی ذات مثالی ہے۔ عشق الہی کی عجیب کیفیات آپ پر وارد ہوتی تھیں۔ مشہور شعر:

کشتگان خنجر تسلیم را   ہر زمان از غیب جانے دیگراست

اس کا، قوال صرف پہلا مصرع پڑھ سکے، چار روز سکر کی حالت میں رہے۔ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ کو وصال فرمایا۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ

خطہ پنجاب میں بالخصوص جس ذات والا صفات نے تبلیغ دین کا حق ادا کیا وہ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر ہیں۔ ۵۸۴ھ جو میں پیدا ہوئے۔ سرزمین ملتان میں قاضی منہاج الدین کے ہاں ظاہری علوم میں تکمیل فرمائی اور ملتان ہی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بیعت ہوئے۔ آپ کے کثیر مجاہدات تھے۔ "شکر گنج" ہونے کے بارے میں کئی روایات ہیں۔ ۵ محرم الحرام ۶۹۰ھ کو پاک پتن میں وصال ہوا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ

بچپن ہی سے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے آپکی تعلیم و تربیت میں بہت دلچسپی لی۔ مولانا علاء الدین اصولی کے ہاں سے علوم ظاہری میں فراغت حاصل کی پاکپتن حاضر ہوئے تو گویا حضرت شیخ پہلے سے آپ کے منتظر تھے اور فرما رہے تھے:

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے بیعت ہوئے۔ ۶۵۹ھ میں سند خلافت عطا ہوئی اور دھلی کی ولایت پر مامور ہوئے۔ آپؒ کی برکت اور مخلصانہ تبلیغی مساعی سے عوام کا رجحان دینی اقدار کی طرف بڑھ گیا۔ آپؒ کے وابستگان حلقہ راتیں عبادت میں گزارتے اور دن روزوں میں۔ چاشت اور اشراق کی نمازیں ادا کرنے کا شوق فراواں تھا۔ اتباع سنت پر بھی بہت تاکید فرماتے ۔ آپ کا مجموعہ ملفوظات "فوائد الفواد" تصوف و معرفت کا گنج گرانمایہ ہے۔ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۰ھ کو وصال ہوا۔

حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دھلی رحمتہ اللہ علیہ

آپ ۶۷۰ھ میں اودھ میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد کئی اہل اللہ کی صحبتوں میں رہے اور بالاخر چالیس برس کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے بیعت ہوئے۔ خلافت سے نوازے گئے۔ اور حضرت محبوب الہیؒ نے "چراغ دھلی" کا لقب عطا فرمایا۔ وصال ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ کو ہوا۔

حضرت خواجہ کمال الدین علامہ رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ نصیرالدین چراغ دھلیؒ کے خواہرزادہ اور خلیفہ مجاز تھے۔ علوم شریعت میں کمال مہارت حاصل تھی۔ آپ کے علوم و معرفت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ آپؒ کے تلامذہ میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت' مولانا احمد تھانیسری اور مولانا عالم پانی پتی تھے۔ آپؒ کا مزار مبارک اپنے شیخ کے روضہ اقدس کے قریب ہے۔ وصال

Marfat.com

۲۷ ذیقعد ۷۶۲ھ کو ہوا۔

حضرت خواجہ سراج الدین رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ کمال الدین علامہؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ سلوک و طریقت کے علاوہ صاحب دیوان شاعر بھی تھے۔ وصال مبارک یکم جمادی الاولی ۸۱۷ ھ کو ہوا۔ مزار مبارک قلعہ پیراں پٹن نہروالا میں محلّہ برکات پورہ میں ہے۔

حضرت خواجہ علم الدین رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمتہ کے صاجزادے تھے۔ والد محترم سے بیعت کی اور سند اجازت ملی۔ نہایت عبادت گزار تھے۔ سنت نبوی کی اتباع پر تاکید فرماتے۔ کشف و کرامات میں بھی خاص شہرت رکھتے تھے۔ ۶۔ صفر ۹۰۱ھ کو وصال فرمایا۔

حضرت خواجہ محمود المعروف راجن رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ علم الدینؒ کے فرزند تھے۔ ریاضت و کرامت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ وصال ۲۲۔ صفر ۹۳۲ھ میں ہوا۔ مزار مبارک پیراں پٹن میں ہے۔

حضرت خواجہ جمال الدین المعروف جمن رحمتہ اللہ علیہ

اپنے والد خواجہ علم الدینؒ سے بیعت و خلافت تھی۔ شریعت و طریقت کا مرج البحرین تھے۔ سماع کا شوق بھی تھا اور شعر و شاعری کا شغف بھی رکھتے تھے۔ ۹ ربیع الاول ۹۴۰ھ کو شہادت ہوئی۔ مزار شریف احمد آباد گجرات کے محلّہ شاہ پور میں دریا سابنر کے کنارے ہے۔

حضرت خواجہ ابو صالح حسن محمد رحمتہ اللہ علیہ

میں آپ خواجہ کمال الدین علامہؒ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ مادر زاد ولی تھے۔ بارہ سال کی عمر میں خواجہ جمال الدین علیہ الرحمتہ سے بیعت ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ تفسیر بیضاوی، قوت القلوب،

Marfat.com

شرح مطالع اور نزھت الارواح جیسی کتابوں پر حواشی لکھے۔ ۲۸ ذیقعد ۹۸۲ ھ کو وصال فرمایا۔ احمد آباد گجرات میں مزار ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین محمد حامد رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش ۹۵۶ھ میں احمد آباد گجرات میں ہوئی۔ اپنے والد گرامی خواجہ حسن محمدؒ سے ظاہری علوم کے علاوہ خرقہ خلافت پایا۔ سماع کا خاصہ ذوق رکھتے تھے۔ "مجالس حسینیہ" کے مولف تھے۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۰۴۰ھ میں وصال ہوا۔

حضرت خواجہ ابو یوسف محی الدین یحیٰی مدنی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کی اولاد امجاد سے تھے۔ احمد آباد گجرات میں پیدا ہوئے۔ اپنے دادا حضرت خواجہ شمس الدین محمد حامد علیہ الرحمہ سے بیعت و خلافت تھی۔ اورنگ زیب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعاء کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: "تم تخت پر متمکن ہو گے اور تم سے دین محمدی کو تقویت پہنچے گی۔" عمر کا آخری حصہ مدینہ منورہ گزارا اور وہیں ۲۸ صفر ۱۱۰۱ھ وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قبہ مبارک میں دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی رحمتہ اللہ علیہ

جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی شیخ برھان الدین المعروف بہ شیخ بہلولؒ اور شیخ ابوالرضا الھندیؒ سے حاصل کیے۔ مدینہ منورہ حاضری ہوئی اور شیخ یحیٰی مدنی علیہ الرحمتہ سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔ بالآخر خرقہ خلافت سے نوازے گئے اور شیخ کے حکم سے مخلوق خدا کی ہدایت و خدمت کے لئے دھلی آئے۔ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ قرآن القرآن، عشرہ کاملہ، سواء السبیل، کشکول، مرقع، رسالہ تشریح الافلاک، تفسیر کلیمی اور شریعت اور حکمت کے علوم پر متعدد کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

حضرت خواجہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ کلیم اللہ علیہ الرحمتہ سے بیعت و خلافت تھی۔ ظاہری علوم کی تحصیل

Marfat.com

کے دوران ایک روز شاہ صاحبؒ مجلس سے اٹھے اور فرش کے کنارے تک پہنچے تو آپؒ نے بڑھ کر فوراً جوتے اٹھائے اور صاف کر کے رکھ دیئے۔ شاہ صاحبؒ کو یہ ادا پسند آئی۔ آپؒ نے نہایت محبت سے فرمایا: "نظام الدین! تو ہمارے پاس علوم ظاہری حاصل کرنے آیا ہے یا فوائد باطنی، جو بہرحال زیادہ بہتر اور اچھے ہیں؟" آپؒ نے بے ساختہ عرض کیا:

سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: "آمد آن یارے کہ ما می خواستیم" اسی وقت بیعت فرمایا اور پھر دکن کے علاقہ میں تبلیغ دین کے لئے روانہ کر دیا۔ اورنگ آباد (دکن) میں آپؒ نے چشتی خانقاہ کی بنیاد رکھی اور ذکر و اشغال قلبی کی مشعل روشن کی۔ "نظام القلوب" ادعیہ و معمولات کی یادگار تصنیف ہے۔

۱۲ ذی قعدۃ ۱۱۴۲ھ کو اورنگ آباد میں وصال ہوا۔

حضرت خواجہ شاہ فخر الدین دھلوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ نظام الدین علیہ الرحمتہ کے فرزند ارجمند۔ علوم ظاہری میں درجہ کمال کو پہنچے تو علوم باطنی میں بھی کمال پیدا کیا۔ فقہ و تصوف کے ساتھ ساتھ علوم حکمت و طب پر عبور حاصل تھا۔ تیراندازی کے فن کی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ لشکر میں ملازمت بھی رہی لیکن ان تمام مشقتوں کے باوجود راتیں عبادت میں بسر ہوتی تھیں۔ اورنگ آباد سے دہلی تشریف لائے۔ درس و تدریس کے لئے اجمیری دروازہ پر ایک مدرسہ قائم کیا۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمتہ اسی زمانے میں آپؒ کے حلقہ مریدین میں داخل ہوئے۔ ازاں بعد پاکپتن مزار شریف کے قریب ایک حجرہ میں فروکش رہے اور عبادت و ذکر میں مشغول رہے۔ کہا جاتا ہے کہ جرائم پیشہ لوگ بھی اگر اس خانقاہ کی طرف آتے تو ولی کامل بن کر نکلتے۔ معمولات مشائخ کی حد درجہ پابندی کرتے۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ کے دل میں موجزن تھا۔ "فخر الحسن" ایک تحقیقی کتاب ہے جس میں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت علیؓ سے اتصال پر بحث کی گئی ہے۔ غریب عوام کے حقوق کی پاسداری کے لئے سلاطین کو

Marfat.com

موثر انداز میں نصیحت کرتے۔ ۲۸ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ وصال فرمایا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جوار میں دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ چشت کے اکابر مشائخ میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کا شمار ہوتا ہے۔ پنجاب میں سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں سب سے اہم کردار آپؒ کا ہے۔ ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ میں چوٹالہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ فخر الدین نے آپؒ کا نام بابل سے بدل کر "نور محمد" کر دیا۔

ابتدائی تعلیم مہار' بڈھیراں اور ڈیرہ غازی خان سے حاصل کی۔ دھلی میں حضرت خواجہ شاہ فخر الدین دھلویؒ کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے شیخ کے ساتھ پاکپتن کا سفر بھی اختیار کیا۔ مہار شریف میں قیام کا فیصلہ بھی آپ کے شیخ ہی نے کیا۔ رخصت کے وقت حضرت شیخؒ نے وصیت فرمائی:

۱۔ میری وفات کی خبر تمہیں پہنچے تو واپس دھلی نہ آنا۔

۲۔ اس ملک میں ہندوستانی لباس نہ پہننا۔

۳۔ کوئی شخص تمہیں تکلیف پہنچائے تو در گزر کرنا۔

۴۔ علماء' سادات اور بابا صاحبؒ کی اولاد کی تعظیم کرنا۔

مہار شریف میں آپ نے مسند رشد و ہدایت بچھائی تو ہزاروں لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے۔ حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ فرمایا کرتے تھے:

"حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی مجلس میں عجیب تاثیر تھی۔ جو ان سے بیعت کرتا تھا اسکی دنیا بدل جاتی تھی۔ ہر شخص سے اسکی وضع' استعداد اور لیاقت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ گویا وہ ایسے طبیب تھے جو مریض کے مزاج اور مرض کی نوعیت دیکھ کر دوائیں دیتا اور علاج کرتا ہے۔" اتباع سنت پر زور دیتے اور فرماتے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اپنے لئے نمونہ بناؤ۔ اپنے شیخ کے وصال کے چھ سال بعد ۳ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ کو وصال فرمایا۔

مزار شریف تاج سرور میں ہے اور یہ شہر چشتیاں شریف کے نام سے مشہور

Marfat.com

ہے۔

حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ

برصغیر میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا دور دورہ تھا۔ سلطنت مغلیہ کے اقتدار کا سورج غروب ہو گیا اور انگریز استعمار اس پورے خطہ پر قابض ہو گیا۔ آپ ۱۱۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ یتیمی کے دور سے گزرے۔ کوٹ مٹھن کے علاقے میں تعلیم کے حصول میں کوشاں رہے اور علوم شریعت میں کمال حاصل کیا۔ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی اور علوم تصوف کی معتبر کتابیں حضرت قبلہ عالمؒ سے باقاعدہ پڑھیں اور پھر سند خلافت سے مشرف ہوئے۔ تونسہ شریف میں باقاعدہ خانقاہ کی بنا ڈالی۔ یہ خانقاہ ایک عالیشان مدرسہ اور خدمت خلق کے لئے "لنگر خانہ" پر مشتمل تھی۔

شریعت و طریقت کے امتزاج کا شاندار مظاہرہ اس خانقاہ سے ہوتا تھا۔ حضرت شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمتہ اپنے معمولات کے انتہائی پابند تھے۔ شب و روز کے معمولات جن میں درس و تدریس، عبادت و ریاضت اور مخلوق خدا کی دل جوئی سب شامل تھے ان میں اوقات کو تقسیم کر رکھا تھا اور اس میں سرمو فرق نہ آنے دیتے۔ آپ کے چشمہ فیض کا یہ حال تھا کہ کم و بیش ستر بزرگوں کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپ سے بے شمار کرامات منقول ہیں۔ یکم صفر ۱۲۶۷ھ کو وصال ہوا۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کے محبوب خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ نے سلسلہ چشت کی ترویج اشاعت میں مثالی کردار سرانجام دیا۔ مکھڈ اور میکی ڈھوک سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ افغانستان میں ایک تبحر عالم حافظ درازؒ سے فقہ و حدیث پڑھی۔ اپنے استاذ کے ساتھ تونسہ شریف حاضر ہوئے اور حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں کئی سال گزارے۔ آداب شیخ اور خدمت شیخ میں آپ کا کردار مثالی تھا۔ مرشد کامل کے حکم سے سیال شریف واپس آئے اور خانقاہ قائم فرمائی۔ علوم شریعت کی تدریس کے ساتھ ساتھ لنگر خانہ کا اہتمام کیا۔ روحانی علوم کے ان

Marfat.com

سرچشموں کے علاوہ مخلوق خدا کی دل جوئی کے لئے اپنا دسترخوان کشادہ کر دیا۔ آپ کے فیض عام سے پنجاب کا ذرہ ذرہ سیراب ہوا۔ آسمان ولایت کے اس مہر نیمروز سے لاکھوں نفوس نے ہدایت کی روشنی پائی۔ آپ کے اس مشن میں جن ہستیوں نے شہرت دوام حاصل کی ان میں حضرت خواجہ معظم الدین مرولوی، پیر غلام حیدر شاہ جلالپوری اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۲۲ صفر ۱۳۰۰ھ کو وصال ہوا۔ اور اس عظیم خانقاہ کے سجادہ نشین صاجزادہ حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی مقرر ہوئے۔

مسلک چشت کی صوفیانہ روایات:

برصغیر پاک و ہند میں تبلیغی مساعی کے حوالے سے سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ، چار سلسلہائے طریقت قابل ذکر ہیں۔ انہی کے دم قدم سے ظلمت کدہ ہند میں توحید کا اجالا ہوا۔ ہندو تہذیب و تمدن کے ان علاقوں میں جہاں تو ہم پرستی اور چھوت چھات عام تھی وہاں ایمان و ایقان کی قندیلیں روشن کرنا اور انسانی برادری، مساوات اور خدمت انسانیت کے جذبات کی آبیاری انہی صوفیائے کرام کے عظیم کارنامے ہیں۔ ان حضرات کا انداز تبلیغ اس قدر موثر تھا کہ کفر و الحاد کی ساری قوتوں کے باوجود ان بظاہر بے سرو سامان نفوس قدسیہ نے دعوت حق کا فریضہ بخوبی سرانجام دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر صوفیائے کرام نے یہاں شجر توحید کی آبیاری نہ کی ہوتی تو سپین کی طرح یہاں بھی مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کے آثار کب کے مٹ چکے ہوتے۔ یہاں تک کہ دنیا کے نقشے پر پاکستان بھی نہ ابھر سکتا۔

ہر سلسلہ طریقت کا منہاج تربیت جدا گانہ ہے گو مقاصد تربیت ایک ہیں۔ مشائخ چشت کا خانقاہی نظام تربیت نفس اور سلوک کی عظیم الشان درسگاہوں کا پتہ دیتا ہے۔ ان کے ہاں نصاب تربیت کا پہلا اصول "تخلیہ" تھا جس کا مطلب ہے دل کو گناہوں کی رغبت سے خالی کرنا۔ اس کا دوسرا پہلو ہے "تحلیہ" یعنی اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کو طبیعت کا جزو بنانا۔ تقوی کی اصطلاح ہر دو کو شامل ہے۔ یوں مشائخ چشت کی

Marfat.com

خانقاہ "مدرستہ التقویٰ" کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کے نزدیک قابل مذمت امور کے چار اسباب ہیں: دنیا، خلق، شیطان اور نفس۔ دنیا کا علاج تو انہوں نے تجرد (یعنی اسباب دنیا سے بے تعلقی) کے ساتھ کیا۔ خلق سے بچاؤ کے لئے تفرد یعنی گوشہ گیری اور تنہائی، شیطان کا مقابلہ مجاہدات اور نفس کا علاج تقویٰ سے کیا۔

ترک دنیا سے مراد یہ نہیں کہ کوئی لنگوٹ کس لے اور بیٹھ جائے بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ لباس پہنے اور کھانا کھائے لیکن جو کچھ اس کے پاس آئے اسے خرچ کرڈالے، جمع نہ کرے اور نہ ہی اس کے ساتھ میلان رکھے اور نہ ہی کسی چیز کے ساتھ دل لگائے۔ چشتی بزرگ اپنے مریدوں کو داخل سلسلہ کرتے ہوئے بطور علامت ان کا سر منڈواتے تھے، یہ دنیا کی آلائش دور کرنے کی نشانی تھی۔ پھر اسکی آستینیں قطع کرواتے تھے یہ زہد کی علامت تھی۔ پھر انہیں کلاہ چہار ترکی دی جاتی تھی۔ یہ چار زاویے والی ٹوپی ہے۔ یہ چار امور کے ترک کرنے کی علامت ہوتی تھی۔

مشائخ چشت کا یہ طریقہ اتباع شریعت کو لازمی قرار دیتا ہے صوفیاء کرام کے متعدد اقوال ہیں جس مین اس امر کی صراحت ہے کہ طریقت بدون شریعت زندیقی ہے۔ البتہ ان صوفیاء کے ہاں طریقت و حقیقت ایک اعلیٰ درجہ ہے جسے شریعت کی روح اور مقصود کہنا چاہیے۔ فوائد الفواد میں منقول ہے زکوٰۃ تین قسم کی ہے۔ زکوٰۃ شریعت، زکوٰۃ طریقت اور زکوٰۃ حقیقت۔ زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ چالیس میں سے ایک حصہ ہو۔ زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ ایک حصہ اپنے پاس اور بقیہ صدقہ کر دیا جائے اور زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ کل مال راہ خدا میں دے دیا جائے۔

اس سلسلہ طریقت میں مقصود یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے رب سے قائم ہو جائے نیز دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات کی بنیاد اخلاق حسنہ پر استوار ہو جائے۔ انداز تبلیغ میں یہ صوفیاء منفرد تھے کیونکہ لسان قال کی بجائے لسان حال ان کا ذریعہ تبلیغ تھا۔ علم کے مقابلہ میں عمل کو زیادہ اہمیت حاصل تھی اور عقل کی بجائے ان کی توجہات کا مرکز "قلب" تھا۔

شیخ سے محبت اور جذبہ تسلیم کو راہ سلوک میں اتنی اہمیت تھی کہ مریدین کے لئے حکم تھا: "ہرچہ پیر فرماید مرید را باید کرد" یعنی پیر کو اپنا حاکم بنا لیا جائے کیونکہ مرشد

Marfat.com

کامل، مرید کے احوال سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے۔ فوائد الفواد میں ہے: "پیر کی ذمہ داری بھی کسی طرح کم نہیں ہے اسے مرید کے اعمال کا نگران بنایا گیا ہے تو وہ جو کچھ کرتا ہے قیامت کے دن اس کا عمل پیر کے پلے میں رکھا جائے گا۔"

حسن اخلاق کی تربیت کے حوالے سے مشائخ چشت کی تعلیمات یہ ہیں کہ دشمنوں سے بھی نیکی، نرمی اور رافت کا برتاؤ کیا جائے چنانچہ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو بابا فرید گنج شکر نے پہلا سبق یہی دیا تھا کہ اپنے دشمنوں کو خوش کرنا چاہئے اور حضرت محبوب الٰہیؒ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ہر کہ مارا یار نبود، ایزد اور را یار باد
وانکہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد
ہر کہ او خارے نہد در راہ ما از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمتہ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ کچھ لوگ آپ کو بر سر منبر برا کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا: "میں نے سب کو معاف کر دیا۔ تمہیں بھی معاف کر دینا چاہئے۔" خدمت خلق کی اعلیٰ مثال مشائخ چشت نے قائم فرمائی اور ہر خانقاہ کے ساتھ لنگر خانہ کا اہتمام کیا۔ بے سرو سامانی اور فقر محض کے باوجود ان کی خانقاہ میں دن رات لنگر جاری تھا۔ نقد آیا، تقسیم ہو گیا، نذرانے میں اشرفیاں آئیں، لٹ گئیں۔ ہدیہ میں کپڑا آیا، بانٹ دیا۔ اس کے باوجود خود فقر اختیار کیے رکھا اور ضرورت سے زائد نہ پہنا اور نہ کھایا۔ ہمہ وقت عبادت اور ذکر میں مشغول رہے۔ انسانی خدمت میں کمال یہ ہے کہ انہوں نے انسانوں کے دکھ درد کو اپنا "حال" بنا لیا تھا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ فرمایا کرتے:

"جتنا غم واندوہ مجھے ہے، اتنا اس دنیا میں کسی کو نہ ہو گا کیونکہ اتنے لوگ آتے ہیں اور اپنا دکھ درد کہتے ہیں وہ سب میرے دل و جان میں بیٹھ جاتا ہے، عجب دل ہو گا جو اپنے مسلمان بھائی کا غم سنے اور اس پر اثر نہ ہو۔"

اطعام یعنی دوسروں کو کھانا کھلانا یہ صفت ان صوفیاء کو بہت محبوب تھی۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ درویشی کی شان ہی اطعام ہے۔ ہر آنے والے کی خدمت کا

Marfat.com

اہتمام کرتے۔ آپ کی مجلس میں متعدد بار یہ حدیث سننے میں آئی: **من زار حیا و لم یذق منہ شیئا فکانما زار میتا** ''جس نے کسی زندہ شخص سے ملاقات کی اور اس کے ہاں کچھ نہ چکھا تو گویا اس نے ایک مردے کی زیارت کی'' آپ کی خانقاہ میں لوگ گروہ در گروہ آتے تھے اور ان کے لئے بار بار کھانا لایا جاتا تھا۔

مشائخ چشت کی روایت یہ رہی کہ انہوں نے تمام عمر بادشاہوں اور امراء سے کوئی جاگیر قبول نہیں کی' خزانہ جمع نہیں کیا' جو کچھ عوام کے نذرانوں اور فتوحات کی صورت میں آیا اسے فوراً فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور جیسے خالی ہاتھ اپنے خالق کے ہاں سے آئے تھے ویسے ہی اس کے حضور میں پہنچ گئے۔

ان مشائخ کی شان یہ تھی کہ وہ سلاطین و امراء کے درباروں سے الگ رہے لیکن اس کے باوجود اپنے مخصوص انداز میں انہیں پند و نصیحت بھی فرماتے اور عوام پر ان کے ظلم و تعدی پر سرزنش بھی کرتے۔

علم تصوف کے حوالے سے مشائخ چشت کے معمولات روز و شب' ان کے مجاہدات و ریاضتیں' کشف و مراقبے اور بالخصوص عشق الٰہی کا جذبہ اور خدمت شیخ یہ ایسے موضوعات ہیں جو تواتر کے ساتھ اکابر مشائخ چشت سے روایت کیے جاتے ہیں اور ملفوظات مشائخ میں بھی مذکور ہیں۔ ''فوائد الفواد'' وہ جامع کتاب ہے جس میں مشائخ چشت کے انداز تبلیغ اور نظریات اور افکار و تعلیمات کا ذکر خیر موجود ہے یوں چشتی صوفیانہ طریق کی یہ مستند دستاویز ہے اور اس سلسلہ کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

Marfat.com

وادی سون اور صوفیاء کرام

سید احمد سعید ہمدانی
(پرنسپل گورنمنٹ انٹر کالج نوشہرہ، خوشاب)

Marfat.com

Marfat.com

دریائے سواں سے کئی میل جنوب کی طرف اور خوشاب کے پتن سے کنار جہلم کے شمال کی جانب کوہستان نمک کے سلسلے کی اوٹ میں چند وادیاں بن گئی ہیں۔ جن کے درمیان دو وسیع قدرتی جھیلیں (جھیل اوچھالی اور جھیل کھبکی) اور پہاڑیوں کے دامن میں، درمیان اور چھوٹی پہاڑیوں کے آس پاس تقریباً بیس تیس بستیاں آباد ہیں۔ اس پورے علاقے کو وادی سون سکیسر کہتے ہیں۔

وادی کے مغرب میں واقع پہاڑی دراصل سکیسر کہلاتی ہے۔ سکیسر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بدھوں کے دور میں جھیل اوچھالی کا یہی نام تھا۔ یہ نام دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ ساکی یعنی ساکیہ قبیلے کا ساکی منی گوتم اور سر یعنی تالاب۔ گویا گوتم بدھ کا تالاب۔ بعدازاں جھیل کو تو سکیسر کی بجائے جھیل اوچھالی کہنے لگے۔ البتہ اس کے ساتھ ایستادہ سلسلہ کوہ سکیسر کہلایا۔

وادی کا نام سون کیسے پڑ گیا؟ اس کے متعلق قیاسی آراء یہ ہیں کہ اس وادی کی خوبصورتی کی وجہ سے اسے سوہن (سنسکرت میں خوبصورت معنی ہوتے ہیں) کہا جانے لگا اور تقریباً اصل تلفظ برقرار رہا کہ اب تک اسے سون کہتے ہیں۔ جس کا مطلب ہوا خوبصورت علاقہ۔ اس سے تھوڑا سا بعید قیاس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنسکرت میں سونے کو سورن کہتے ہیں۔ چونکہ یہ وادی زرخیز تھی اور اب تک ہے۔ ایک لحاظ سے

Marfat.com

جب اردگرد تپتے ہوئے ریگستان تھے اور زمین ذریعہ معاش بننے کی اہل نہ تھی تو یہاں کی زمین سونا اگلتی تھی۔ شاید اس بنا پر اسے پہلے سورن (سونا) اور بعد ازاں "ر" حذف کر کے سون کہا جانے لگا۔

یہ وادی جیسا کہ اس کے آثار قدیمہ سے ظاہر ہے' کئی تہذیبوں اور ثقافتوں کی وارث ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اب تک اجڑی ہوئی بستیوں کے نشانات' حتیٰ کہ ان کے در و دیوار اور گلیاں موجود ہیں۔

آگ بجھی ہوئی ادھر' ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
جانے اس مقام سے گذرے ہیں کتنے کارواں

اس مختصر سی وادی میں پتھر' لوہے اور بعد کے سبھی ادوار کے لوگوں کے آثار ملتے ہیں۔ یہاں کوئی قدیم اصل باشندے' پھر آریہ یعنی ہندو اور بعد ازاں بدھ آباد رہے۔ انہی کی نسلیں تہذیبی ارتقاء کی منزلیں طے کرتی رہیں۔ جب مسلمان آئے تو اس وقت یہاں جنجوعہ راجپوت حکمران تھے۔ جن کو اعوان قوم نے دھکیل باہر کیا اور وادی کے طول و عرض پر قابض ہو گئے۔

اعوان میر قطب شاہؒ کی اولاد سے ہیں اور علوی ہیں۔ میر قطب شاہ علویوں کے ایک لشکر کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے عساکر کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ سومنات کی جنگ میں لڑے اور جب قلعہ سومنات فتح ہو گیا تو ان پہاڑوں کی طرف نکل آئے اور یہاں آ کر راجپوتوں کا زور توڑا۔ معلوم ہوتا ہے یہاں آباد لوگوں کے ساتھ ان کا سلسلہ رشتہ و مناکحت بھی شروع ہوا اور اب جو قوم اعوان یہاں آباد ہے' وہ انہی مخلوط قبائل پر مشتمل ہے۔ یہ سب لوگ قطب شاہی اعوان کہلاتے ہیں۔

اگرچہ وادی کی زمین زرخیز تھی اور ان لوگوں کا سب سے بڑا ذریعہ معاش رہی مگر اعوانوں میں سپہ گری کا شوق بھی ہمیشہ رہا اور ان میں سے اکثر وادی سے دور جا کر مسلمان سلاطین کے لشکروں میں شامل ہو جاتے تھے اور کفار کے ساتھ جہاد کرتے تھے۔ جیسے روایت میں حضرت سلطان باہوؒ کے والد ماجد کا حال ملتا ہے یا جالندھر کے اعوان کہتے ہیں کہ وہ جہانگیر کے عہد میں اس کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجے گئے تھے اور وہیں جا کر آباد ہو گئے۔

Marfat.com

اس وقت بھی علاقہ وادی سون میں بڑی اور مقتدر قوم اعوان ہے۔ کچھ گاؤں میں سادات کے گھرانے بھی آباد ہیں جن کی بہت عزت کی جاتی ہے۔ دوسری قومیں جو باہر سے آئیں' نہایت قلیل تعداد میں ہیں اور وہ بھی اعوانوں میں کبھی ضم ہو جائیں گی جس کا بڑا ذریعہ وہی رشتہ مناکحت وغیرہ ہے۔

کاشتکاری اور سپہ گری تو ذرائع معاش تھے مگر اعوانوں میں علم کا رجحان بھی ہمیشہ رہا۔ اب تک جو روایات ہمیں پہنچی ہیں' ان سے پتہ چلتا ہے کہ کئی جگہوں پر قرآن مجید پڑھانے اور حفظ کرانے کے لئے مدرسے قائم تھے۔ اعوانوں نے حفظ قرآن کو بڑا درجہ دیا اور بہت حفاظ پیدا کئے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ قرات و تجوید کا علم بھی سکھایا جاتا تھا۔ اسی لئے علاقے کو جب کبھی اعوان کاری کہا جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اصل میں یہ لفظ "اعوان قاری" تھا' جو یہاں کے قراء کی کثرت کی وجہ سے مشہور ہوا۔

اس صدی کی ابتداء میں انگہ ایک ایسا گاؤں تھا جس کے مدرسے میں دور دور سے طلباء پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے لڑکپن کے دور میں جب گولڑہ شریف کے گاؤں سے ادھر ادھر کسی مدرسے کی تلاش میں نظر دوڑائی تو ان کی نظر بھی انگہ پر آکر ٹھہری اور انہوں نے یہاں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔

اسی طرح اعوانوں کے اندر صوفیا بھی ہمیشہ پیدا ہوتے رہے۔ اعوانوں میں ایک پہنچے ہوئے ولی حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ تھے' جو شورکوٹ میں پیدا ہوئے اور وہیں سے رشد و ہدایت کے لئے مبعوث و مامور ہوئے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی تقریباً ہر گاؤں میں چھوٹے بڑے صوفی بزرگ مشہور ہیں' جن کا نام ان کے وصال کے بعد بھی نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ مثلاً ماضی قریب میں پیدا ہونے والے صوفیاء میں کھوڑہ کے میاں اطہرؒ' اوچھالہ کے حاجی احمدؒ' جابہ کے سید فتح اللہ شاہؒ' کھوتکہ (اب احمد آباد) کے سید سلطان شاہؒ اور شاہ فیض علیؒ' مردوال کے بابا بغدادیؒ' نوشہرہ کے بابا ساوی بیری والاؒ اور حضرت ولایت شاہؒ ' انگہ کے قاضی' سادات اور قاسمی خاندانوں کے صوفیا و بزرگان طریقت' انب شریف کے سلطان ابراہیم اور

Marfat.com

بھناکھہ کے قریب سلطان مہدیؒ معروف و مشہور ہیں اور کئی دیہات کے سرپرست ولی خیال کئے جاتے ہیں۔

طریقت کے پرانے سلسلوں میں' یہاں قدیم طریقہ شائد طریقہ قادریہ تھا۔ حضرت سلطان باہوؒ طریقہ قادریہ کے شیخ تھے۔ لوگ اب بھی قسم کھائیں تو "پیر دستگیر" کی قسم کھاتے ہیں اور ان کے تتبع میں گیارھویں شریف کی رسم بھی ادا کی جاتی ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ کے بعد ان کے خلفاء کرام نے طریقہ قادریہ کی اشاعت کی۔ انب شریف کے حضرت سلطان ابراہیمؒ اس طریقہ کے خلیفہ تھے۔ بھناکھہ کے سلطان مہدیؒ بھی اغلباً قادری سلسلہ سے نسبت رکھتے تھے۔ بعد ازاں چھپڑ شریف کے میاں صاحبان بھی سلطان صاحب کے خانوادہ سے خلافتیں حاصل کرتے رہے۔ اور اس طریق کے فیض رساں رہے۔

اب تک طریقہ قادریہ کے متوسلین خاصی تعداد میں اس علاقے میں موجود ہیں۔ ان کے مشائخ و مرجع ارادت حضرت سلطان باہوؒ کے خانوادہ کے صاحبزادگان و سجادہ نشین ہیں۔

دوسرا طریقہ جو یہاں پھیلا' وہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ اب تک اس کا اثر وادی کے صوفی منش لوگوں میں موجود ہے۔ یہ دو طرف سے یہاں پہنچا۔ ایک تو حضرت غلام نبی للہیؒ کے ذریعہ یہ طریقہ مروج ہوا۔ کھوتکہ کے مولوی امام دین کھوتکوی نے ایک رسالہ "مقامات طیبین" لکھا' جس میں اپنے نقشبندی مشائخ اور خاص طور پر حضرت خواجہ للہیؒ کے حالات لکھے (اس فقیر خاکسار نے چند سال پہلے اس کا ترجمہ "تذکرۂ حضرت خواجہ للہیؒ" کے عنوان سے کیا جو چھپ چکا ہے) دوسری طرف موسیٰ زئی شریف کے حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے خلفا کے ذریعہ طریقہ نقشبندیہ کو یہاں فروغ حاصل ہوا۔ ان کا براہ راست اثر بھی ہوا اور ان کے خلفاء و سادات دندہ شاہ بلاولؒ کے ذریعہ بھی لوگ یہ طریقہ اختیار کرنے لگے۔ اب بھی وادی میں ان کے خاصے مرید ہیں۔

لیکن وادی سون میں جس طریقہ کو سب سے زیادہ رسوخ حاصل ہوا' وہ طریقہ چشتیہ ہے۔ اس کا اثر بھی دو طرف سے پہنچا۔ ایک تو براہ راست حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء کے ذریعے لوگ ادھر مائل

Marfat.com

ہوئے۔ خاص طور پر مکان شریف کی درگاہ کے میاں صاحبان' نوشہرہ کے قاضیوں کے خاندان کے علماء و حکماء اور انگہ کے صاحبان ذوق اور علمائے دین نے اس میں نمایاں کردار ادا کیا۔

دوسری طرف گولڑہ شریف کی خانقاہ تھی۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو خلافت حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملی تھی۔ علاقے کے بہت سے لوگ ان کے ارادت مند ہوئے اور چشتیہ سلسلے سے منسلک ہو گئے۔

ہاں' ایک اور طرف سے بھی کچھ لوگ سلسلہ چشتیہ میں مرید ہوئے۔ دندہ شاہ بلاول کے ہمدانی سادات کے ایک بزرگ حضرت شاہ مراد نے حضرت خواجہ غلام فریدؒ (کوٹ مٹھن) سے خلافت حاصل کی اور لوگوں کو اس سلسلہ میں داخل کیا۔ اب تک ان کے مریدوں کا سلسلہ جاری ہے۔

آخر میں یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ چشتیہ سلسلہ جو حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے ذریعہ پھیلا' اس کا مرکز مکان شریف (کفری) کی خانقاہ تھی۔

کفری کے ایک اعوان بزرگ حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ سیالویؒ نے خلافت عطا کی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے اور ساری عمر لوگوں کو تعلیم و تلقین کرتے ہوئے بسر کی۔ وہ درویشوں اور دنیا داروں دونوں کے لئے توکل اور استغناء کا ایک نادر روزگار نمونہ بن کر رہے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے جناب صاحبزادہ عزیز احمد صاحب دامت برکاتہ ان کے جانشین ہوئے۔ ان کی ذات میں ذوق و شوق اور علم و فضل کا عجیب و غریب امتزاج نظر آتا ہے۔ آپ کافی عرصہ تک سیال شریف کے دینی مدرسہ کے شیخ الجامعہ رہے۔ والد گرامی کی وفات کے بعد اپنے شیخ خواجہ قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے مکان شریف کی خانقاہ میں آ کر بیٹھ رہے۔ ان کی ذات اس ولایت کے صوفیوں کے لئے ایک بہت بڑا روحانی سہارا ہے۔

ایک اور امتیازی خصوصیت اس خانقاہ کی یہ ہے کہ دوسرے طریقوں کے پیر صاحبان صرف سال میں ایک مرتبہ یا کبھی دو مرتبہ اس وادی میں اپنے حلقہ کے

Marfat.com

مریدوں کے ہاں تشریف لاتے ہیں۔ للہ شریف اور موسیٰ زئی شریف کے نقشبندی مشائخ گرمیوں کے ایام میں یہاں آ کر چندے قیام پذیر ہوتے ہیں۔ حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کے خانوادہ کے صاحبزادگان کا بھی یہی حال ہے۔ دندہ شاہ بلاول کے ہمدانی سادات کے مشائخ نقشبندی ہوں یا چشتی' کبھی کبھار آتے ہیں۔ وہ بھی سال میں ایک یا دو بار' مگر مکان شریف کے میخانہ کا در سالکوں اور رندوں سب کے لئے ہمہ وقت کھلا ہے۔

ہست محفل برآں قرار کہ بود
ہست مطرب بداں ترانہ ہنوز

Marfat.com

حضرت میاں عبدالحمیدؒ اور ان کا عہد

محمد مسعود احمد

Marfat.com

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

Marfat.com

انیسویں صدی کا آخری اور بیسویں صدی کا پہلا نصف اہل ہند کے لئے ایک جانکاہ عرصہ حیات تھا' جو شاید ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے قدرت کی طرف سے ان پر مسلط کیا گیا تھا۔ انگریزوں نے مسلمانان پاک و ہند کی تضعیف و تذلیل کو اپنا مقصد اولیں سمجھ کر انہیں نہ صرف ذرائع معاش اور عزت و احترام کی زندگی بسر کرنے کے وسائل سے محروم کر دیا تھا بلکہ ذہنی و فکری کج روی کے ذریعے روحانی بالیدگی کی راہیں مسدود کر کے ان کی معاشرتی عظمت کو بھی گہنا دیا۔ ایک طرف انگریز مسلمانوں کو قعر مذلت میں گرا کر ہندوؤں کی ہر لحاظ سے سرپرستی کر رہے تھے اور دوسری طرف سکھوں' مرہٹوں اور جاٹوں نے پورے ملک میں کھلبلی مچا رکھی تھی۔ سکھوں نے پنجاب پر اپنا تسلط قائم کر کے اسے کئی ریاستوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ ہندوؤں نے ہندومت اور اس کے سماجی ڈھانچے کو فروغ دینے کے لئے برہمو سماج اور آریہ سماج تحریکیں شروع کر دیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ہندو ویدانت واحد ابدی مذہب ہے اور ساری دنیا کی نجات اسی میں ہے کہ وہ ہندومت اختیار کرے۔

۱۸۶۰ء میں ہندوستان میں قحط پڑا تو مسیحی مشنریوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ نادار اور لاوارث بچوں کو اپنی تحویل میں لے کر عیسائی بنا لیا۔ اخلاقی اور تعلیمی امداد دی جانے لگی۔ کمزور مسلمانوں کے ذہنوں کو تبدیل کرنے کا یہ ایک بہترین حربہ تھا جو کافی حد تک کامیاب رہا۔

غریب مسلمانوں کی مذہبی اقدار کو پامال کرنے سے گو عیسائی اور ہندو نے پہلے ہی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی مگر اب اس کے عقائد پر شب خون مار کر اسے بے جان کرنے کا بیڑہ اٹھایا گیا۔ مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۱ء سے قادیان سے مسیح موعود اور مہدی ہونے کا اور ۱۹۰۴ء میں کرشن اوتار ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اس طرح مرزائی فرقے کی خشت اول رکھی۔

یہ تو تھے بیگانے' اپنوں نے بھی اسلام کی اساسی و روحانی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ سرسید احمد خان کی سیاسی زندگی سے گو اختلاف کی

Marfat.com

گنجائش کم ہے، لیکن مذہبی اعتبار سے انہوں نے عالم اسلام کی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کو گرمانے کی بجائے اس کے انجماد کا سامان بہم پہنچایا۔ روحانیت پر عقلیت کے غلبے، دنیوی زندگی پر اخروی زندگی کو ترجیح نہ دینے کا رویہ، مذہب کو تمام زندگی پر محیط کرنے کے بجائے صرف بندے اور خدا کے مابین ایک ذاتی رشتہ قرار دینے کا رویہ، اسلاف کی روایات و رسوم و کتب کو سند کے طور پر قبول نہ کرنے کا رجحان، افکار علوم جدیدہ اور مذہب میں تطبیق پیدا کرنے کی اس طرح کوشش کہ جدید علوم، حق کا معیار قرار پائیں، قرآن کے تمام اندراجات کو عقل، سائنس اور جدید اصول تمدن کے مطابق ثابت کرنے کا رویہ، یہ سب رجحانات سرسید یا تحریک سرسید کے اثرات کے ثمرات تھے۔

سرسید احمد خان نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج اور معجزۂ شق القمر کو خواب و خیال کی باتیں قرار دیا ہے۔ انسانی دنیا سے الگ ابلیس اور فرشتوں کے روحانی وجود کو ماننے سے انکار کیا۔ وہ جنت اور دوزخ کو روحانی کیفیات قرار دیتے ہیں اور ناسخ و منسوخ آیات کے قائل نہیں۔

سرسید کی اس جدیدیت اور مادیت و عقلیت کے ردعمل کے طور پر دو مدرسے وجود میں آئے۔ ایک مولوی محمد مظہر نے سہارنپور میں ۱۸۶۷ء میں قائم کیا جو "مظاہر العلوم" کہلایا اور دوسرا اس ضلع کی بستی دیوبند میں چند علماء کی شرکت سے اسی سال "دارالعلوم دیوبند" کے نام سے قائم ہوا۔ ان دونوں میں دارالعلوم دیوبند نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ اپنی جگہ پر اس کے بانی علما کے جذبات و احساسات اور نظریات و خیالات میں امت مسلمہ کے لئے وہی خلوص و جذبہ موجزن تھا جو سرسید کے ہاں ہے۔

لیکن جس طرح سرسید نے اپنے جذبات کا اظہار جدیدیت کے روپ میں کرتے ہوئے مسلمان ذہنوں کو اپنے اسلاف کی روایات سے یکسر منقطع کر کے انگریز پرستی کی طرف راغب کیا، علماء دیوبند نے بھی اپنے مخصوص نظریات و عقائد کا اظہار کر کے

Marfat.com

دین اسلام کی مذہبی اساس' روحانی اقدار' مابعد الطبیعاتی افکار اور اسلامی تصوف پر چھپے انداز میں اس درد ناکی سے زہر آگیں تیر چھوڑے کہ ان اقدار کی کربناک سسکیاں آج بھی سنائی دے رہی ہیں۔

انحطاط کے اس دور میں ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے عظیم پیشرو خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ محمد شمس الدین (شمس العارفین) سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے بالترتیب تونسہ شریف اور سیال شریف میں رشد و ہدایت کے وہ چراغ روشن کیے کہ ایک بار پھر صوفیائے متقدمین کی خانقاہیں چشم تصور میں جگمگانے لگیں۔ اسلامی تصوف کی تاریخ کے غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیا کے سلسلوں کے عروج سے اسلامی سوسائٹی کو بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ مسلمانوں کی پریشاں نظری ختم ہو گئی۔ ان کی طبیعتیں اپنے اصلی مرکز پر آ کر رک گئیں اور ان کے اذہان صراط مستقیم پر چل پڑے۔ قوموں کی زندگی میں خطرناک وقت وہ ہوتا ہے جب سیاسی انتشار ذہنی انتشار کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ انیسویں صدی میں سر سید کے خیالات اور علماء دیوبند کے نظریات و عقائد کی وجہ سے مسلمانان برصغیر پاک و ہند میں جو ذہنی انتشار پیدا ہوگیا تھا' اسے دور کرنے میں مذکورہ ہر دو مشائخ نے جس بالغ نظری کا ثبوت دیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ انہی کے فیضان نظر سے ہندوستان خصوصاً پنجاب کا شائد ہی کوئی گوشہ باقی رہا ہو جہاں عوام الناس کی روحانی و اخلاقی تربیت کے مراکز قائم نہ ہوئے ہوں۔

حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے تو اپنے سلسلے کی تعلیمات موثر انداز میں پھیلانے میں کمال کر دکھایا ہے۔ آپ نے اپنی خانقاہ میں سینکڑوں نابغہ روزگار ہستیاں پیدا کیں۔ جنہوں نے ملک کے گوشے گوشے میں پھیل کر اسلامی تعلیمات کی ترویج کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اخلاقی و روحانی بیماریوں کا شافی علاج بھی کیا۔ افغانستان' ایران' ترکی' مصر' عراق' سعودی عرب' بنگال' برما اور دیگر ممالک میں آپ کے خلفا نے اسلامی روایات کو اجاگر کرنے اور تصوف کی مقدس تعلیمات پھیلانے میں بڑا موثر کردار ادا کیا۔ ایک محتاط

Marfat.com

اندازے کے مطابق خواجہ سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا کی تعداد اسی کے قریب ہے۔ چند نامور خلفا کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱	حضرت خواجہ پیر حیدر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ	جلالپور (جہلم)
۲	حضرت خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ	معظم آباد (سرگودھا)
۳	حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ	گولڑہ شریف (اسلام آباد)
۴	حضرت خواجہ فضل دین رحمتہ اللہ علیہ	چاچڑ شریف (سرگودھا)
۵	حضرت خواجہ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ	چکوڑی شریف (گجرات)
۶	حضرت سید محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ	کٹاواڑہ (خراسان)
۷	حضرت پیر بخش قریشی رحمتہ اللہ علیہ	خواجہ آباد (میانوالی)
۸	حضرت شاہ اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ	حاجی پورہ (ڈیرہ غازی خان)
۹	حضرت خوشنود رحمتہ اللہ علیہ یوسف زئی .	کابل (افغانستان)
۱۰	حضرت سید رستم علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ	پونچھ (کشمیر)
۱۱	حضرت سید مبارک شاہ چھانا آبادی	راولپنڈی

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء کے قائم کردہ تربیتی مراکز میں سے ایک مرکز موضع کفری (وادی سون--- خوشاب) میں "مکان شریف" کے نام سے قائم ہوا۔ جو لوگوں کی اخلاقی و روحانی حالت سنوارنے اور انہیں راہ ہدایت پر گامزن کرنے کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ لاکھوں حاجتمند یہاں آکر اپنا دامن مراد پھیلاتے ہیں اور توقع سے زیادہ انعام و اکرام پا کر لوٹتے ہیں۔ کئی لوگ ٹوٹے دلوں اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اس سراپا مہرو وفا ماحول میں آتے ہیں اور اپنے چہروں پر نشاط آمیز مسکراہٹ اور فتح مندی کا ابدی احساس لے کر لوٹتے ہیں۔ گویا وہ زبان حال سے کہتے جاتے ہیں:

آباد ہے میخانہ ساقی کو دعائیں دو
لے دے کے یہی تنہا رندوں کا سہارا ہے

Marfat.com

قصبہ کفری

کفری کا قصبہ وادی سون میں ایک صحت افزا اور پر منظر مقام پر' نوشہرہ سے ۶ کلومیٹر مغرب کی طرف اور سکیسر (پہاڑی کی چوٹی) سے ۱۸ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ اس قصبہ کے شمال میں "مکان شریف" مرجع خلائق ہے۔

اسی قصبہ کفری میں حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے تھے۔ جنہوں نے اس عظیم روحانی مرکز کی بنا ڈالی تھی--- حضرت میاں عبدالعزیزؒ کو خلافت کی اہم ذمہ داری سونپنے سے پہلے خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک خلیفہ حضرت سید میاں امام الدین رحمتہ اللہ علیہ کو کفری بھیجا کہ وہ وہاں خانقاہ کے قیام کے لئے حالات کا جائزہ لیں۔ زمانی تقدیم کے لحاظ سے حضرت میاں امام الدینؒ کا مختصر تعارف پہلے پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت سید میاں امام الدین رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید میاں امام الدین رحمتہ اللہ علیہ کشمیری الاصل تھے۔ کشمیر سے ہجرت کر کے پنجاب آئے۔ زاہد مرتاض تھے۔ اتباع رسولؐ میں انہیں کمال حاصل تھا۔ سترہ مستند صوفیائے کرام سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ ان کی زندگی سادگی کا مرقع تھی۔ موٹے کھدر کی قمیض اور چادر' سر پر عمامہ اور پاؤں میں کھڑاؤں استعمال کرتے تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ ان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور خلوص و نیاز کی بنا پر خواجہ سیالویؒ نے انہیں خرقہ خلافت عطا کیا تھا۔

حضرت میاں صاحب کو حضرت خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ سے بھی بڑی عقیدت تھی۔ ان کی زندگی کا اکثر حصہ معظم آباد میں بسر ہوا۔ آخری عمر میں استغراق اور محویت کا غلبہ رہا۔ ایک مرتبہ خواجہ معظم الدینؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے شہد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: پہاڑی علاقے کا شہد بہت عمدہ اور پر تاثیر ہوتا ہے۔

Marfat.com

ہمارے علاقے میں ایسا اچھا شہد دستیاب نہیں۔ یہ سن کر میاں صاحب نے حضرت کی خدمت میں پہاڑی شہد پیش کرنے کا ارادہ کر لیا اور اسی دن کھدری (وادی سون میں ایک گاؤں کا نام) روانہ ہو گئے۔ بہت سا شہد بالٹی میں اکٹھا کر کے مکان شریف پر تشریف لائے اور سارا واقعہ حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو سنایا۔ شام کو جب میاں عبدالعزیزؒ کاشتکاری وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر آئے تو معلوم ہوا کہ حضرت میاں امام الدینؒ معظم آباد روانہ ہو چکے ہیں اور شہد یہیں بھول گئے ہیں۔ حضرت میاں عبدالعزیزؒ شہد کی بالٹی لے کر ان کے پیچھے چل پڑے۔ آپ نے پہلی رات کنڈ (خوشاب) میں حافظ اللہ جوایا کے ہاں گذاری۔ دوسری رات ٹانگو والی (معظم آباد کے قریب) میں بسر کی۔ اتفاق سے حضرت میاں امام الدینؒ بھی اس رات ٹانگو والی میں موجود تھے۔ لیکن دونوں حضرات کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہو سکی۔

اگلی صبح حضرت میاں عبدالعزیز دیر سے ٹانگو والی سے معظم آباد کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے تھوڑا ہی سفر طے کیا ہو گا کہ حضرت میاں امام الدینؒ کو معظم آباد سے واپس آتے دیکھا۔ ملاقات ہوئی تو حضرت میاں عبدالعزیزؒ نے عرض کیا کہ آپ شہد کفری بھول آئے تھے' میں پہنچانے آیا ہوں۔ حضرت میاں امام الدینؒ نے فرمایا: میں دوبارہ شہد لینے ہی جا رہا تھا۔ اچھا ہوا آپ نے مجھے طویل سفر سے بچا لیا اور حضرت میاں عبدالعزیزؒ کی اس خدمت کو دیکھ کر فرط مسرت سے انہیں گلے لگا لیا اور دعا دی۔

حضرت میاں امام الدین کی محویت اور عشق الٰہی میں استغراق کا یہ عالم تھا کہ اتنا مشکل اور طویل پہاڑی سفر شہد لانے کے لئے کیا اور اسے وہیں بھول آئے اور خلوص اس قدر تھا کہ معظم آباد پہنچ کر جب یاد آیا تو الٹے پاؤں پھر روانہ ہو گئے۔

حضرت میاں صاحب بہت کم گو تھے۔ لہجہ نرم اور دھیما تھا۔ شرافت طبع' خود داری' توکل' استغنا اور تالیف قلب آپ کے اوصاف حمیدہ تھے' غرض آپ کی ذات ہمہ صفت جامع تھی' آپ کا انتقال معظم آباد میں ہوا مزار انور شہر کے بڑے قبرستان

Marfat.com

میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت میاں امام الدینؒ کے حکم پر مولانا عبدالغفور صاحب کے والد صاحب نے مکان شریف کی تعمیر کے لئے تقریباً ۸ کنال رقبہ پیش کیا تھا۔ جہاں آپ نے جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔ مولانا عبدالغفور صاحب (والد محترم مولانا عبدالشکور صاحب) کے والد صاحب کی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ حضرت میاں صاحب کی دعا کی برکت سے عبدالغفور صاحب پیدا ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت میاں امام الدینؒ حضرت میاں عبدالعزیزؒ کے ہمراہ تونسہ مقدسہ حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت بخشی اور حضرت میاں عبدالعزیزؒ سے فرمایا: "جوان! فرض نماز کے بعد دعا کے لئے تین مرتبہ ہاتھ اٹھایا کرو۔" حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے:

کان علیہ السلام اذا دعا دعا ثلاثا و اذا سئل سئل ثلاثا

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو تین تین مرتبہ اسے دہراتے اور اللہ سے کچھ طلب کرتے تو تین تین مرتبہ اس طلب کا اعادہ کرتے تھے۔

حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ

حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہُ علیہ موضع کفری کی قوم شہال (اعوان) میں میاں محمد یار صاحب کے گھر ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ آپ کا خاندان نجابت و شرافت، سخاوت، صلہ رحمی، انصاف پسندی، مہمان نوازی اور علم دوستی ایسے اوصاف سے متصف تھا۔ آپ کے ایک بھائی میاں محمد تھے۔ جو عمر میں آپ سے ۱۲ سال بڑے تھے۔

حضرت میاں صاحب نے قرآن پاک کی تعلیم سہرال میں حاصل کی۔ ہر روز صبح سبق پڑھنے سہرال جاتے دوپہر کو واپس آکر کاشتکاری میں والد صاحب کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ قرآن کریم حفظ کرنے کا اتنا شوق تھا کہ کام کاج میں بھی سبق یاد کرتے رہتے۔

میاں محمد صاحب اپنے عزیز بھائی سے نہایت شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے

Marfat.com

اور ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے کوئی کام بھی آپ کے مشورے کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے زندگی کے ہر نازک موڑ پر اپنے محبوب بھائی کے منصب کے استحکام اور خانقاہی ماحول کو سازگار بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ایک مرتبہ میاں محمد صاحب پہاڑی چراگاہ میں اپنے مویشی چرا رہے تھے۔ ظہر کے وقت وہ نماز ادا کرنے لگے تو جانور ننگہ (گاؤں کا نام) کے بدنام ڈاکوؤں کی فصل میں گھس گئے۔ اتفاقاً ڈاکو اس وقت گھر میں موجود تھے۔ انہوں نے مویشیوں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ میاں محمد صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو انہیں علم ہوا کہ جانور تو ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔ انہوں نے ڈاکوؤں سے مویشیوں کے ان کی فصل میں چرنے پر معذرت کی اور کہا کہ اگر تم جانور واپس کر دو تو تمہارے نقصان کی تلافی کر دی جائے گی۔ لیکن ڈاکو نہ مانے۔ امن پسندی اور صلح جوئی کا تقاضا تھا کہ تلخی پیدا نہ ہو اور افہام و تفہیم سے جانور واپس لئے جائیں چنانچہ میاں محمد صاحب نے معززین شہر کو ان کے پاس بھیجا۔ انہوں نے ڈاکوؤں کو بہتیرا سمجھایا بجھایا لیکن ڈاکوؤں نے کسی کی نہ سنی۔

دوسرے روز حضرت میاں عبدالعزیزؒ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ بنفس نفیس ڈاکوؤں کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں نقصان کا معاوضہ لے کر جانور واپس کرنے کو کہا۔ مگر ڈاکو اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ بلکہ انہوں نے دھمکی دی کہ آئندہ اگر کوئی شخص اس موضوع پر بات کرنے آیا تو ہم اس کے سامنے تمام جانور ذبح کر دیں گے۔ حضرت میاں صاحب کو یہ سن کر رنج ہوا۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: "یہ مویشی اس درویش کے ہیں۔ اسی کے پاس آئیں گے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی لائیں گے۔" یہ کہہ کر آپ گاؤں لوٹ آئے۔

نصف شب کے قریب تمام مویشی گلہ توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور کفری آ کر دم لیا۔ اگلے روز صبح جب ڈاکوؤں نے مویشیوں کو چارہ ڈالنا چاہا تو یہ دیکھ کر ان کے پاؤں سے زمین نکل گئی کہ میاں محمد صاحب کے مویشیوں کے علاوہ ان کے اپنے مویشی

Marfat.com

بھی غائب ہیں۔ وہ بہت نادم ہوئے' کفری آ کر حضرت میاں عبدالعزیزؒ سے معذرت کی اور آئندہ کے ملئے چوری اور ڈاکہ زنی ایسی قبیح حرکات سے تائب ہوئے۔

میاں محمد صاحب نے اپنے عزیز بھتیجے حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کو وصیت کرتے ہوئے چارباتیں تلقین کیں۔

فرمایا:۔

- کسی کا ضامن نہ بننا۔
- کسی کی امانت اپنے پاس نہ رکھنا۔
- بیماروں کی مزاج پرسی کے لئے ضرور جانا۔
- لوگوں کے دکھ سکھ میں شرکت کی کوشش کرنا۔

حضرت میاں عبدالعزیزؒ جب دینی علوم کی تکمیل کر چکے تو مرشد کامل کی جستجو مین سیال شریف پہنچے۔ ظہر کا وقت تھا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ اوراد و وظائف میں مشغول تھے۔ایک شخصیت سراپا حسن' نور کا ہالہ جسے گھیرے ہوئے تھا' جس کی آنکھوں میں معرفت کا خمار تھا۔۔۔ حضرت خواجہ نے بس ایک نگاہ اٹھا کر دیکھا میاں صاحب کو ہمیشہ کے لئے اپنا بنا لیا:

کتنا ملیح ان کی نگاہوں کا تیر تھا
ہم آج تک وہ چوٹ ہیں دل پر لئے ہوئے

حضرت میاں صاحب خواجہ سیالویؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے نور بصیرت نے دیکھ لیا تھا کہ اس دبلے پتلے نازک نوجوان میں وہ صلاحیتیں مخفی ہیں' جنہیں صیقل کر دیا جائے تو سلسلہ چشت کے مکھڑے پر نیا رنگ و روپ آ سکتا ہے۔ آپ نے شفقت سے اپنے قریب بٹھایا۔

کچھ عرصہ سیال شریف قیام کے بعد جب کفری واپس جانے لگے تو خواجہ سیالویؒ نے پوچھا کیا والدین زندہ ہیں؟ عرض کیا والدہ حیات ہیں۔ عمر رسیدہ اور بیمار ہیں۔

Marfat.com

خواجہ صاحب نے فرمایا ان کی خدمت کرو۔ دونوں جہاں کی نعمتیں ان کے قدموں میں پاؤ گے۔

حضرت میاں صاحب نے والدہ کی وفات تک ان کی خدمت میں کبھی غفلت نہیں کی۔ دن بھر ان کی پائنتی بیٹھے ان کے حکم کا انتظار کرتے اور رات کو ان کی چارپائی کے قریب جائے نماز پر مصروف عبادت رہتے۔ دوران نماز اگر والدہ آواز دیتیں تو نماز میں تخفیف کر کے ان کی خدمت بجا لاتے۔

شبانہ روز مجاہدات اور ہمہ وقت کی ریاضت نے آپ کو اس راہ پر لا کھڑا کیا جس پر چل کر بہت جلد آپ روحانی رفعتوں سے ہمکنار ہوئے اور اپنی پرخلوص عبادت و خدمت کا ثمر حاصل کیا۔

اسی زمانے میں آپ کی شادی ایک قریبی عزیز کی بیٹی سے ہوئی۔ اولاد میں ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے پیدا ہوئے۔ یہی صاحبزادے (حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ) بڑے ہو کر آپ کے جانشین بنے اور خانقاہ کے سلسلہ فیض کو دوام بخشا۔

ایک دفعہ حضرت میاں عبدالعزیزؒ شہر کی مسجد میں نوافل پڑھ کر گھر تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں شہر کی دو پارٹیاں لڑ رہی تھیں۔ ایک فریق میں آپ کے چچا اور دیگر قریبی رشتہ دار بھی مصروف پیکار تھے۔ آپ نے اپنے عزیزوں کی خوشنودی کی خاطر چند پتھر اٹھائے اور مخالف فریق کو مارنے کے بجائے ادھر ادھر پھینک دیئے۔ گھر پہنچے تو خیال آیا کہ لڑائی جھگڑا شرفا کا وطیرہ نہیں، میں نے لڑائی میں حصہ لے کر اچھا کام نہیں کیا۔ اس خیال نے دل میں اضطراب پیدا کر دیا، نوافل ادا کئے، صدقہ و خیرات دی، کلام الٰہی کا ختم کیا، غرض ہزار جتن کیے، لیکن احساس ندامت کی بے چینی بڑھتی گئی۔ آخر اس درد کے درماں کے لئے اپنے پیر کے آستانے پر حاضر ہوئے۔ خواجہ شمس العارفین مسجد کی دیوار کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ بہت سے لوگ بھی حاضر خدمت تھے..... حضرت میاں صاحب زمین بوس ہو کر بیٹھ گئے۔ جب حاضرین رخصت

Marfat.com

ہو گئے تو خواجہ سیالویؒ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "عبدالعزیز! پتھر دائیں بائیں بھی نہ پھینکا کریں۔ یہ کام تمہارے شایان شان نہیں۔"

حضرت کے ان کلمات سے میاں صاحب کی اضطراری کیفیت ختم ہو گئی اور اجازت لے کر واپس روانہ ہوئے۔

جسمانی قوت

شب و روز کے تھکا دینے والے مجاہدہ و ریاضت نے آپ کی روحانی قوتوں کو جلا بخشی۔ روحانی قوت جب جسمانی قوت میں مدغم ہوتی ہے تو انسانی توانائی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ انسان میں مضبوط قوت ارادی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایسے کام کرنے لگتا ہے جو عام انسان کے بس میں نہیں ہوتے۔ شدید ریاضت نے حضرت میاں صاجب کی روحانی و جسمانی قوتوں میں اتصال پیدا کر دیا تھا۔

ایک مرتبہ گاؤں کے جسیم و لحیم پہلوان اکٹھے ہوئے اور طے کیا کہ جو شخص فلاں پتھر جو بہت وزنی اور چار پانچ فٹ طویل و عریض ہے' اٹھا لے' اسے شہر کا سردار مان لیا جائے۔ تمام پہلوانوں نے فرداً فرداً زور آزمائی کی لیکن بے سود' پتھر کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔

حضرت میاں صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو مسکرائے اور فرمایا: مردان خدا کے لئے کوئی کام بھی دشوار نہیں ہوتا۔ رات کے اندھیرے میں آپ نے تن تنہا جا کر اس وزنی پتھر کو اس کی جگہ سے تین گز کے فاصلے پر رکھ دیا۔ صبح جب لوگوں نے پتھر کو اپنی جگہ سے ہٹا ہوا پایا تو حیران رہ گئے اور سوچا کہ یہ ہمت شکن کام کسی روحانی قوت نے ہی انجام دیا ہے۔ تفتیش حالات سے معلوم ہوا کہ واقعی یہ ایک مرد قلندر کے مضبوط دست قدرت کا کرشمہ تھا۔

تسلیم و رضا

حضرت میاں صاحب کی موروثی زمین چوبیس بیگھہ تھی۔ اس میں صرف آٹھ نو بیگھہ قابل کاشت تھی۔ اس مختصر زمین کی آمدنی پر اہل خانہ کی گذر بسر بہت مشکل

Marfat.com

سے ہو رہی تھی۔ گندم، جو اور باجرے کے علاوہ زمین میں کوئی فصل نہیں ہوتی تھی۔ زمین کے علاوہ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ چنانچہ زندگی کے ایام بڑی دشواری سے گذرے۔ دو دو دن مسلسل فاقہ کرنا پڑتا۔ لیکن کبھی آپ کے چہرے پر پریشانی اور گھبراہٹ کے آثار نظر نہیں آئے۔ راضی برضا رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ انسانی زندگی میں مصائب و آلام کا ظہور دراصل "دوست" کی طرف سے امتحان ہوتا ہے۔ جو اس معمولی سے امتحان میں ناکام رہا اس نے گویا عشق کا مفہوم نہیں سمجھا۔ ظلم و ستم اور مہر و وفا، عاشق صادق کے لئے یکساں لذت و انبساط کا سامان ہیں:

ازیں مصائب دوراں منال و شاداں باش
کہ تیر دوست بہ پہلوئے دوست می آید

نوعمری کے زمانے میں ایک دفعہ گھر میں اسباب خورد و نوش میں سے کچھ بھی موجود نہیں تھا۔ زمین سے جو تھوڑا بہت غلہ آیا تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ آپ کی والدہ محترمہ بہت پریشان ہوئیں کہ اہل خانہ کے علاوہ اکثر و بیشتر مہمانوں کی آمد و رفت بھی رہتی ہے۔ اس معاشی کرب سے گھبرا کر انہوں نے آپ سے کہا کہ محض زمین کی آمدنی پر اب انحصار نہیں کرنا چاہئے، بہتر ہے کہ آپ محنت مزدوری کر لیں تاکہ باسانی گزر بسر ہو سکے۔

والدہ کو گھبرائے ہوئے دیکھ کر فطری تقاضا تھا کہ آپ بھی پریشان ہو جاتے لیکن آپ نے والدہ محترمہ کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا "ہم پیر سیال کے درویش ہیں، جو مہمان یہاں آتا ہے وہ ہمارا نہیں، پیر سیال کا مہمان ہوتا ہے۔ ہم تو صرف خدمتگار ہیں۔ ہمیں ان حالات میں گھبرانا نہیں چاہئے۔ حضرت پیر سیال کے بخت کے طفیل کوئی نہ کوئی انتظام ہوتا رہے گا۔ آپ ذرا گودام دیکھ لیں۔" والدہ محترمہ گودام میں گئیں تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ گندم کی دو بوریاں ایک کونے میں پڑی ہیں۔ حالانکہ کچھ دیر پہلے وہاں کچھ بھی موجود نہیں تھا۔

۱۸۷۵ء کے لگ بھگ کا واقعہ ہے۔ وادی سون میں یہ رواج تھا کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوتا تو گاؤں کے ہر گھر سے حسب توفیق نان و نفقہ مرحوم کے لواحقین

Marfat.com

کو بھیجا جاتا تاکہ انہیں مہمانوں کے خورد و نوش کے انتظام کی تکلیف نہ ہو۔ جب مہمان اور اہل خانہ کھانا کھا لیتے تو جو کچھ بچ رہتا اسے برادری اور معززین شہر کے گھروں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ لوگ اسے اپنے لئے باعث برکت سمجھتے تھے۔ اس رسم سے ایک طرف تو علاقے کے لوگوں میں انس و محبت اور خدمت کے سماجی شعور کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف آخرت پر ان کے پختہ یقین کی نشاندہی ہوتی ہے۔

کفری میں ایک نادار و مفلس موچی کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت میاں صاحب کو تشویش ہوئی کہ گھر میں جو کچھ تھا وہ پہلے ہی راہ خدا میں دیا جا چکا ہے۔ موچی کے گھر میں کیا بھیجا جائے؟ آپ نے گھر کا گوشہ گوشہ چھان مارا لیکن کچھ موجود ہوتا تو ملتا۔ آخر مایوس ہو کر گودام میں گئے۔ جھاڑو دے کر دو تین چھٹانک گندم کے دانے اکٹھے کئے۔ چکی میں پیس کر ایک روٹی پکائی۔ خوش تھے کہ ایک نادار انسان کی خدمت کر کے خدا کی خوشنودی حاصل ہو گی لیکن جب یہ خیال آتا کہ بوڑھی ماں روزہ سے ہیں۔ ان کی افطاری کے لئے کچھ موجود نہیں تو دل میں درد کی ایک لہر سی اٹھتی۔ لیکن ابھی افطاری کا وقت دور تھا یہ سوچ کر کہ مسبب الاسباب کوئی بندوبست فرما دے گا روٹی موچی کے گھر بھیج دی۔

جب مہمان کھانا کھا چکے تو حسب دستور بچا ہوا کھانا عزیز و اقارب اور معززین کے گھروں میں تقسیم ہونے لگا۔ اتفاق سے وہ روٹی جو حضرت میاں صاحب نے پکا کر مرحومہ کے لواحقین کے ہاں بھجوائی تھی، تقسیم میں آپ کے حصے میں آئی۔ وہی روٹی دوبارہ اپنے گھر میں دیکھ کر آپ نے فرمایا: خدا اس پر رحم کرتا ہے جو اس کے بندوں کی خدمت کرتا ہے۔ پھر وہ روٹی افطاری کے وقت والدہ ماجدہ کو پیش کی۔

سوئے قطار می کشم ناقہ بے زمام را

حضرت میاں عبدالعزیزؒ اپنے مرشد مکرم خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لئے جب کفری سے چلتے تو جوتے اتار دیتے اور تقریباً ڈیڑھ سو کلو میٹر کا فاصلہ برہنہ پا طے کر کے سیال شریف پہنچتے۔ سیال شریف روانگی کے دن

Marfat.com

قریب آتے تو آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ جو کچھ پاس ہوتا' صدقہ و خیرات میں دے دیتے۔ ادب و نیاز کا یہ عالم تھا کہ جب سیال شریف سے واپس روانہ ہوتے تو اس اہتمام سے چلتے کہ پشت سیال شریف کی طرف نہ ہوتی۔ وہاں قیام کے دوران کبھی چارپائی پر آرام نہیں کیا۔ زمین پر ہی سو رہتے۔ دیار محبوب کی گلیوں میں چلتے ہوئے نظریں جھکائے رکھتے۔ اس مقدس شہر میں رہنے والے غریب اور مسکین لوگوں کی حتی المقدور روپے پیسے سے خدمت کرتے تھے۔ ان کی لاکھ خوشامد کرتے اور اس کے عوض صرف ایک دعا کے طلبگار ہوتے کہ: "میرے شیخ کی رضا میرے نصیب میں رہے۔"

شیخ طریقت کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ جاری رہا۔ ریاضت و مجاہدہ میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا کہ منصب خلافت کا بار عظیم آپ کے نازک کندھوں پر ڈالا جاتا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ آپ کو مسلسل وظائف کی تلقین فرماتے رہتے اور آپ پہلے سے زیادہ تندہی اور جانفشانی کے ساتھ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں کوشاں رہتے۔

والدہ ماجدہ کی وفات تک رات دن ان کی خدمت میں مصروف رہے۔ اب عبادت و ریاضت میں یکسوئی کے لئے گھریلو ماحول سازگار نہیں رہا تھا۔ اس لئے اکثر مصلیٰ' لوٹا اور کھانے کا مختصر سامان لے کر جنگل میں چلے جاتے اور وہاں شب و روز عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ باسی روٹی کے دوچار لقمے کھا کر سحری کر لیتے اور شام کو پانی سے افطار کر لیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ روزہ ایک ایسا مجاہدہ ہے جو لاشعور میں خوابیدہ اسرار کو بیدار کرتا ہے اور باطن کو معرفت و حکمت کے خزانے سے مالا مال کر دیتا ہے--- حضرت میاں صاحب نے عبادت و ریاضت کا یہ اسلوب کافی عرصہ تک اپنائے رکھا۔

موجودہ دور میں بعض لوگ صوفیا کے اس طرز عمل کو رہبانیت کا نام دیتے ہیں اور "لا رہبانیت فی الاسلام" کے حوالے سے صوفیائے کرام کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔

اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اسلامی تعلیمات میں رہبانیت کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے لیکن اسلام نے جس رہبانیت کی نفی کی ہے وہ دراصل یہودی اور

Marfat.com

عیسائی راہبوں کا وہ طریقہ عبادت ہے جو ان کے ساتھ مخصوص تھا۔ ان کے نزدیک معاشرتی زندگی، اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں حارج ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا صحیح ادراک کرنے اور اس کے انوار و تجلیات سے فیض یاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ انسان علائق دنیوی سے کٹ کر کسی ایسی جگہ گوشہ نشیں ہو جائے جہاں وہ مکمل یکسوئی کے ساتھ معبود حقیقی سے رابطہ استوار رکھے۔ معاشرتی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر "اسی" کا ہو کر رہ جائے---- اور یہ سلسلہ تادم آخر رہے۔

مذہب اسلام میں ایسے معاشرتی انقطاع کی قطعاً" اجازت نہیں۔ اسلامی تعلیمات میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا مساوی تصور موجود ہے۔ البتہ تزکیہ نفس اور "من توشدم تومن شدی" کی منزل پانے کے لئے کچھ عرصے کے لئے زندگی کے ہنگاموں سے دور کسی ایسی جگہ کی تلاش جہاں "من و تو" میں کوئی چیز حارج نہ ہو، روحانی کمال کے حصول کے لئے اشد ضروری ہے۔

خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تیس تیس دن غار حرا میں گزارنا، اس کے جواز کی ایک مضبوط دلیل ہے۔ حضورؐ غار حرا میں عبادت کرتے تھے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی ہوتا اور قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے اکثر صوفیاء نے اپنی زندگی کا کچھ عرصہ "کامل یکسوئی" کے حصول میں گزارا اور جب یہ غیر مترقبہ نعمت حاصل ہو گئی اور من و تو کے تمام حجاب اٹھ گئے تو بقیہ زندگی مخلوق خدا کی خدمت و راہنمائی میں وقف کر دی۔

ترک دنیا کا جو مفہوم صوفیا کے ذہن میں تھا اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ خلافت نامہ دیتے وقت ہدایت فرماتے تھے:

"می باید کہ تارک دنیا باشی۔ بسوئے دنیا و ارباب دنیا مائل نشوی ودیہہ قبول نہ کنی صلہ بادشاہاں نگیری" (سیر الاولیاء)

حضرت محبوب الٰہیؒ ہی کا قول ہے:

Marfat.com

"ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اپنے آپ کو ننگا کر لے اور لنگوٹہ باندھ کر بیٹھ جائے۔ بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ لباس بھی پہنے اور کھائے بھی۔ لیکن جو کچھ اسے ملے اس کی طرف راغب نہ ہو اور اس سے دل نہ لگائے۔"

ان مجاہدات سے حضرت میاں عبدالعزیزؒ زینہ بزینہ اس منزل کی طرف بڑھ رہے تھے، جہاں مرشد مکرم آپ کو پہنچانا چاہتے تھے اور جس کی بشارت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خواب میں دی تھی جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

درویش اور عطائے انگریز

انگریزوں نے جب گھوڑی پال سکیم کے تحت اراضی کی تقسیم شروع کی تو علاقے کے بہت سے معزز خاندانوں نے اس ابھرتے اقتصادی رجحان کو نیک شگون سمجھتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا۔ حضرت میاں صاحب کی برادری اور خاندان کی بعض مقتدر شخصیتوں نے بھی اس مال غنیمت کے حصول کے لئے رغبت کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ آپ کے بڑے بھائی میاں محمد صاحب بھی میدان میں اتر آئے۔ دوسری طرف ایسا اقدام حضرت میاں صاحب کے مزاج، استغنا اور تسلیم و توکل کے بالکل برعکس تھا۔ ایک درویش اور عطائے انگریز، کائنات کی دو متضاد قدروں کا تطابق محال تھا۔ حضرت نے ہر حیلے اہل خاندان کو ضمیر کی غلامی کے اس پھندے سے بچانے کی پوری کوشش کی، لیکن ایسے مواقع پر دنیادار ذہنوں میں اطاعت و شکرگزاری کے بجائے نفرت و تفاخر کے جذبات ابھرتے ہیں۔ حالات کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے بڑے بھائی میاں محمد صاحب کی رائے تھی کہ انگریزوں سے زمین قبول کر لینے سے ایک طرف خانقاہی اخراجات پورے ہوتے رہیں گے اور دوسری طرف اہل خاندان کے جذبات بھی مجروح نہیں ہونے پائیں گے لیکن حضرت میاں صاحب کے فقر غیور نے یہ "نعمت غیر مترقبہ" حاصل کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا:

"جہاں تک برادری کے جذبات کا تعلق ہے میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ لیکن جن امور کا اطلاق دنیا و دنیاداری پر ہوتا ہے ان میں مشائخ کی روایت اور اپنے شیخ کے جذبات کا احترام میرے لئے فرض عین ہے۔"

میاں محمد صاحب تو برادر عزیز کی خودداری اور استغنا دیکھ کر خاموش ہو گئے لیکن

Marfat.com

اہل خاندان کے متواتر اصرار پر حضرت میاں صاحب کبیدہ خاطر رہنے لگے۔ ایک رات خواب میں خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ خواجہ سیالویؒ نے پینے کے لئے پانی طلب فرمایا۔ آپ نے مٹی کے پیالے میں پانی پیش کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا:

''عبدالعزیزؒ! یہ لوگ تم سے جو کام لینا چاہتے ہیں۔ میں نے اس سے زیادہ اہم کام کے لئے تمہیں منتخب کرلیا ہے۔ تمہیں زمینوں کی ضرورت نہیں' میں تمہارا اور تمہاری آنے والی نسلوں کے رزق کا ضامن ہوں۔'' اس خواب سے آپ کا ذہنی بوجھ ہلکا ہوگیا اور مطمئن رہنے لگے۔ یہ اس عظیم منصب کی ذمہ داری کی نوید تھی جو بعد میں میاں صاحب کو سونپی گئی۔

حضرت میاں صاحب کی دنیا و دنیاداروں سے بیزاری کا یہ عالم تھا کہ آپ نے مکان شریف کی جامع مسجد کی دیوار پر جلی حروف میں یہ حدیث لکھوا رکھی تھی۔

الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب ○ (ترجمہ) دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔ اب وقت آچکا تھا' سونا بھٹی میں کندن بن چکا تھا' صرف ایک کاری ضرب کی ضرورت تھی' چنانچہ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے مرید صادق کے مزید امتحان کے لئے اپنے ایک درویش فقیر عبداللہ سبزپوش (مدفن۔ معظم آباد) کو مکان شریف پر بھیجا تاکہ وہ آپ کی باطنی صفائی' روحانی ترفع اور شیخ کے ساتھ عقیدت و عشق کا صحیح اندازہ لگا کر رپورٹ پیش کریں۔

فقیر عبداللہ صاحب دو ماہ مکان شریف پر رہے۔ وہ حضرت میاں صاحب کی اپنے شیخ معظم کے ساتھ عشق و محبت اور نیاز مندی دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ کی کامیابی کی رپورٹ پیش کردی۔

حضرت میاں صاحب بعد میں جب سیال شریف حاضر ہوئے تو خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے خرقہ خلافت عطا کیا۔ حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ اس مقدس تقریب کا حال بیان فرماتے ہیں کہ جب خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے میرے والد گرامی (حضرت میاں عبدالعزیزؒ) کو سند و ارشاد کی اجازت عطا کی تو آپ نے قبول کرنے سے معذرت کی اور عرض کیا: حضور! میں یہ بوجھ اٹھانے

Marfat.com

کے لائق نہیں ہوں۔ خواجہ سیالویؒ نے اصرار کیا تو عرض کیا: میرے بھائی (میاں محمد) دانا اور عالم ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: اس منصب کے لئے آپ ہی موزوں ہیں۔ حضرت والد گرامی نے پھر عرض کیا: ہمارے شہر میں میاں روڈا صاحب ہیں وہ اس منصب کے مستحق ہیں۔ خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے جوش میں آکر فرمایا:

"میں تینوں دیندا ہاں توں لیندا نہیں"

تب آپ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے رضامندی کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ اس وقت موجود تھے۔ والد گرامی کے اظہار رضامندی سے بہت خوش ہوئے۔ اس سے قبل جب خواجہ سیالویؒ بار امانت کے لئے فرماتے تو خواجہ معظم الدینؒ کا چہرہ گل گلاب کی طرح کھل اٹھتا اور جب والد محترم معذرت کرتے تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا (اس ڈر سے کہ کہیں میاں صاحب زیر عتاب نہ آ جائیں)۔ جب محفل برخاست ہوئی تو خواجہ معظم الدینؒ نے میرے والد صاحب کو گلے لگا لیا اور فرمایا یہ بہت نازک مرحلہ تھا' جس میں آپ سرخرو ہوئے ہیں۔ والد گرامی نے عرض کی کہ آپ خواجہ سیالویؒ کی خدمت میں سفارش کریں کہ مجھے لوگوں سے بیعت نہ لینے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ خواجہ معظم الدینؒ نے فرمایا کہ اگر آپ بیعت نہ لینا چاہیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں البتہ شیخ کی اجازت ضروری ہے۔ دونوں خواجہ سیالویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تمہاری مرضی' لیکن اگر تم نے بیعت لی تو تمہارے مرید کا ہاتھ صرف تمہارے ہاتھ میں نہیں' میرے ہاتھ میں ہو گا۔ اس طرح بالواسطہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں پہنچے گا۔ ید اللہ فوق اید یھم۔

حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے صرف تین مرید تھے۔ ایک حسین قصاب جو کفری کا رہنے والا تھا۔ اس سے آپ نے وعدہ کیا تھا کہ سیال شریف لے جا کر تمہیں بیعت کراؤں گا۔ کچھ عرصہ بعد آپ اچانک بیمار ہو گئے۔ وفات سے ایک دن پہلے حسین کو بلوایا اور خود بیعت کیا۔ دوسرے روز آپ کا انتقال ہو گیا اور اس سے اگلے روز حسین بھی اس دارفانی سے رخصت ہو گیا۔

Marfat.com

آپ کا دوسرا مرید کنڈ (خوشاب) کا رہنے والا تھا۔ حضرت میاں صاحب ایک درویش غلام محمد کے ہمراہ سیال شریف سے پیادہ پا اپنے گاؤں کفری آ رہے تھے۔ خوشاب کے قریب ایک اجنبی مسافر بھی ہمراہ ہو گیا۔ دوران سفر وہ آپ کے اعلیٰ اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔ خدمت کے طور پر آپ کا سامان اٹھا لیا۔ جب وہ کنڈ جانے کے لئے آپ سے جدا ہونے لگا تو ظہر کا وقت تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے اسے بیعت کر لیا اور جانے کے لئے اجازت دی۔ اس نے آپ کا نام و پتہ دریافت کرنے کی کوشش کی لیکن آپ خاموش رہے۔ غلام محمد راوی ہے کہ چند دن بعد مجھے کنڈ جانے کا اتفاق ہوا تو میرے دل میں اپنے پیر بھائی سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ لوگوں سے اس کے گھر کے متعلق دریافت کیا تو پتہ چلا کہ کچھ عرصہ پہلے جب وہ سفر سے واپس آ رہا تھا تو کنڈ کے نزدیک اس کے دشمنوں نے اسے قتل کر دیا تھا۔

حضرت میاں صاحب نے فراست مومنانہ سے جان لیا تھا کہ چند گھڑیوں کا یہ رفیق سفر بہت جلد اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہے۔ مہر و وفا کا تقاضا تھا کہ جو شخص خلوص نیت سے چند لمحے اہل اللہ کی صحبت میں گزارے وہ دنیا سے بامراد کیوں نہ جائے' چنانچہ آپ نے اسے بیعت میں لے لیا اور وہ صاحب نسبت ہو کر اخروی منزل کو سدھارا۔

حضرت میاں صاحب کا تیسرا مرید غلام حیدر قریشی تھا جو حسین قریشی کا والد تھا۔ وہ راوی ہے کہ حضرت سے نسبت غلامی سے پہلے مجھے دریوزہ گری کی عادت تھی۔ ایک دفعہ میں گروٹ پہنچا اور پوچھا کہ اس شہر میں کشادہ دست کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک شخص یہاں رہتے ہیں' جو خوب دیتے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا۔ سفید ریش متیمن چہرے' سڈول جسم والے ایک صاحب کھیتی باڑی میں مصروف تھے۔ ملاقات کے بعد انہوں نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے بتایا کفری سے آیا ہوں۔ انہوں نے حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی خیریت دریافت کی۔ میں نے عرض کیا ان کا ہمسایہ ہوں۔ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کافی دیر تک آپ کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ میں نے پوچھا: آپ ان سے کس طرح متعارف ہیں؟ انہوں نے کہا میری میاں صاحب سے ملاقات تو

Marfat.com

نہیں ہوئی البتہ ان کے مقام کا مجھے کچھ علم ضرور ہے۔

ایک مرتبہ میں بیل پر گندم کی بوری لادے جنگل سے گزر رہا تھا۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ اچانک رسی ٹوٹنے سے بوری زمین پر گر پڑی۔ میں نے لادنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اندھیرا پھیلنے لگا۔ اس دوران کوئی مسافر بھی نہیں گزرا جو میری مدد کر سکتا۔ میں مایوسی اور گھبراہٹ میں اپنے جد امجد حضرت سلطان باہوؒ کی روح کو مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے گھوڑوں کے سموں کی آواز سنائی دی۔ میری ڈھارس بندھی۔ گھوڑے اور سوار اسی راستے سے آ رہے تھے۔ جب قریب آئے تو میں نے دیکھا کہ پانچ سوار ہیں اور سبھی نقاب پوش۔ میں نے السلام علیکم کہا۔ پہلے چار سوار تو گھوڑے روکے بغیر آگے بڑھ گئے۔ البتہ پانچواں سوار رک گیا اور پوچھا میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟ میں نے اپنا مسئلہ بتایا تو انہوں نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے' ذرا جھک کر چٹکی سے بوری اٹھائی اور بیل کی پشت پر رکھ دی۔ چہرے کی وجاہت سے میں پہلے ہی متاثر تھا' قوت بازو نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے تعارف پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے چار سوار بالترتیب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر ابن الخطاب' حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور مجھے علی ابن ابی طالب کہتے ہیں۔ یہ سن کر مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ دوبارہ سوال کیا کہ سبھی حضرات کدھر جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا موضع کفری میں ایک بزرگ میاں عبدالعزیز نامی رہتے ہیں۔ وہاں جانوروں کی بیماری کی وباء ہے۔ میاں صاحب نے کڑا (جانوروں کو دم کرنا) دیا ہے' ان کی مدد کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے ایڑی لگائی اور آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

غلام حیدر اگلے روز گروٹ سے روانہ ہو کر سیدھا حضرت میاں عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے شہادت کی انگلی ہونٹوں پر رکھتے ہوئے (خاموش رہنے کا اشارہ) ارشاد فرمایا: "یہ راز کی باتیں ہیں کم از کم میری زندگی میں کسی سے ذکر نہ کرنا۔"

غلام حیدر دانا تھا' عرض کیا' میں اس شرط پر کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ آپ مجھے بیعت فرما لیں۔ آپ نے اسے بھی بیعت میں لے لیا۔ غلام حیدر نے یہ واقعہ آپ

Marfat.com

کے انتقال کے بعد آپ کے جانشین حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کو عرض کیا۔

حضرت میاں صاحب اور کشف المحجوب

حضرت میاں عبدالحمیدؒ راوی ہیں کہ مکان شریف کی مسجد کے صحن کے ایک کونے میں موٹی سی لکڑی گڑی ہوئی تھی۔ والد گرامی (حضرت میاں عبدالعزیزؒ) اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کشف المحجوب کا مطالعہ فرماتے تھے۔ میں اکثر ایک سفید پوش بزرگ آپ کے پاس بیٹھے دیکھتا جو کچھ دیر کے بعد دفعتاً غائب ہو جاتے۔ ایک روز آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ یہ بزرگ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو کشف المحجوب کے مشکل مقامات سمجھنے میں میری مدد فرماتے ہیں۔

ذوق سماع

چشتی سلسلہ کے بزرگوں کو بارگاہ ایزدی سے سماع کا ذوق خاص نعمت کے طور پر عطا ہوا ہے۔ حضرت میاں صاحب بھی دیگر مشائخ کی طرح سماع کا ذوق بدرجہ اتم رکھتے تھے۔

صاحبزادہ عزیز احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مکان شریف کی جامع مسجد میں بابا میراں بخش خاکسار بیٹھا' ماضی کی یاد میں آنسو بہا رہا تھا۔ میں نے پوچھا بابا جی کیا یاد کر کے رو رہے ہو؟ اس نے رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے جیب سے چاندی کا ایک روپیہ نکالا' جس پر انسانی ہاتھ کے انگوٹھے کا کافی گہرا نشان نظر آ رہا تھا۔ میں نے حیرت سے سوال کیا کہ یہ نشان کیسا ہے؟ بابا میراں بخش کہنے لگا کہ ایک بار میں آپ کے دادا جی (حضرت میاں عبدالعزیزؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے قوالی کی فرمائش کی۔ میں نے مولانا جامی کا فارسی کلام پڑھا تو آپ کو وجد ہو گیا۔ جیب سے یہ روپیہ نکال کر انعام کے طور پر مجھے دیا۔ آتش عشق کی حرارت نے' جو آپ کے رگ و ریشہ میں بس چکی تھی' ہاتھ میں پکڑے ہوئے سکے کو پگھلا دیا اور اس پر انگوٹھے کا نشان کندہ ہو گیا۔

راحت بدل رساں کہ ہمیں مشرب است و بس

مسند ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد حضرت میاں صاحب کے در دولت سے فیض

Marfat.com

عام جاری ہوا۔ تشنہ لبان حقیقت و معرفت اس چشمہ علم و حکمت پر آتے اور اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ دور دور سے چل کر مصیبت زدہ لوگ آپ کی خانقاہ میں آتے اور آپ کے سایہ شفقت میں پناہ حاصل کرتے تھے۔ بے پایاں خلوص نے آپ کی شخصیت میں وہ رفعت پیدا کر دی تھی جہاں اپنے پرائے کا امتیاز اٹھ جاتا ہے۔

ایک دن خانقاہ میں بیٹھے مخلوق خدا کی دلجوئی و حاجت روائی فرما رہے تھے۔ ایک سائل حاضر خدمت ہوا۔ وضع قطع سے اچھا بھلا خاندانی معلوم ہوتا تھا۔ گردش روزگار نے اسے دریوزہ گری پر مجبور کر دیا تھا۔ بڑے دردمندانہ لہجے میں اس نے سوال کیا۔ آپ نے اسے اپنے پاس بٹھا کر دلاسہ دیا اور حال دریافت کیا۔ اس نے اپنی روداد غم کچھ اس طرح سنائی کہ میں کافی عرصہ ہندو بنیئے سے سود پر قرض لیتا رہا۔ چونکہ معقول ذریعہ آمدن نہیں تھا اس لئے قرض نہ لوٹا سکا۔ رفتہ رفتہ سود بڑھتا گیا۔ اب سود اصل زر سے دوگنا ہو چکا ہے جس کی ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مکان پر بنیئے نے قبضہ کر لیا ہے اور عدالت میں نالش بھی کر دی ہے۔ عدالت سے میرے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے میں گھر سے بھاگ کر دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہوں۔

حضرت میاں صاحب اس کا حال سن کر پریشان ہو گئے۔ کافی دیر اس کی دلجوئی کرتے رہے۔ اسے اپنی خانقاہ میں ٹھہرا لیا اور صبح کی نماز کے بعد چالیس دن تک پڑھنے کو ایک وظیفہ تلقین فرمایا۔ جب ورد کرتے ہوئے سائل کو چالیسواں دن مکمل ہوا تو اس کا بھائی کھوج لگاتا ہوا حضرت کی خانقاہ تک آ پہنچا۔ بھائی کو مبارک دی اور بتایا کہ چند روز قبل عدالت میں پیشی پر جج نے کاغذات کی جانچ پڑتال کی تو تمہارے مقدمے کے تمام کاغذات خالی پائے اور اس خیال سے کہ مدعی (بنیا) نے محض اسے بیوقوف بنانے کے لئے یہ کھیل کھیلا ہے' اس پر توہین عدالت کا مقدمہ کر کے گرفتار کر لیا ہے اور تمہیں باعزت طور پر بری کر دیا ہے۔

اجنبی سائل بہت خوش ہوا اور مقدمہ جیتنے کو حضرت کی دعا کا نتیجہ جانتے ہوئے آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپ نے اسے اجازت دے دی اور وہ بھائی کے ساتھ رخصت ہو گیا۔

آج وہ دور ہے کہ بیگانوں کی نسبت اپنوں اور خصوصاً برادری کے لوگوں سے

Marfat.com

تعلقات استوار رکھنا صبر آزما کام ہے۔ کیونکہ برداری کے نازک رشتے کی تان معمولی ناخوشگواری پر بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت میاں صاحب کی برادری ماحول کے تفاوت کی بنا پر آپ کے مزاج سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتی تھی۔ ایک طرف دنیاداری تھی دوسری طرف درویشی۔ اہل خاندان نے زندگی کے ہر نازک موڑ پر آپ کے منصب و عزت سے جل کر آپ کو نیچا دکھانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ لیکن آپ نے ان کے ہر ایسے اقدام کو بڑی کشادہ دلی اور وسیع الظرفی سے قبول کیا اور پتھروں کے بدلے میں دعائیں دیں۔

حضرت میاں صاحب کے وسیع مشرب اور بلند اخلاق کا یہ عالم تھا کہ غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے اور وہ لوگ بھی آپ کے اس وصف پر فریفتہ تھے۔ لڑائی جھگڑے اور مقدموں کے فیصلے کے لئے ان کی نظر میں آپ سے بڑھ کر کوئی شخص قابل اعتماد نہیں تھا۔

حضرت میاں صاحب کی بصیرت اتنی تیز تھی کہ آپ پر ہر شخص کی خامیاں ظاہر ہو جاتی تھیں لیکن اخلاق کی عظمت ملاحظہ ہو کہ کسی بھی موقع پر خطاکار لوگوں کو شرمندہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی کسی پر تعزیر عائد کرتے تھے بلکہ آپ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ دانشمندانہ نصائح اور اچھی مثالوں سے لوگوں کے نقائص دور کئے جائیں اور انہیں بھلائی کی طرف راغب کیا جائے۔ آپ ہر شخص سے اس کی صلاحیت اور سمجھ کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔

امیر و غریب کا آپ کے یہاں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ ہر نئے آنے والے سے اس طرح ملتے تھے گویا برسوں کے آشنا ہوں۔ ظاہر و باطن کی ہم آہنگی حیرت انگیز تھی:

نیک و بد در آدمی پنہاں نمی ماند چنانک
نافہ در جیب ملوک و بادہ در جام بلور

حضرت میاں صاحب اپنی زندگی کے قیمتی لمحات خدمت انسانیت میں صرف کرتے رہے کیونکہ وہ اس راز سے آشنا تھے کہ

راحت بدل رساں کہ ہمیں مشرب است و بس

آخر آپ لوگوں کے ہزاروں دکھوں، غموں اور مصیبتوں کو سینے سے لگائے ۱۹۲۷ء میں چند دن بیمار رہ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور اپنی خانقاہ کے شمال مشرقی حصے

Marfat.com

میں دفن ہوئے۔

حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ میں نے حضرت میاں صاحب کی روح کو مشائخ کی ارواح مقدسہ میں اس طرح دیکھا جس طرح دلہن سہیلیوں کے جھرمٹ میں ہو۔

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین ثالث سیالویؒ نے آپ کے لخت جگر حضرت میاں عبدالحمیدؒ کو آپ کا سجادہ نشین مقرر کیا۔

Marfat.com

حضرت میاں عبدالحمیدؒ (حیات)

محمد مسعود احمد

Marfat.com

Marfat.com

۱۹۰۲ء میں حضرت میاں عبدالعزیزؒ کے گھر میں ایک بچے کی ولادت ہوئی جس نے بڑے ہو کر اپنی مومنانہ فراست' قلندرانہ سیرت' رندانہ مشرب اور بلند اخلاق و کردار سے نہ صرف اذہان و افکار کی طہارت اور فکر و نظر کی پاکیزگی کا سامان بہم پہنچایا بلکہ بلند ترین اقدار انسانیت اور شرف آدمیت کی نگرانی بھی کی۔

نومولود کا نام عبدالحمید رکھا گیا چونکہ والد گرامی کے اکلوتے بیٹے تھے اور مستقبل میں ایک اہم ذمہ داری کا قرعہ بھی انہیں کے نام پڑنا تھا اس لئے تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی گئی۔

ولادت سے پہلے آپ کے والد محترم نے ایک خواب دیکھا۔ ان کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جنھوں نے انہیں ایک آئینہ دکھایا جس کے چار کونوں پر چار بزرگوں کے نام لکھے تھے۔ اس بزرگ نے میاں صاحب سے فرمایا اللہ کریم تمہیں ایک فرزند عطا کرے گا جو ان بزرگوں (جن کے نام آئینہ پر لکھے تھے) کے سلسلہ کو آگے بڑھائے گا۔ غالباً وہ چار بزرگ مشائخ چشت میں سے تھے۔

تعلیم و تربیت

دستور کے مطابق حضرت میاں عبدالحمید جب چار سال' چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو قاضی میاں احمد صاحب نوشہروی علیہ الرحمہ کی موجودگی میں بسم اللہ کی تقریب ہوئی اور اس طرح قرآن پاک کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ قرآن پاک گاؤں کے ایک بزرگ میاں سوہنا صاحب اور میاں نظام دین صاحب سے پڑھا۔ موصوف اپنے حسن و جمال کی وجہ سے سوہنا کہلاتے تھے۔

فارسی کی ابتدائی کتابیں کریما' نام حق' گلستان سعدی اور شیخ عطار وغیرہ قاضی غلام مصطفیٰ سبھرالوی سے پڑھیں۔ تحفتہ الاحرار کا درس اپنے والد گرامی سے لیا۔ ۱۹۱۵ء میں مزید تعلیم کے لئے بندیال (خوشاب) تشریف لے گئے۔ وہاں مولوی فضل کریم (مولانا نامی کے صاحبزادے) سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مولوی صاحب کو تسخیر کا شوق تھا۔ ایک دفعہ حضرت کے والد محترم میاں عبدالعزیزؒ آپ سے ملنے بندیال آئے۔ حضرت میاں عبدالحمیدؒ فرماتے ہیں کہ میں چاندنی رات میں شہر سے باہر ریت کے ٹیلے پر بیٹھ کر قصیدہ حضریہ پڑھ رہا تھا۔ دور سے مجھے والد گرامی اور استاد

Marfat.com

صاحب آتے دکھائی دیئے۔ میرے پاس تشریف لائے اور کچھ دیر تک چٹکتی ہوئی چاندنی سے محظوظ ہوتے رہے۔ مولوی صاحب نے والد گرامی سے عمل تسخیر کی اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں یہ خیال ترک کر دینے کا مشورہ دیا۔ لیکن مولوی صاحب ماننے کا نام نہیں لیتے تھے۔ جب ان کا اصرار حد سے بڑھا تو والد گرامی نے فیصلہ کن لہجے میں فرمایا: مولانا! تسخیر کا عمل شرک فی التوحید ہے۔ انسان کا دل خدا کے قبضے میں ہے۔ وہ اس کا مسکن ہے۔ **یقلبها کیف یشاء مقلب القلوب** اپنے ارادے اور مشیت سے جیسے چاہے اسے پھیر دے۔ کسی انسان کا دوسرے انسان کے دل پر تصرف کرنا خدا کی ملک میں تصرف کے مترادف ہے۔ اسی کا نام شرک ہے۔

مولوی صاحب عام طور پر کسی کی علمیت اور شخصیت سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔ لیکن حضرت والد محترم کے عارفانہ کلام اور پر تاثیر لہجے سے اتنے متاثر ہوئے کہ جمعہ کے خطبہ میں آپ کی تعریف کی اور کہا: کفری کے طالب علم (حضرت میاں عبدالحمید) کے والد صاحب پہلے شخص ہیں جن سے میں متاثر ہوا ہوں۔

بندیال میں حضرت میاں عبدالحمیدؒ کا قیام تقریباً تین سال رہا۔ صرف و نحو کی ابتدائی کتب کافیہ اور ایسا غوجی وغیرہ یہیں پڑھیں۔ جنگ عظیم کا زمانہ تھا۔ اندرون و بیرون ملک ایک بے چینی تھی۔ جو مسلسل بڑھتی جا رہی تھی۔ قحط سالی کا دور دورہ تھا۔ بندیال کا تین سالہ عرصہ تعلیم بڑا کٹھن اور جانکاہ تھا۔ بندیال میں رہائش کا کوئی معقول بندوبست نہیں تھا۔ اسباق سے فارغ ہو کر روزانہ دوپہر کو تھل کی جھلسا دینے والی گرمی اور تپتی ریت پر چار کوس کا سفر پیادہ پا طے کر کے موضع شمار پہنچتے۔ قحط سالی کی وجہ سے کھانے پینے کی اشیاء کی شدید قلت تھی۔ اس بچپنے میں کئی کئی دن فاقے میں گزر جاتے۔ آپ فرمایا کرتے کہ طلبہ گھریلو چوہوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ چوہا کسی بل میں گھستا دیکھ لیتے تو بل کو کریدتے کہ شاید کوئی روٹی کا ٹکڑا گھسیٹ لایا ہو، اگر مل جاتا تو پانی سے دھو کر کھا لیتے، ورنہ اس سعی لاحاصل پر آہیں بھرتے تھے۔

خشک سالی کی وجہ سے پینے کا پانی تک دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے طلبہ پوست انار بھگو کر اس میں کپڑے رنگ لیتے تھے تاکہ جلد میلے نہ ہوں۔ جنگ کے دوران انگریز جبراً گاؤں کے نوجوانوں کو پکڑ کر فوج میں بھرتی کر لیتے تھے۔ آپ فرماتے

Marfat.com

تھے کہ ایک دفعہ میرے پکڑے جانے کی خبر گرم ہوئی تو میں ڈر کر بندیال سے بھاگ کھڑا ہوا۔ تین چار دن شہر سے باہر ریت کے ایک ٹیلے کو پناہ گاہ بنائے رکھا۔ ایک طالب علم ساتھی کے ذمے لگا دیا تھا کہ جب بھرتی والے یہاں سے کوچ کر جائیں تو مجھے مطلع کر دینا۔ چوتھے دن اطلاع ملنے پر میں واپس مدرسے آیا۔ اس دوران میرے کئی ہم سبق دوست بھرتی ہو چکے تھے۔

اس زمانے میں جب تک خون پسینہ ایک نہ ہوتا علم حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ اور جو انہی مشکلات سے گزرنے کے بعد مسند علم پر متمکن ہو جاتا' وہ زمانے میں ممتاز ٹھہرتا۔ آج علم کا حصول جس قدر آسان ہے اسی قدر اس کی قدر و منزلت بھی کم ہے۔ جذبہ' خلوص اور سوز جگر کی نایابی نے علم و حکمت کے ڈھانچے کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ بندیال میں تین برس قیام کے بعد آپ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے تونسہ شریف حاضر ہوئے اور وہاں مدرسہ محمودیہ میں داخلہ لیا۔ استاد علی گوہر صاحب سے سماع فرماتے۔ مستقل استاد قاضی عبدالکریم صاحب تھے۔ قطبی' قدوری وغیرہ وہیں پڑھیں۔

حضرت میاں صاحب نے تونسہ شریف میں مدرسہ محمودیہ کی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ مجھے آشوب چشم کی تکلیف تھی۔ آنکھوں میں درد رہتا' پانی بہتا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اسی دوران مدرسہ کا سالانہ امتحان شروع ہوا۔ میں بہت پریشان تھا کہ بیماری اگر اسی طرح رہی تو پرچے کیسے حل کروں گا اور اگر امتحان نہ دے سکا تو سال ضائع ہو جائے گا۔

امتحان کے انعقاد سے ایک روز قبل میں بازار سے کوئی چیز خریدنے لگا۔ گلی کی نکڑ پر ایک شخص کو بیٹھا ہوا دیکھا جو منہ میں کچھ چبا رہا تھا۔ اس کے بڑھے ہوئے داڑھی اور سر کے بال مٹی سے اٹے ہوئے تھے۔ آنکھوں اور منہ سے پانی بہہ رہا تھا اور اس کا تمام بدن میل سے چیکٹ ہو رہا تھا۔ اس نے مجھے اشارے سے بلایا اور آدھی چبائی ہوئی ٹافی منہ سے نکال کر میری طرف بڑھائی اور کھانے کو کہا۔

میں اس کی ظاہری کیفیت دیکھ کر ہی گھن کھا رہا تھا' اس کی اگلی ہوئی ٹافی کیسے کھا لیتا۔ میری ذہنی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے اس نے کہا: ''کھا لے بچے کھا لے'

Marfat.com

امتحان اچھا ہو جائے گا" تب میں نے جانا کہ یہ صاحب تو مجذوب ہیں۔ میں نے ثانی کھا لی۔ دوسرے روز میری تکلیف تو بدستور تھی اور پرچے کی سطریں بھی بمشکل نظر آ رہی تھیں لیکن پرچہ حل کرتے ہوئے مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی غیر مرئی طاقت میرا ہاتھ پکڑ کر قلم چلا رہی ہے اور قلم چلا بھی خوب---- امتحان میں اپنی کلاس میں میری پہلی پوزیشن تھی۔

تونسہ شریف میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ غور غشتی (ہزارہ) تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا قطب الدین صاحب کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ وہ اس دور کے مشہور منطقی تھے۔ میر زاہد' ملا جلال اور سلم وغیرہ ہزارہ ہی میں پڑھیں۔ سلم پر آپ کو بڑا عبور حاصل تھا۔ فرمایا ایک دفعہ میں مدرسہ کے صدر دروازہ کے قریب بیٹھا تھا۔ پانچ پٹھان مولوی آئے۔ انہوں نے پختون لہجے میں سوال کیا' کیا پڑھتے ہو؟ میں نے کہا سلم پڑھتا ہوں۔ وہ حیران ہوئے کہ اس کم عمری میں سلم پڑھتے ہو۔ میں نے کہا اعتبار نہیں تو مناظرہ کر لو۔ اس زمانے میں ضلع ہزارہ میں علمی مباحث پر مناظروں کا بہت رواج تھا۔ اور ان سے عجیب و غریب رسوم وابستہ تھیں۔ ایک دفعہ ہمارے مدرسہ اور ایک دوسرے مدرسہ کے طلبہ کے درمیان "مفعول مطلق" پر مناظرہ ہوا۔ ہمارے مدرسہ والے مناظرہ جیت گئے۔ اس خوشی میں انہوں نے مسجد کا احترام نظر انداز کرتے ہوئے خوب بھنگڑا ڈالا۔

پٹھان مولوی بھی میرے ساتھ مناظرہ کرنے لگے۔ باری باری وہ پانچوں مجھ سے سوال کرتے اور میں جواب دیتا۔ پھر میں سوال کرتا اور وہ جواب دیتے۔ آخر میرے جوابات وزنی دلائل کی وجہ سے میری جیت کا سبب بنے۔ انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ وہ سخت نادم ہوئے کہ ایک نوعمر طالب علم نے انہیں لاجواب کر دیا ہے۔ انہوں نے عہد کیا کہ وہ مزید چار پانچ سال تک علم حاصل کریں گے۔

سلم العلوم پر دسترس کی وجہ سے حضرت میاں صاحب وحدت الوجود کے رموز و دقائق مدلل اور منطقی انداز میں بیان فرماتے کہ سننے والے پر ان کی گرہیں کھلتی جاتیں اور وہ یوں محسوس کرتا جیسے وہ کائنات کی وسعتوں میں پھیلتا جا رہا ہے اور وسعتیں اس کے اندر سمٹتی جا رہی ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے غور غشتی میں طالب علمی کے دور کا ایک واقعہ ذکر کیا کہ

Marfat.com

میں اور میرا ایک ساتھی کفری سے ہزارہ جا رہے تھے۔ پہاڑی علاقے میں سواری کے لئے کوئی چیز دستیاب نہیں تھی اس لئے پیدل سفر تھا۔ دوران سفر رات ایک برساتی نالے میں، جسے پہاڑی زبان میں وہن کہتے ہیں، گزارنے کا پروگرام طے ہوا۔ ایسے نالوں میں ریت ہوتی ہے جس پر آرام سے لیٹا جا سکتا ہے۔ میرے رفیق سفر کا اصرار تھا کہ یہیں آرام کر لیا جائے لیکن میں نے اس سے اختلاف کیا کیونکہ ممکن تھا پہاڑوں پر بارش ہوتی، نالہ راتوں رات پانی سے بھر جاتا اور ہم نیند ہی نیند میں موت کی آغوش میں پہنچ جاتے۔

چنانچہ میرے دوست نے میرا کہنا مان لیا اور ہم نالے کے کنارے اونچی جگہ پر سو گئے۔ پتھروں پر پرسکون نیند تو نہ آ سکی البتہ صبح دیکھا تو نالہ پانی سے لبالب بھر کر بہہ رہا تھا۔ خدا کا شکر ادا کیا جس کی توفیق سے ہم اس ناگہانی مصیبت سے بچ گئے۔ پھر فرمایا اس زمانے میں علم حاصل کرنا کتنا جان جوکھوں کا کام تھا، اس کے باوجود لوگ شوق سے علم حاصل کرتے تھے۔ آج جبکہ جگہ جگہ مدرسے موجود ہیں، قابل اساتذہ بھی دستیاب ہیں لیکن علم کا شوق بھی نہیں، قدر بھی نہیں رہی۔

حضرت میاں عبدالعزیزؒ کی اچانک علالت کی وجہ سے آپ کو غور غشتی سے واپس گھر آنا پڑا۔ والد صاحب کی علالت کے دوران ہی پچیس سال کی عمر میں آپ کی شادی ملک گل محمد صاحب (چک ۴۷ شمالی) کی صاحبزادی سے کر دی گئی۔ شادی کے چند روز بعد آپ کے والد گرامی حضرت میاں عبدالعزیزؒ کا انتقال (۱۹۲۷ء) ہو گیا۔

والد محترم کے انتقال کے بعد حصول تعلیم کا باقاعدہ سلسلہ تو جاری نہ رہ سکا۔ البتہ خانقاہی امور سے جب فرصت ملتی تو مولانا عطا محمد کوڑھوی سے ہدایہ شریف اور دیگر کتب کا درس لیتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ آپ نے درس نظامی کے تمام نصاب کی تکمیل کر لی۔ مولانا عطا محمد صاحب نے اپنی بہت سی کتابیں مکان شریف کی لائبریری کے لئے وقف کر دی تھیں۔

بیعت

حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ محمد دین ثانی سیالوی رحمتہ

Marfat.com

اللہ علیہ سے بیعت کی سعادت حاصل تھی۔ حضرت ثانیؒ سرکی کے راستے کفری تشریف لائے۔ اس وقت حضرت میاں صاحب کی عمر پانچ سال کے قریب تھی۔ حضرت میاں عبدالعزیزؒ نے بیعت کے لئے حضرت ثانی سیالویؒ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے بیعت کیا اور پوچھا: بچے! تمہارے کتنے بھائی ہیں؟ میاں صاحب نے بڑی معصومیت سے جواب دیا: ہم چالیس بھائی ہیں۔ یہ سن کر ملک سردار علی مرد والوی ہنس پڑا۔ حضرت ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: "ملک صاحب! ایک بھائی اگر لائق ہو تو وہ چالیس نالائق بھائیوں سے بہتر ہوتا ہے۔"

مسند ارشاد کا منصب

حضرت میاں عبدالحمیدؒ پچیس سال کے تھے جب آپ کے والد محترم کا انتقال ہوا۔ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین ثالث سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی دستار بندی کرائی۔ وظائف کی اجازت اور بیعت و ارشاد کا منصب عطا فرمایا۔ حضرت میاں صاحب پر پیرو مرشد کی عنایات کا اندازہ ان اقوال سے ہوتا ہے جو حضرت ثالث سیالویؒ نے مختلف مواقع پر آپ کے بارے میں ارشاد فرمائے۔ ایک مرتبہ خواجہ سیالویؒ نے وادی سون کے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"میاں صاحب کا وجود تمہارے لئے خیر و برکت کا سرچشمہ ہے اور اے اہل سون میاں صاحب کو تمہارے درمیان چھوڑ کر میں نے تمہارا حق ادا کر دیا ہے۔"

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: --- "میاں صاحب! پاکباز جوان ہیں۔"

زندگی کا نیا دور

ہر کجا شمع بلا افروختند
صد ہزاراں جان عاشق سوختند

والد گرامی کے انتقال کے بعد آپ کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اہل خانہ کے معاش کی فکر، خانقاہ کے مہمانوں کے طعام و قیام کا بندوبست، کبیدہ خاطر اور پریشان حال لوگوں کی دلجوئی، عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف کی پابندی غرض کئی مسائل ایسے تھے جن کی طرف بیک وقت توجہ دینا ضروری تھا۔ والد گرامی نے، جو اپنے وقت

Marfat.com

کے عدیم النظیر درویش تھے، اپنے جانشین کے لئے فقرو درویشی کے سوا بظاہر کوئی ایسا ورثہ نہیں چھوڑا تھا جو خانقاہی نظام چلانے میں معاون ثابت ہو سکتا۔ زرعی زمین جو اہل خانہ کی معاشی کفالت کے لئے بھی ناکافی تھی، اس سے لنگر کے مصارف کیسے پورے ہو سکتے تھے؟

ان حالات میں عزم و استقلال کے اس کوہ گراں نے حال و مستقبل کے خطرات کا جس ہمت اور جواں مردی سے مقابلہ کیا، اس کی مثال نہیں ملتی۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش، حق نے جس کو دیئے ہیں انداز خسروانہ

نئی زندگی کے ابتدائی چند سال نہایت تنگی اور عسرت میں بسر ہوئے۔ توکل اور استغنا کے کٹھن اور صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا۔ وہ دن بھی آئے کہ لنگر خانہ میں ایک وقت کے کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ سیال شریف سے آٹھ دس مہمان آ گئے۔ آپ نے گھر میں کھانا تیار کرنے کا کہلا بھیجا۔ اہل خانہ نے عرض کیا: مہمانوں کی تواضع کے لئے گھر میں کچھ موجود نہیں۔ مانگ کر خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا فقر غیور کے منافی تھا۔ بارگاہ بے کس نواز میں دست سوال دراز کیا۔ مراد بر آئی۔ مسبب الاسباب نے بندوبست کر دیا۔ ایک شخص لنگر کے لئے آٹے کی بوری لے آیا۔ اس سے مہمانوں کی ضیافت ہوئی۔ کئی کئی دن گھر میں گھی نہیں ہوتا تھا۔ کڑوے تیل (تارامیرا) کو میٹھا کر کے استعمال کیا جاتا۔ کپڑے دھونے کے لئے صابن کی جگہ سفید پہاڑی مٹی سے کام لیا جاتا تھا۔ بعد میں جب فراخی ہوئی اور خانقاہ میں فتوحات آنے لگیں تو آپ ماضی کے ایام یاد کر کے فرماتے تھے کہ اس زمانے میں میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہوتی تھی۔ میں بازار سے کچھ بھی نہیں خرید سکتا تھا۔ اہل خانہ اس فاقہ مستی اور تنگ دستی میں میرے شریک حال ہوتے تھے۔ ایک دفعہ تین دن فاقے میں گزر گئے۔ جب کچھ میسر ہوا تو فقیر کی صدا سنائی دی، جو کچھ موجود تھا اسے دے دیا۔

قریبی لوگوں میں سے بعض نے آپ کی تنگ دستی دیکھ کر دولت جمع کرنے کے کچھ گر بتانا چاہے لیکن آپ نے انہیں غیر شرعی اور غیر اسلامی کہہ کر رد کر دیا۔ حلم، بردباری اور توکل نے آپ کے مزاج میں پختگی پیدا کر دی تھی۔

Marfat.com

فقیر راہ نشیں است و دل غنی دارد

دنیا سے بے نیازی و بے توجہی آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ معاملات دنیوی چاہے وہ ذاتی ہی کیوں نہ ہوں، آپ ان سے لاتعلق رہتے تھے۔ اپنی موروثی زمین کو بھی نہیں دیکھا تھا۔ فرماتے تھے والد مکرم سے مجھے جو قیمتی ورثہ ملا ہے وہ زمین یا مال و دولت نہیں، اپنے شیخ کی محبت اور استغنا و خودداری ہے۔ آپ نے اس نعمت عظمیٰ کی امانت داری اس حد تک کی کہ زندگی بھر آنکھ اٹھا کر دنیاوی شان و شوکت اور جاہ و منصب کی طرف نہیں دیکھا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

آپ کی برادری کے سربرآوردہ لوگ رئیس و مالدار تھے۔ آپ کی کم التفاتی اور بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف ہو کر آپ سے بدگمان رہنے لگے۔ انہوں نے زندگی کے ہر نازک موقع پر ساتھ دینے کی بجائے دکھ دینے کی کوشش کی۔ خانقاہ کے تقدس اور آپ کے منصب جلیلہ کو داغدار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ خانگی معاملات میں آپ سے مقاطعہ کر لیا۔ اس کے باوجود حضرت میاں صاحب کے فقر غیور اور استغنا کا دبدبہ تھا کہ برادری کا بڑے سے بڑا آدمی بھی آپ کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا تھا۔

دل پادشاہاں لرزد زگدائے بے نیازے

استغنا و بے نیازی کے اس کوہ گراں کو گرانے کے لئے طاغوتی طاقتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، بصد حسرت و یاس خود تو پاش پاش ہو گئیں لیکن اس کی سربلندی میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہو سکی۔ اور آخر اس بطل جلیل کی خودداری اور بے نیازی نے انہیں ہمیشہ کے لئے اپنے قدموں پر جھکا لیا۔

ایک دفعہ کسی خانگی مسئلہ پر حضرت میاں صاحب کا اپنی برادری سے اختلاف ہو

Marfat.com

گیا۔☆ ایک طرف ان کے شیخ مکرم کا حکم تھا اور دوسری طرف برادری کا فیصلہ--- حضرت میاں صاحب نے برادری پر اپنے پیر کو فوقیت دیتے ہوئے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ خاندان کے عزیز و اقارب نے آپ سے قطع تعلق کر لیا۔ برادری کے لوگ جس محفل میں بیٹھتے آپ کے خلاف زہر گھولتے' تبصرے کرتے اور لوگوں کی نظرمیں آپ کا مرتبہ و مقام گرانے کی بھرپور کوشش کرتے۔ حضرت میاں صاحب ان کے اس رویہ سے غافل نہیں تھے۔ تعمیل حکم کی "پاداش" میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ لیکن آپ مطمئن اور مسرور تھے۔ تعمیل کے نشے میں سرشار--- مخمور!

اہل خاندان کی زیادتیوں کی اطلاع حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کو ہوئی تو آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ آپ نے میاں صاحب کی برادری کے رویے کا ذکر' سجادہ نشین تونسہ شریف حضرت خواجہ حافظ سدید الدین رحمتہ اللہ علیہ سے کیا۔ خواجہ حافظ صاحب' میاں صاحب کے استقلال اور سیال شریف سے ان کی عقیدت کا حال سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کے اس جذبے کو سراہتے ہوئے اپنی طرف سے سند کے طور پر ایک شعر لکھ کر دیا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ مرید صادق پر اپنے پیر کا انتہائی کرم دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور خواجہ تونسویؒ کے ہاتھ سے لکھا ہوا شعر بنفس نفیس پہنچانے مکان شریف پر تشریف لائے۔ شعر یہ تھا:

مے و میکدہ ہو جس آنکھ میں وہ کسی کے سامنے کیوں جھکے
اسے کیوں کسی سے نیاز ہو جو خدائے عالم ناز ہو

حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا تھا "میاں صاحب اولیائے متقدمین کی آخری کڑی ہیں۔" یہ جملہ پیر کامل کے مرید صادق پر کرم کا محض اجمالی بیان نہیں بلکہ پیر نے اپنی نگاہ ناز سے مرید کی جس تربیت کا آغاز کیا تھا' اس کی انتہا کی تصدیق بھی کی ہے۔ تصوف کی روایات میں "فقر و استغنا" کو بڑی اہمیت حاصل

☆ حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ کے حکم پر حضرت میاں صاحب کی صاحبزادی کا عقد خواجہ محمد حسین معظم آبادیؒ کے فرزند اصغر صاحبزادہ غلام فخرالدین صاحب سے ہوا تھا۔

Marfat.com

ہے۔ فقر انسان کی خودی کے لئے ایک مثبت قوت حیات ہے۔ جو صداقت اور حسن عمل کی صفات عطا کر کے انسان کو دنیوی مال و متاع' حرص و آز اور استحصال کی ترغیبات سے آزاد کر دیتا ہے اور اسے بے غرض نیکیوں کے لئے آمادہ کرتا ہے' تاکہ نیکیاں رواج پا سکیں اور خیر ہی قدر اعلیٰ سمجھی جائے۔

مرد مومن کے اجزائے ترکیبی میں "فقر غیور اور استغنا" جزو اعظم ہیں۔ اولیائے متقدمین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ' خواجہ معین الدین اجمیریؒ' محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ' خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ اور حضرت خواجہ شمس العارفین سیالویؒ کے حالات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حضرات بادشاہان وقت اور ارباب حل و عقد سے بالکل لاتعلق رہے۔ امراء و روساء کی طرف سے ہزار کوشش کے باوجود انہیں اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ سلطان جلال الدین خلجی کو بے حد اشتیاق کے باوجود' زیارت و قدم بوسی کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس نے خفیہ طور پر خانقاہ میں حاضری کا پروگرام بنایا۔ حضرت امیر خسرو کے ذریعے آپ کو خبر ہو گئی۔ جس دن بادشاہ نے آنا تھا آپ اس دن اپنے شیخ بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے پاکپتن روانہ ہو گئے۔

غرض دنیا دار طبقے سے بے توجہی اور کم التفاتی اولیائے متقدمین کی شخصیت کا لازمی جزو رہا ہے۔

حضرت میاں صاحب اور انگریز نواز ملک

ایک مرتبہ موضع سبھرال کا ایک انگریز نواز ملک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پانچ سو روپے بطور نذر پیش کئے۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے بڑی منت سماجت کی لیکن آپ نہ مانے۔ آخر آنکھ بچا کر وہ چپکے سے تکیے کے نیچے رکھ کر چلا گیا۔ جب آپ کو علم ہوا تو آپ نے نذر کا روپیہ خادم کے ذریعے اس کے گھر

Marfat.com

بھجوا دیا۔ اگلے روز اس نے اپنے نوکر کو ایک قیمتی قالین دے کر بھیجا۔ آپ نے ملازم کو ڈانٹا اور قالین اسی کے ہاتھ واپس ارسال کر دیا۔

چند روز بعد ملک صاحب خود حاضر خدمت ہوئے اور نذر قبول نہ کرنے کا شکوہ کیا۔ آپ نے غصے سے فرمایا "ملک صاحب میں پیر سیال کا خادم ہوں۔ امرا سے نقدی یا تحائف قبول کرنا مشائخ کی روایات کے خلاف ہے۔ تم نے میرے مزاج کو سمجھتے ہوئے مجھے پریشان کیا۔ آئندہ بھول کر بھی ایسی جرات نہ کرنا۔"

یہ فرماتے ہوئے آپ کا لہجہ اتنا زور دار اور موثر تھا کہ ملک صاحب مرعوب ہو گئے۔ انہوں نے آپ سے معذرت کی اور عرض کیا کہ یہ سب کچھ حکومت کے ایما پر تھا۔ ارباب اختیار نے میرے ذمے لگا رکھا تھا کہ میاں صاحب کو' جو علاقے میں مذہبی و روحانی لحاظ سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں' ہر قسم کی تحریص و لالچ سے قابو میں لانے کی کوشش کی جائے اور جب زیر دام آ جائیں تو انہیں حکومت کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ پانچ صد روپے اور قالین اس غلیظ سازش کی پہلی کڑی تھی۔

کمشنر سے ملاقات نہ کی

تقسیم ہند سے پہلے گرمیوں کے موسم میں ایک روز حضرت میاں صاحب خانقاہ کے حجرہ میں اوراد و نوافل میں مشغول تھے۔ انگریز کمشنر دورے پر آیا ہوا تھا۔ اس دور میں سرکاری عہدے دار کا استقبال بینڈ باجوں اور ڈھول ڈھمکوں سے کیا جاتا تھا۔ حضرت کی خانقاہ میں ڈھول باجے کی آواز سنائی دی۔ اتفاق سے کمشنر کی سواری جس طرف سے آئی تھی' آپ کی خانقاہ بھی اسی راستہ پر واقع تھی۔ جب کمشنر خانقاہ کے دروازہ پر پہنچا تو وہاں کا پاکیزہ ماحول دیکھ کر متاثر ہوا اور رک گیا۔ اس نے شہر کے روساء و امراء سے' جو خوشامداً ہمراہ تھے' پوچھا یہ کس کی جگہ ہے؟ انہوں نے بتایا ہمارے شہر کے ایک بزرگ ہیں' ان کی درگاہ ہے۔ کمشنر نے کہا انہیں بلا لاؤ' میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمراہیوں میں سے ایک صاحب جو حضرت میاں صاحب

Marfat.com

کے مزاج سے آشنا تھے' انہوں نے کمشنر سے کہا وہ تو شاید یہاں نہ آئیں آپ اگر وہاں تک تشریف لے چلیں تو ملاقات ممکن ہے۔ اسی دوران حضرت میاں صاحب کو خادم نے اطلاع کر دی کہ کمشنر صاحب ملاقات کے لئے آ رہے ہیں۔ آپ مصلے سے اٹھے اور اس تہہ خانے میں چلے گئے جو بطور خاص درویشوں کی عبادت و ریاضت کے لئے بنایا گیا تھا اور کمشنر کو کہلا بھیجا کہ:

"درویش کو دنیا دار سے کیا غرض۔ میرے پاس ملاقات کے لئے وقت نہیں' انتظار کی زحمت نہ کریں۔"

ان کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا ہو جن کی جلال تیرا

حضرت میاں صاحب اور سپرنٹنڈنٹ پولیس

ایک مرتبہ ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس مقدمہ قتل کی تفتیش کے لئے کفری آیا۔ دوران تفتیش اسے کسی نے بتایا کہ صحیح حالات کا کھوج صرف میاں عبدالحمید صاحب سے لگ سکے گا۔ کیونکہ لوگ حضرت میاں صاحب پر اعتماد کی وجہ سے وہ راز جو کسی کو بتانا پسند نہیں کرتے' انہیں بے دھڑک عرض کر دیتے ہیں۔

چنانچہ پولیس افسر نے ایک سپاہی حضرت میاں صاحب کو بلانے بھیجا۔ سپاہی نے حاضر ہو کر اپنے صاحب کا پیغام سنایا۔ اس وقت حافظ نصیر الدین صاحب انگوی بھی حاضر خدمت تھے۔ سپاہی کی بات سنتے ہی غصے سے آپ کا چہرہ تمتما اٹھا فرمایا: "وہ عزت مآب مجھے اپنے پاس بلاتا ہے۔ اسے خبر نہیں کہ میں اس مرد حق سے نسبت رکھتا ہوں جس نے پاؤں کی ٹھوکر سے انگریز کے نخوت و تکبر کی دھجیاں اڑائی تھیں۔ میں لوگوں کے حالات کا امین ہوں۔ وہ چاہتا ہے کہ میں خیانت کروں۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ میرا اس کے پاس جانا تو کجا وہ بھی میرے پاس آنے کی جرات نہ کرے۔"

حافظ صاحب نے سپاہی کو باہر لے جا کر سمجھایا کہ حضرت میاں صاحب مولوی نہیں' درویش ہیں۔ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و

Marfat.com

خلیفہ ہیں اور انگریز خواجہ ضیاء الدین سیالویؒ کی انگریز دشمنی سے اچھی طرح واقف ہیں۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جود و سخا

حضرت میاں صاحب کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ "قرار در کف آزادگاں نگیرد مال" کے مصداق روزانہ جو کچھ آتا' ہاتھوں ہاتھ راہ خدا میں محتاجوں اور مسکینوں میں بٹ جاتا تھا۔ کوئی سید زادہ سائل آ جاتا تو اپنے شیخ کا معمول جانتے ہوئے اس پر انعام و اکرام کی بارش برسا دیتے۔

ایک دفعہ انگہ کے ایک سید زادہ حاضر ہوئے۔ ان کی موجودگی میں آپ کے پاس باہر سے کچھ چیزیں بطور نذر آئیں۔ شاہ صاحب ایک ایک کر کے مانگتے گئے۔ آپ خندہ پیشانی سے انہیں دیتے رہے۔ جب شاہ صاحب کی جھولی بھر گئی' انہوں نے دامن سمیٹا اور اجازت طلب کی تو آپ نے بڑی تعظیم سے رخصت کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

برگ سبز است تحفہ درویش
چہ کند چارہ بس ہمیں دارد

یتیم پر شفقت

عید کا دن تھا۔ حضرت میاں صاحب کے عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کے بچے خوبصورت لباس پہنے خوشی سے کھیل کود رہے تھے۔ ان میں ایک بچہ ایسا بھی تھا جس کا چہرا اترا ہوا' کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور وہ بیزار بیزار پھر رہا تھا۔ آپ نے اس بچے کو دیکھا تو ترس آیا اسے اپنے پاس بلایا اور اداسی کا سبب دریافت کیا۔ بچے نے جواب دیا: عید کا دن ہے سب لوگ اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور خوش ہیں۔ میرا

Marfat.com

باپ مر چکا ہے۔ مجھے نئے کپڑے لے کر دینے والا کوئی نہیں۔ میں نے عید کے دن بھی وہی پھٹے پرانے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ کوئی مجھے پیار دینے والا نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہا ہوں۔

یہ سن کر حضرت میاں صاحب کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے۔ بچے کو گھر لے آئے۔ نئے کپڑے پہنائے اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور کچھ نقدی دے کر رخصت کر دیا۔

چند دن بعد حضرت میاں صاحب کے نو عمر صاحبزادے (صاحبزادہ عزیز احمد صاحب) خواب میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادہ صاحب موصوف کو اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر لیا۔ کافی دیر شفقت فرماتے رہے۔ پھر فرمایا "میرے کو میرا سلام کہنا۔"

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں سوچنے لگا کہ "میرے" سے کون مراد ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میری ذہنی کیفیت سے آگاہ ہو کر فرمایا: "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے والد صاحب کو سلام فرما رہے ہیں۔"

یہ خواب سن کر حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ عزیز احمد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حضور کی امت کے یتیموں کی دلجوئی کرتا ہے' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اولاد پر کرم فرماتے ہیں۔

حضرت میاں صاحب اور دیگر مشائخ

حضرت میاں صاحب دیگر سلسلہ ہائے تصوف کے معاملہ میں وسیع المشرب تھے۔ تمام سلسلوں کے مشائخ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کا ذکر بڑے احترام سے کرتے تھے۔

پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے گرمیوں میں وادی سون کا موسم خوشگوار رہتا ہے۔ مختلف سلسلوں کے بزرگ موسم سے لطف اندوز ہونے یہاں آتے ہیں۔ خصوصاً سیال شریف، معظم آباد' موسیٰ زئی اور حضرت سلطان باہو کے صاحبزادگان گرمیوں میں دو

Marfat.com

تین ماہ قیام کرتے ہیں۔

سیال شریف اور معظم آباد کے بزرگوں کا قیام تو اکثر ہوتا ہی مکان شریف پر ہے۔ دوسرے بزرگ وادی سون کے مختلف شہروں میں قیام کرتے ہیں اور اکثر حضرت میاں صاحب سے ملاقات کے لئے آتے رہے ہیں۔ ایک دفعہ موسیٰ زئی شریف کے سجادہ نشین حضرت محمد اسماعیل صاحب' جن کا تعلق نقشبندی سلسلے سے ہے' مکان شریف پر تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور جب تک وہ تشریف فرما رہے' دوزانو بیٹھے بڑے ادب سے گفتگو کرتے رہے۔

حضرت میاں صاحب فرماتے تھے کہ تمام سلسلے گویا دریا ہیں' جو توحید و معرفت کے سمندر میں اترتے ہیں۔ جب سب کی اصل ایک اور منزل بھی ایک ہے تو ایک دوسرے کی تکذیب و تنقیص سے کیا حاصل؟

ایک مرتبہ حاجی محمد امیر صاحب مردوالوی نے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر ایسے انداز میں کیا' جو پیر صاحب کے شایان شان نہیں تھا۔ حضرت میاں صاحب نے فوراً سرزنش کی اور ارشاد فرمایا: "مقبولان بارگاہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے۔ پیر صاحب' حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کا انتخاب ہیں۔ ان کے روحانی مرتبے میں کمزوری کی تلاش' ان کے مرشد کامل کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے۔"

معمولات شب و روز

حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کی جاذب نظر شخصیت نے لوگوں کو تیزی سے متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہر خاص و عام کے لئے صلائے عام تھی۔ علما' مشائخ' نجیب و شریف امیر و غریب' نامراد و شاد کام ہر قسم کے لوگ خانقاہ میں آتے اور رشد و ہدایت کی دولت سے جھولیاں بھر کر جاتے۔ نہ کوئی روک ٹوک تھی' نہ کسی دربان

Marfat.com

کی کڑوی کسیلی سننا پڑتیں اور نہ انتظار ہی کی زحمت اٹھانا پڑتی۔

ہر کہ آید گو بیا و ہر کہ ناید گو برو

غموں کے مارے' دکھوں کے ستائے ہوئے تھکے ماندے لوگ ادھر آتے اور ایک ایسے شاہ بوریا نشیں سے ملتے جو دنیاوی لذتوں سے بہت دور نکل چکا تھا۔ جو ہر کسی کی سمجھ کے مطابق گفتگو کرتا تھا۔ جس کی میٹھی میٹھی باتیں دل کے پار اتر جاتیں اور جس کی پراثر تعلیمات سے لوگوں پر یہ راز فاش ہو رہا تھا کہ روح کی باطنی تعمیر دنیاوی کاموں سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

حضرت میاں صاحب کی زندگی سادگی کا مرقع تھی۔ عاجزی تو گویا آپ کے مزاج کا لازمہ تھی۔ لباس میں سفید لٹھے اور ململ کی کھلی آستینوں والی قمیض اور رنگ دار چادر استعمال کرتے تھے۔ کبھی کبھی مشائخ چشت کی سنت سمجھ کر نیلا (نیلے رنگ کی تہبند) بھی باندھ لیتے تھے۔ سر پر ابتدائے جوانی میں عمامہ رکھتے تھے۔ لیکن زندگی کے آخری دور میں چہار ترکی ٹوپی کا استعمال کرنے لگے۔ سردیوں میں اچکن اور گرم اونی ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ علاقے کے رواج کے مطابق جوتے میں موزہ استعمال کرتے تھے۔

جمعہ کے دن غسل فرماتے تھے۔ آنکھوں میں سرمہ ضرور لگاتے۔ داڑھی اور سر کے بالوں میں سرسوں کے تیل کی مالش کرتے تھے۔ سنت رسول کے مطابق کنگھا سب سے پہلے بھوؤں' پھر داڑھی' لبوں اور آخر میں سر کے بالوں میں کرتے تھے۔ ساتھ ساتھ زیر لب سورۂ الم نشرح کا ورد کرتے رہتے تھے۔ لوگوں کے دکھ سکھ میں ضرور شریک ہوتے تھے۔ نماز عصر کے بعد دو مشغول تھے۔ ایک بیماروں کی مزاج پرسی اور دوسرا دو' تین میل پیدل سیر۔ ابتدائے جوانی میں سیر گھوڑے پر کرتے تھے۔

تہجد کی نماز زندگی بھر قضا نہیں ہوئی۔ تہجد سے فارغ ہو کر نماز فجر با جماعت ادا کرتے تھے۔ خانقاہ کی جامع مسجد میں نماز کی امامت خود کراتے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد مسبعات' اشراق اور دیگر اوراد سے فارغ ہو کر ناشتہ کرتے تھے۔ ناشتہ میں تیز اور عمدہ چائے پسند کرتے تھے۔ ذوق بہت لطیف تھا۔ چائے کی پیالی اگر کناروں تک بھر

Marfat.com

جاتی یا چائے میں چینی حل کرتے وقت چمچہ پیالی سے لگ کر آواز پیدا کرتا تو طبیعت منغض ہو جاتی تھی۔ گرم چائے پسند کرتے تھے۔ فرماتے چائے لب سوز ہونی چاہیے۔ چائے بند کمرے میں پینے کا معمول تھا اور دستر خوان پر صرف خواص کو اجازت ہوتی تھی۔ فرماتے' چائے پینے سے ذوق تازہ ہوتا ہے۔ چائے کے دوران مشائخ کے ملفوظات بڑے پرکیف انداز میں بیان فرماتے تھے۔ یہ نشست اکثر دو دو گھنٹے تک رہتی۔

ناشتہ کے بعد چاشت کے نوافل ادا کرتے۔ قرآن پاک اور مجموعہ وظائف کی تلاوت کرتے تھے۔ دلائل الخیرات کا ایک ختم اور چالیس مرتبہ کبریت احمر شریف روزانہ پڑھنے کا معمول تھا۔ دوپہر کے کھانے سے پہلے سائلوں اور حاجتمندوں کو حاضری کی اجازت ہوتی' کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے تھے۔ ظہر سے عصر تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ اس دوران اگر کوئی ملاقاتی آ جاتا تو اس سے ضرور ملتے۔ مغرب کی نماز کے بعد اوابین اور دیگر نوافل سے فارغ ہو کر رات کا کھانا تناول فرماتے۔ کھانے میں ایک چپاتی اور تھوڑا سا گوشت کا شوربہ یا مونگ کی دال پسند فرماتے تھے۔ کبھی کبھی دلیہ بھی تناول فرماتے تھے۔ کھانے کے بعد حاضرین سے' وحدت الوجود' مقام نبوت' کائنات میں اولیاء اللہ کے تصرف' مشائخ کے ملفوظات اور مختلف علمی مباحث پر سیر حاصل گفتگو فرماتے تھے۔

حضرت میاں صاحب کا دستر خوان بہت وسیع تھا۔ ہر آنے والے کو اصرار کر کے کچھ ضرور کھلاتے تھے۔ آپ نے بارہا اپنی مجلسوں میں یہ حدیث بیان فرمائی:

من زار حیا ولم یذق منہ شیئا فکانما زار میتا○

(ترجمہ) جس نے کسی زندہ شخص سے ملاقات کی اور اس کے ہاں سے کچھ کھایا نہیں تو گویا اس نے مردے کی زیارت کی۔

عشا کی نماز دیر سے پڑھنے کا معمول تھا۔ نماز کے بعد کافی دیر تک مسجد سے ملحقہ عبادت خانہ میں مصروف عبادت رہتے تھے۔

Marfat.com

تنہا منم و شب چراغی مونس ستارہ تاپگاروزم
گاہی از آہ سرد بکشم گاہ از تف سینہ برفروزم

نصف شب سے نماز تہجد تک نیند کرتے تھے۔ آپ کے خدام خاص غلام حسین سھرالوی☆ اور صوفی نذر محمد صاحب رات کو آرام گاہ میں خدمت کے لئے موجود رہتے تھے۔

حضرت میاں صاحب کے روزانہ کے معمولات میں کوئی مصروفیت حائل نہیں ہوتی تھی۔ جوانی میں تیس، پینتیس سال تک کڑی ریاضتیں کیں۔ شریعت کی پابندی آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ معمولی سے معمولی کام میں بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کا خیال رکھتے تھے۔ شریعت سے آپ کی حد درجہ وابستگی نے آپ کے معتقدین و متوسلین کو بھی اس کا پابند بنا دیا تھا۔

بابا غلام محمد سھرالوی راوی ہے کہ ایک بار میں جوانی کے زمانے میں مکان شریف پر حاضر ہوا۔ حضرت میاں صاحب صحن میں چہل قدمی فرما رہے تھے۔ میں نے دست بوسی کی اور قریب کھڑا ہو گیا۔ خیریت دریافت کرنے کے بعد آپ نے پوچھا' نماز تہجد ادا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ سارا دن کاشتکاری کے دھندوں میں گذرتا ہے۔ رات کو تھکاوٹ کی وجہ سے کروٹ لینا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ نماز تہجد کیسے ادا کی جا سکتی ہے؟ میری بات سن کر غصے سے آپ کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمایا: "بندے کا فرض ارادہ کرنا ہے' قدرت و ہمت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کیا تم ارادہ کرنے سے بھی معذور ہو؟"

بابا غلام محمد کہتا ہے کہ اگلے دن سحری کے وقت ایک سفید ریش' بلند قامت' حسین و جمیل شخص نے مجھے نیند سے بیدار کیا۔ چند لمحے خاموش' مسحور کن نگاہوں سے میری آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ اس کی مخمور نگاہوں نے مجھے وہ ذوق و مستی عطا کی

☆ غلام حسین صاحب سھرالوی اب گورنمنٹ مڈل سکول سھرال (خوشاب) میں عربی ٹیچر اور صوفی نذر محمد صاحب پاکستان آرمی میں خطیب ہیں۔

Marfat.com

کہ آج تک میری نماز تہجد قضا نہیں ہوئی۔

حضرت میاں صاحب کی تعلیمات میں نماز با جماعت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ خانقاہ کے متوسلین کو باجماعت نماز ادا کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ خانقاہ میں مقیم درویشوں، طلبا اور مہمانوں کو باجماعت نماز سے غفلت پر سرزنش کرتے تھے۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ کریم شاہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کا ملفوظ اکثر بیان فرماتے، جس میں کسی شخص نے حضرت تونسویؒ کو عرض کیا کہ چشتی سلسلے کی پہچان چہار ترکی ٹوپی اور نیلا ہے تو حضرت تونسویؒ نے جواب میں فرمایا "نہیں او نہیں، چشتیوں کی پہچان چہار ترکی ٹوپی اور نیلا نہیں، نماز با جماعت ہے۔"

دوران نماز حضرت میاں صاحب کے خشوع و خضوع اور جذب و انہاک کی کیفیت قابل دید ہوتی تھی۔ جسم بالکل ساکت ہو جاتا، یوں محسوس ہوتا جیسے روح جسم کو چھوڑ کر معبود برحق کے انوار و تجلیات میں جذب ہو چکی ہے۔ اکثر روزہ سے رہتے۔ افطار کے وقت کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ اکثر ایک پیالہ دودھ یا پانی پر اکتفا کرتے تھے۔ حیا اتنا تھا کہ آپ کو کبھی ننگے سر نہیں دیکھا گیا۔ قمیض اتارتے وقت ایک ہاتھ ٹوپی پر رکھ لیتے تھے کہ قمیض سے اٹک کر گر نہ جائے اور سر ننگا نہ ہو جائے۔ چلتے وقت نظر پاؤں کی پشت پر جمی رہتی تھی۔ کبھی آنکھ بھر کے حاضرین کی طرف دیکھ لیتے تو سب کی نظریں جھک جاتیں۔ کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ آنکھ ملا کر بات کر سکے۔ فرزدق نے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا ہے:

یغضی حیاء و یغضی من مھابتہ
فلا یکلمہ الا حین یتبسم

(ترجمہ) آپ کی نگاہیں فرط حیا سے جھکی رہتی ہیں اور دوسروں کی نگاہیں آپ کی ہیبت سے اور لوگ صرف اسی وقت آپ سے ہمکلام ہونے کی جرات کرتے ہیں جب چہرہ مبارک پر تبسم ہوتا ہے۔

کچھ یہی کیفیت حضرت میاں صاحب کی بھی تھی۔ چادر ہمیشہ ٹخنوں کے اوپر باندھتے

Marfat.com

تھے۔ عورتیں دعا کے لئے خانقاہ میں حاضر ہوتیں تو انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ آپ کے خادم خاص غلام حسین صاحب ان سے حاجت یا مقصد پوچھ کر عرض کرتے اور آپ ان کے لئے دعا کرتے یا تعویذ دیتے تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

صاحبزادہ عزیز احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت والد گرامی اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک روز بنگلہ میں تشریف فرما تھے۔ میں بھی حاضر خدمت تھا۔ ایک بزرگ' دراز قامت' سفید ریش' نشین چہرہ' ہاتھ میں عصا لئے مکان شریف کے جنوبی گیٹ سے داخل ہوئے۔ والد محترم انہیں دیکھ کر چونکے اور نسوار کی ڈبیا اور دوسری چیزیں جو قریب ہی بکھری پڑی تھیں' سمیٹ کر استقبال کے لئے آگے بڑھے۔ بڑے احترام سے پیش آئے اور اپنی مسند پر بٹھایا۔ آنے والے مہمان نے کہا "ادھر سے گذر رہا تھا' جی چاہا کہ ملاقات کرتا چلوں۔" تھوڑی دیر بیٹھ کر رخصت ہونے لگے تو آپ نے شمالی گیٹ پر انہیں الوداع کیا۔

والد محترم بڑے رکھ رکھاؤ کے مالک تھے۔ کسی عام شخصیت کے احترام میں کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی بڑے بزرگ تھے جن کا آپ نے استقبال کیا اور الوداع کہنے گیٹ تک گئے۔

واپس آکر آپ نے ان کے متعلق کچھ نہ فرمایا۔ میں نے بھی پوچھنے کی جسارت نہ کی۔ دو دن بعد آپ نے بس اتنا فرمایا: "عزیز احمد' پرسوں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی تھی؟" تب میں سمجھا کہ وہ بزرگ حضرت خضر تھے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

حضرت میاں صاحب کا حلقہ احباب زیادہ وسیع نہیں تھا۔ آپ کے چند بے تکلف احباب میں حضرت خواجہ محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ (معظم آبادی) اور پیر زادہ محمد حیات قاسمی (اٹک) کے نام سرفہرست ہیں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت میاں صاحب کو عقیدت بھی تھی اور بے پناہ دوستانہ محبت بھی۔ محبت کے رشتہ کی اساس وہی دلچسپی تھی جو دو مخلص پیر بھائیوں کے درمیان ہوتی ہے پھر دونوں حضرات کو اپنے شیخ کے حضور تخصص بھی حاصل تھا۔ حضرت میاں صاحب سیال شریف حاضری کے بعد چند دن کے لئے معظم آباد جاتے اور خواجہ محمد حسینؒ اکثر کفری تشریف لاتے تھے۔ خواجہ محمد حسینؒ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل جب کفری کا ذکر ہوتا تو آپ بڑی محبت سے فرماتے اگر زندگی نے وفا کی تو چند اہم گھریلو ذمہ داریوں سے فارغ ہو کر معمولات کو کچھ اس طرح ترتیب دوں گا کہ سال میں چھ ماہ سیال شریف حاضر رہوں اور چھ مہینے حضرت میاں صاحب کے ہاں بسر کروں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے شیخ سے عقیدت کے بعد جس شخصیت سے آپ کو انس تھا وہ حضرت میاں صاحب کی ذات تھی۔

حضرت میاں صاحب بھی خواجہ محمد حسینؒ کے انتقال کے بعد اکثر آپ کا ذکر بڑے حسرت انگیز لہجے میں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا: سردیوں کا موسم تھا۔ میں مغرب کی نماز کے بعد مکان شریف کے جنوب میں واقع گرم کمرے میں اوراد و وظائف میں مشغول تھا۔ آتشدان گرم تھا اور دھیمی دھیمی روشنی کمرے میں پھیل رہی تھی۔ اچانک گلی میں بھاری قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی جو آہستہ آہستہ قریب آتی معلوم ہوئی۔ پھر اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔ میں ان کی طرف دھیان دیئے بغیر بدستور وظائف میں مصروف رہا۔ اتنے میں انہوں نے پشت کی طرف سے آ کر دونوں ہاتھ میری آنکھوں پر رکھ دیئے۔ میں حیران تھا کہ ان اوقات میں کسی کو کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں چہ جائیکہ اتنی بے تکلفی کا اظہار! میں نے جب ان ہاتھوں کو مس کیا تو مخملیں پرگوشت انگلیوں نے یکلخت میرے لاشعور کو حضرت معظم آبادیؒ کا پتہ دیا اور میں چونک پڑا۔ آپ نے میری آنکھوں سے انگلیاں اٹھاتے ہوئے کہا: "مدت سے آرزو تھی کہ کبھی اپنی اچانک آمد سے آپ

Marfat.com

کو محفوظ کروں' خدا نے آج میری خواہش پوری کر دی ہے۔"

حضرت میاں صاحب فرماتے تھے کہ وہ لمحات میرے لئے اتنے حظ آفریں تھے کہ آج بھی ان کا کیف محسوس کرتا ہوں۔ آپ حضرت معظم آبادیؒ کا ذکر کرتے ہوئے اکثر یہ شعر پڑھتے تھے:

آہ وہ زندگی کی اک ساعت
جو تیری بارگاہ میں گذری

پیرزادہ محمد حیات قاسمی کا تعلق انگہ (خوشاب) کے معروف قاسمی خاندان سے تھا۔ وہ نہایت پاکباز' تیز فہم' رند مزاج' عالی مشرب اور خوش پوش شخص تھے۔ انہیں حضرت میاں صاحب سے عشق کی حد تک انس تھا۔ حضرت میاں صاحب بھی ان سے بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ وہ ملازمت اور زمین کی دیکھ بھال کے سلسلے میں بمبئی' بھوپال' کلکتہ اور آسام میں قیام پذیر رہے۔ ان کا جسم تو وہاں ہوتا تھا لیکن روح مکان شریف کی لطیف و محبت انگیز فضاؤں میں موجود رہتی۔ جب رخصت پر گھر آتے تو دن انگہ میں اور رات حضرت میاں صاحب کی خدمت میں گزارتے تھے۔ ان کی کیفیت اس پرندے کی سی تھی جو علی الصبح نور کے تڑکے روزی کی تلاش میں توکل علی اللہ اڑ جاتا ہے۔ فضا کی لامتناہی وسعتوں میں گھومتا رہتا ہے' مگر اس کی نگاہ ہمیشہ آشیانے پر رہتی ہے' جہاں اسے پھر شام کو بسیرا کرنا ہے۔ انہوں نے جواں عمری ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

پیرزادہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حافظ نصیر الدین صاحب' پیرزادہ احمد ندیم قاسمی اور میں حضرت میاں صاحب سے ملاقات کے لئے آرہے تھے۔ راستہ میں حافظ صاحب نے کہا بزرگوں کا دستور ہے کہ وہ دل میں کوئی خواہش یا آرزو لئے بغیر کسی درویش کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتے۔ ہم میاں صاحب کے ہاں جا رہے ہیں۔ کوئی نہ کوئی خواہش لے کے جائیں۔ حافظ صاحب نے کہا کیا ہی اچھا ہو جو میاں صاحب سبز چائے کا قہوہ پلائیں۔ ندیم صاحب نے کہا میں تو میاں صاحب سے شعر سننا

Marfat.com

پسند کروں گا۔ میرے پاس ورد کے لئے تسبیح نہیں تھی' میں نے کہا اگر میاں صاحب تسبیح عنایت فرمادیں تو خوب رہے۔

چنانچہ ہم مکان شریف پر پہنچے تو میاں صاحب ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے اور ہم نیاز حاصل کر کے ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آپ نے بابا نور محمد (خادم) سے کہا' گھر میں دودھ نہیں ہو گا' سبز چائے کا قہوہ بنا لاؤ۔ پھر ندیم صاحب سے مخاطب ہو کر فانی کا یہ شعر پڑھا:

ہیں وہ مختار' جزا دیں کہ سزا دیں فانی
دو گھڑی ہوش میں آنے کے گنہگار ہیں ہم

اور پھر کوک (قیمتی لکڑی) کی تسبیح' جس پر اس وقت آپ ورد کر رہے تھے' مجھے عنایت کر دی اور پڑھنے کے لئے وظیفہ بھی تلقین فرمایا (بحمد اللہ وہ تسبیح اب راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے)۔۔۔۔ ہم تینوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

پیر زادہ صاحب ایک مرتبہ مکان شریف پر حاضر ہوئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت میاں صاحب بڑے بنگلہ (کمرہ) میں آرام فرما رہے تھے۔ پیرزادہ صاحب نے دیکھا کہ آپ کے وضو کے پانی والے کوزے (مٹی کے لوٹے) خالی پڑے ہیں۔ وہ کوزے بھرنے مٹ (پانی کا مٹکا) تک گئے جب واپس مزار شریف (حضرت میاں عبدالعزیزؒ کا مزار) کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک لمبی جست لی بعد میں حضرت میاں صاحب کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ جب میں مزار شریف کے قریب پہنچا تو حضرت میاں عبدالعزیزؒ اچانک مزار سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: "محمد حیات! خدمت ہی میں عظمت ہے' تجھے ایسا ہی کرنا چاہیے۔"

ایک دفعہ پیرزادہ صاحب حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یہ شعر پڑھ کر ان کا استقبال کیا:

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

Marfat.com

پیرزادہ صاحب نے اس شعر سے جواب دیا:

جو بچھ چکا ہے سایہ دیوار یار میں
اس بوریے پہ تخت سلیماں نثار ہو

دونوں شعروں میں "بوریا" کا استعمال کتنا پرلطف ہے۔۔۔ حضرت میاں صاحب برمحل جواب پر بہت محظوظ ہوئے اور کافی دیر تک زیرلب یہ شعر دہراتے رہے۔

قاسمی صاحب بڑے دنوں سے اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لئے آسام میں مقیم تھے۔ حضرت میاں صاحب ان کے لئے اداس رہتے تھے۔ ایک دن آپ نے ریڈیو کا والیم کھولا تو گلوکار فانی کی غزل کا یہ شعر گا رہا تھا:

وعدے کی رات گردش افلاک رک گئی
جب تجھ سے بن گئی تو زمانہ بگڑ گیا

اسی دن شام کی ڈاک میں قاسمی صاحب کا خط موصول ہوا۔ انہوں نے لکھا تھا:
"سنائیے صاحب، کیسا رہا

وعدے کی رات گردش افلاک رک گئی
جب تجھ سے بن گئی تو زمانہ بگڑ گیا"

حضرت میاں صاحب کا شعری ذوق

حضرت میاں صاحب اپنے زمانے کے زاہد مرتاض تھے۔ لیکن مزاج میں خشکی نام کو نہیں تھی۔ آپ عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق بھی رکھتے تھے۔ آپ کی ذاتی لائبریری میں عربی، فارسی اور اردو کے نابغہ روزگار شاعروں کے کئی دیوان موجود ہیں۔

بحیثیت شاعر آپ نے کسی ایک شاعر کو پسند نہیں کیا۔ مختلف شعرا کے اشعار انتخاب فرماتے اور وہی آپ کی پسند ہوتی تھی۔ فارسی میں جامی، نظامی، حافظ شیرازی، خسرو، بیدل اور اردو شاعری میں غالب، اقبال، فانی، عدم اور ندیم کا مطالعہ کرتے تھے۔ شاعری کا باقاعدہ مطالعہ صرف ابتدائی عمر میں کیا۔ عمر کے وسطی اور آخری حصے میں

Marfat.com

اوراد و وظائف میں اس طرح مشغول ہوئے کہ کسی دوسرے مطالعے کی فرصت ہی نہ رہی۔ حافظہ اتنا اچھا تھا کہ شعر ایک مرتبہ نظر سے گذر جاتا تو کبھی نہ بھولتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو شعرائے متقدمین کے ہزار ہا شعر ازبر تھے اور موقع محل کے مطابق بڑی خوبی سے ان کا استعمال کرتے تھے۔ ایسے اشعار جن کا موضوع تصوف ہوتا' بڑے ذوق سے پڑھتے اور جب ان اشعار کی شرح کرتے تو ان میں دقیق فلسفیانہ نکات اور متصوفانہ رموز اس شیرینی اور حلاوت سے بیان کرتے کہ شعر کی لطافت دوبالا ہو جاتی۔
ایک بار دیوان غالب کے پہلے شعر:

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

کی شرح بیان کی۔ فرمایا اس شعر میں مسئلہ وحدۃ الوجود پورے طور پر سمو دیا گیا ہے۔ تصویر وجود مطلق ہے اور پیکر تعینات ہیں۔ جہاں رنگ و بو کے نشیب و فراز' سردی و گرمی' بہار و خزاں' اندھیرا و اجالا سب پیکر ہیں۔ فرمایا تشبیہ نہیں تمثیل ہے۔ کھجور کی گٹھلی بوئی جائے۔ وہ اگتی ہے تو اگا ہوا حصہ بھی دراصل گٹھلی ہے' تنا' شاخیں' پتے' کونپلیں بھی گٹھلی ہیں۔ پھر کھجور لگتی ہے وہ بھی گٹھلی ہے۔ اسے انسان کھاتا ہے' جو کچھ کھاتا ہے وہ بھی گٹھلی ہے اور جس گٹھلی کو پھینکتا ہے وہ بھی گٹھلی ہے۔ وہی ایک گٹھلی جو بوئی گئی تھی مختلف صورتوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ فرمایا شعر کی رو سے گٹھلی وجود مطلق اور ذات بحت ہے۔ اسی کا تنا' شاخیں' پتے' پھل وغیرہ کاغذی پیرہن اور شیون و تعینات ہیں۔

لا آدم فی الکونین ولا ابلیس لا ملک سلیمان و لا بلقیس
فا الکل عبارۃ و انت المعنی یا من ہو للقلوب مقناطیس

عشق کائنات کی ہر چیز میں اور ہر سمت جلوہ گر ہے' پس تم آنکھیں کھولو تاکہ جس کے تم متلاشی ہو' اسے دیکھ سکو۔

حضرت میاں صاحب کو ابتدائے عمر میں غالب کا کلام بہت پسند تھا۔ ایک مرتبہ

Marfat.com

آپ چک ۱۰۲ (کسووال) کے ملک شمشیر علی کے گھر تشریف فرما تھے۔ ملک صاحب نے میز پر رکھے ہوئے گراموفون کا والیم کھول دیا۔ غالب کی اس غزل کا ریکارڈ چل رہا تھا:

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

ملک صاحب بیان کرتے ہیں کہ غزل کے مذکورہ شعر پر آپ کو وجد ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد حرکت میں آکر کمرے میں پرواز کرنے لگے۔ میں نے فوراً گراموفون بند کر دیا۔ کافی وقت بعد جب آپ کی طبیعت بحال ہوئی تو فرمایا میری طبیعت آمادۂ سماع نہیں تھی تم نے گراموفون کھول کر مجھے پریشان کیا ہے۔

حضرت میاں صاحب جب بندیال میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے تو کفری کے ایک مولوی صاحب بھی آپ کے ہم سبق تھے۔ مولوی صاحب جب گھر کے لئے اداس ہوتے تو روتے اور کہتے ظالم ہیں وہ مائیں جو بیٹوں جیسی نعمت کو جدا کر دیتی ہیں۔ حضرت میاں صاحب جب اداس ہوتے (عمر تقریباً ۱۴' ۱۵ سال) تو دل بہلانے کے لئے غالب کی یہ غزل ترنم سے پڑھتے:

یہ تصرف اللہ اللہ تیرے میخانے میں ہے
مے میں وہ مستی کہاں جو تیرے مستانے میں ہے

اس غزل کا یہ شعر بہت پسند تھا:

سلسبیل و کوثر و تسنیم و جنت کی بہار
یا خرام یار میں یا اپنے پیمانے میں ہے

عہد شباب میں پیرزادہ محمد حیات قاسمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو شعر خوانی کا دور چلتا۔ مسئلہ وحدت الوجود اور معرفت و حقیقت کے دقیق مسائل کی شرح شعروں کی زبان میں ہوتی۔ پیرزادہ صاحب بھی لطیف ذوق کے حامل تھے۔ فارسی وارد و اشعار برمحل کہنے میں انہیں بڑا ملکہ حاصل تھا۔ ان کے اس ذوق طبعی سے حضرت میاں

Marfat.com

صاحب کا ساز ذوق بھی چھڑتا اور کبھی کبھی تو پوری رات شعر خوانی میں گذر جاتی۔

پیر زادہ احمد ندیم قاسمی (ملک کے نامور شاعر و افسانہ نگار) جو پیر زادہ محمد حیات قاسمی کے چچازاد ہیں' ان کے ہمراہ اکثر آپ سے ملنے آتے تھے۔ اسی زمانے میں عبدالحمید عدم بھی ندیم صاحب کے ساتھ آپ کی ملاقات کے لئے آئے اور بہت محظوظ ہوئے۔ ندیم صاحب کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اور حضرت میاں صاحب بھی ان سے بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ شاعری کے ابتدائی دور میں ندیم اپنا کلام آپ کو دکھاتے تھے۔ ان کی بہت سی غزلوں اور نظموں کے قلمی مسودے آپ کی لائبریری میں موجود ہیں۔

اقبال کے کلام میں جذبات کی پختگی' تخیل کی بلندی اور بیداری کا جذبہ' جس نے خوابیدہ قوم کو جگایا' حضرت میاں صاحب کو بہت پسند تھا۔ آپ کی رائے میں' انہی خیالات و احساسات نے ہماری مردہ قوم کو دوبارہ زندگی دے کر مستقبل کی روشن راہوں پر گامزن کیا۔ غالب کے ہاں چونکہ خود فراموشی و خود سپردگی اور واردات قلبی کے مضامین بڑی بے ساختگی سے ادا ہوئے ہیں' اس لئے آپ اقبال کے ساتھ ساتھ غالب کو بھی بہت سراہتے تھے اور فرماتے تھے غالب عاشقوں کا شاعر ہے۔

آپ کی نفاست طبع اور ذوق شعر کے بارے میں حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ گرمیوں کے موسم میں میں اور میاں صاحب بابا احمد دین کے کنویں سے بس پر سوار ہونے کے لئے سہرال آئے۔ رات وہیں قیام تھا کھانے کے بعد مشائخ کے ملفوظات اور قدیم صوفیا کی شاعری پر گفتگو ہونے لگی۔ میں نے خواجہ حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھا:

می ترسم از خرابی ایماں کہ می برد
محراب ابروئے تو حضور از نماز من

تو حضرت میاں صاحب پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ اپنی آرامگاہ میں چلے گئے۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد اتفاق سے پھر وہیں قیام تھا۔ میاں

Marfat.com

صاحب نے بتایا کہ اس روز جب میں آپ سے اٹھ کر خوابگاہ میں گیا تو ایک بزرگ تشریف لائے۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ میں شمس الدین شیرازی (خواجہ حافظ) ہوں۔ میں نے کہا کیسے تکلیف فرمائی؟ کہنے لگے: "میاں صاحب کیا ہی اچھا ہوتا جو آپ کے سوز دروں میں سے کچھ حصہ مجھے بھی عطا ہوتا۔" پھر خواجہ صاحب نے فرمایا، کتنا درد آشنا تھا وہ دل جو قدرت نے میاں صاحب کے سینے میں رکھا تھا۔

حضرت میاں صاحب اور تصوف

تصوف، محبت و اخوت اور ہمدردی و مروت کا پیغام ہے۔ اس کی ابتداء پر غور کیا جائے تو ہمیں اس کی دلیل مل جاتی ہے۔ ای جی براؤن نے "تاریخ ادبیات ایران" میں تصوف کے ماخذ کے سلسلے میں چار نظریات پیش کئے ہیں۔۔۔ اول یہ کہ تصوف دراصل ان مخفی اصولوں کی نمائندگی کرتا ہے جو حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاص صحابہ کو تعلیم فرمائے۔ دوم، تصوف اس ردعمل کا نام ہے جو آریائی اذہان پر جبراً سامی مذہب مسلط کرنے سے پیدا ہوا۔ سوم، تصوف اشراقیت (نو افلاطونیت) کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ چہارم، تصوف کی نشوونما خود بخود بالکل آزادانہ طور پر ہوئی۔

مذکورہ بالا نظریات میں پہلا نظریہ زیادہ معقول، دلنشیں اور قوی ہے اور تصوف کے باطنی معنوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

اسلامی تصوف کے مخفی اصولوں میں، جن کا ذکر ای جی براؤن نے کیا ہے، ایک اصول "پیغام محبت" ہے۔ اس کا مقصد معاشرے کے مختلف عناصر میں یکجہتی پیدا کرنا ہے۔ حضرت میاں صاحب کے حالات زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شب و روز آپ کی یہی کوشش رہی ہے کہ معاشرے میں محبت اور خیرسگالی کا ماحول پیدا ہو۔ لوگوں کے قرب اور خانقاہ میں ہمہ وقت حاضری کی وجہ سے آپ ان کی نفسیات سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اس لئے آپ ان کی مزاجی کیفیات کی نشاندہی کے حوالے سے موثر انداز میں ان کے اخلاق کی اصلاح بھی کرتے تھے اور اخوت، ہمدردی اور محبت

Marfat.com

کی وہ فضا پیدا کر دیتے' جس میں نفاق کا شائبہ تک نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا مقصد ایک ایسا صحتمند معاشرتی نظام قائم کرنا تھا جو اختلافات' تنازعات' امتیازات' نفرت اور حسد سے پاک ہو اور ایسے ہی معاشرے میں آپ انسانی مسرت کا راز پوشیدہ سمجھتے تھے۔ آپ کی محبت و مروت کا نتیجہ تھا کہ مختلف طبقوں کے لوگ ذاتی معاملات کے سلجھاؤ کے لئے بھی آپ پر بے پناہ اعتماد کرتے تھے۔

حضرت میاں صاحب کی تعلیم تصوف کا ایک پہلو "خلوص و وفا" ہے۔ آپ کی ذات محبت و مروت کا پیکر تھی۔ نجی اور عوامی زندگی میں کوئی تضاد نہیں تھا اور نہ قول و فعل ہی آپس میں متصادم ہوتے تھے۔ حضرت میاں صاحب نہایت رقیق القلب انسان تھے۔ نوع انسان کے مصائب پر آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ آپ کا سلسلہ تصوف نہ تو مقامی تھا اور نہ ہی اس کا حلقہ محدود تھا۔ آپ کی وسیع المشربی اور کشادہ دلی نے آپ کے ہاں اخلاص کی بے پناہ قوت پیدا کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ تصوف کے تمام سلاسل کے صوفیا آپ کے نزدیک قابل احترام تھے اور کیوں نہ ہوتے سب ایک ہی شمع رسالت کے پروانے تھے' یہاں رقابت کہاں:

محبت چوں تمام افتد رقابت از میاں خیزد
بطوف شعلہ ای پروانہ با پروانہ می سوزد

عبادت و ریاضت کی کثرت کے باوجود حضرت میاں صاحب کے مزاج میں تلخی کا عنصر سرے سے مفقود تھا۔ بلکہ مزاج میں لطافت' شیرینی' نرمی اور ایک خاص قسم کی لذت پوشیدہ تھی۔ جس سے آپ افسردہ دل لوگوں کو مسرور کر دیتے تھے۔ حضرت میاں صاحب اپنی خوشگوار مسکراہٹ' رسیلی گو نجدار آواز اور چہرے کے پر کشش اور تابندہ تاثرات کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ فہم و فراست کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی بات کسی کو سمجھانا مقصود ہوتی تو نصیحت کا بلاواسطہ انداز اختیار نہیں کرتے تھے بلکہ بالواسطہ اور ٹھوس انداز میں سمجھاتے۔ جس سے بات مخاطب کے ذہن نشین ہو جاتی۔

تصوف کے مقامات میں "مصائب پسندی" کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسے

Marfat.com

اصطلاح میں "تسلیم و رضا" کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت میاں صاحب اس خوبی سے بدرجہ کمال متصف تھے۔ آپ کو مصائب سے محبت تھی' جس کی دو جہتیں تھیں۔ ایک انفرادی--- دوسری اجتماعی--- انفرادی اس لحاظ سے کہ آپ نے اپنے لئے مصائب و تکالیف کی کٹھن راہوں کا انتخاب کیا اور شہرت پر گمنامی کو ترجیح دی۔ آپ کے مسلک میں اپنے روحانی مقام کا اظہار وسیع الظرفی کے خلاف تھا۔ آپ کی زندگی کے مختلف ادوار مصائب و آلام کی جکڑ بندیوں میں اتنی سختی سے جکڑے ہوئے تھے کہ عام ذہن ان کے نتائج کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

خانقاہی انتظام و انصرام سنبھالنے کے بعد تنگی و عسرت کا ایک دور ایسا تھا کہ زائرین کے لئے خورد و نوش کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہو سکتا تھا۔ اکثر آپ کو اور معتقدین کو جنگلی پھلوں پر گذر بسر کرنا پڑتی۔ فتوح آتی تھیں لیکن مستحقین میں بانٹ دی جاتی تھیں۔

برادری' عزیز و اقارب اور امرا و روسا کے پیدا کردہ ناسماعد حالات' نیز معاشی و معاشرتی مسائل' غرض کئی ایسی الجھنیں تھیں جنہیں آپ کو سلجھانا پڑا۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود گویا کچھ بھی نہیں تھا۔ مصائب کی برداشت کے بارے میں آپ کا مسلک یہ تھا:

آہ نہ بھر لبوں کو سی عشق ہے دل لگی نہیں

ایک مرتبہ فرمایا کہ اتفاق سے میں ایک رات قاضی مظہر قیوم صاحب (نوشہرہ) کے ہاں ٹھہرا۔ قاضی صاحب نے فرمایا گذشتہ رات انگہ اور دوسرے شہروں کے کچھ احباب یہاں موجود تھے۔ دوران گفتگو بات چل نکلی کہ موجودہ دور میں پر سکون اور آزاد زندگی کون گذار رہا ہے؟ سب نے متفقہ طور پر کہا: میاں صاحب کو طمانیت قلب کی نعمت نصیب ہے۔

میں نے قاضی صاحب سے کہا' آپ بھی کٹھن اور پریشان کن حالات کے باوجود (قاضی صاحب کی اولاد نرینہ نہیں تھی) خوش مزاجی اور آزادی سے وقت گذار رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے جواب دیا الحمد للہ! ایسا ہی ہے۔ لیکن آپ فرمائیں کہ غم و

Marfat.com

آلام سے گھبرا کر کبھی روئے بھی ہیں۔ میں نے کہا تلخی ایام کی وجہ سے رونا یاد نہیں۔ قاضی صاحب نے کہا میں تنہائی میں کبھی کبھی رو لیتا ہوں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت نے میاں صاحب کو مصائب و آلام برداشت کرنے کا بے پناہ حوصلہ ودیعت کیا تھا۔ حضرت میاں صاحب کے نظریہ تسلیم و رضا کا اندازہ ان کے ایک ملفوظ سے بھی ہوتا ہے۔

حضرت صاجزادہ عزیز احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت والد گرامی نے مجھ سے توحید کے معنی دریافت کئے۔ میں نے عرض کیا توحید سے مراد "خدا کی وحدانیت" ہے۔ فرمایا غیر مسلم بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق ایک خدا ہے۔ میں نے پہلے جواب میں ایک جملے کا اضافہ کیا۔ "خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔" فرمایا یہ کہنے سے کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں' اقرار کرنے والے کی شان کا اظہار ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ آپ نے توحید کا مفہوم دو لفظوں میں بیان کر دیا' فرمایا "توحید نسیان حوادث کا نام ہے۔" مراد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی محبت میں یوں محو ہو جائے کہ حوادثات و مشکلات اور مصائب و آلام اس کے دل کے حساس پردوں میں معمولی سا ارتعاش بھی پیدا نہ کر سکیں۔

اس کی مزید وضاحت کے لئے آپ نے بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ذکر فرمایا:

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے صاجزادے نصیر الدین صاحب سخت بیمار تھے۔ طبیب ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ ایک طبیب نے آکر بابا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ صاجزادہ صاحب قریب مرگ ہیں۔ بابا صاحب نے تھوڑے توقف کے بعد صرف اتنا فرمایا "الحمدللہ" معالج خاموشی سے واپس چلا گیا۔ ادھر اتفاقاً مریض کی طبیعت سنبھلنے لگی۔ کچھ دیر بعد طبیب نے دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ صاجزادہ صاحب کی طبیعت اب قدرے بہتر ہے۔ آپ نے اتنے ہی توقف کے

Marfat.com

بعد پھر فرمایا "الحمد للہ" طبیب کے جانے کے بعد ایک خادم نے عرض کیا کہ دوسری مرتبہ آپ کا جواب الحمد للہ تو ظاہری حالات سے مطابقت رکھتا تھا۔ لیکن پہلی دفعہ خبر بد سننے پر الحمد للہ کہنے کا کیا جواز تھا۔ بابا صاحب نے فرمایا جب معالج نے ان کی شدت مرض کی خبر دی تو میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو اسے بدستور یاد الٰہی میں مشغول پایا۔ دل کی اس ادائے نیاز کو دیکھ کر الحمد للہ کہا۔ دوسری بار اچھی صحت کی خبر سن کر بھی دل کو ویسی ہی حالت میں پایا تو بھی الحمد للہ کہا' کہ اصل سرمایہ دوست کی محبت ہے' نہ دنیاوی خوشی نہ غم۔ عاشق کی رضا' محبوب کی رضا میں ہے:

تیری رضا کے سامنے' تیری خوشی کے سامنے
میری رضا رضا نہیں' میری خوشی خوشی نہیں

حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ انسان کو ہر حال میں خوش رہنا چاہیے۔ دکھ اور غم ہو تو بھی دوست کی نشانی اور سکھ اور چین ہو تو بھی اسی کی مہربانی۔ توحید پر کامل ایمان صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان دکھ اور سکھ میں تفریق نہ کرے:

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں

چونکہ تصوف کا بنیادی مقصد تزکیہ نفس ہے اور انسان کو حسد' بغض' نفرت اور لالچ ایسی بیماریوں پر قابو پانے کے لئے تیار کرنا ہے اس لئے حضرت میاں صاحب کی تعلیمات میں تزکیہ نفس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ نفس کی پاکیزگی' کسب حلال' صبر و تحمل اور خدمت خلق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس ضمن میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم ادہم بلخی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے اسم اعظم کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے جواب میں کہا اسم اعظم یہ ہے کہ تم اپنے پیٹ کو لقمہ حرام سے بچا لو تو خدا کے جس نام کو بھی پڑھو گے وہی اسم اعظم ہے۔

تصوف کی درج ذیل کتابیں خاص طور پر حضرت میاں صاحب کے زیر مطالعہ رہتی تھیں:

Marfat.com

فوائد الفواد، مرآت العاشقین، نافع السالکین، فصوص الحکم، اخبار الاخیار، نفحات الانس، ہشت بہشت اور مثنوی مولانا روم وغیرہ

شیخ طریقت سے محبت

ہر قوم راست را ہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم بر طرف کجکلا ہے

حضرت میاں صاحب، اتباع و عشق شیخ کا کامل مظہر تھے۔ شیخ کے فرمان کو ہر چیز پر مقدم جانتے تھے۔ محبت ایک ایسا حساس اور لطیف جذبہ ہے جسے جانچنے کا کوئی پیمانہ نہیں، البتہ دو اصول ہیں جن کے ذریعے عاشق کے جذبات محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

ایک اتباع۔ دوسرا خود سپردگی

حضرت میاں صاحب کے جذبات انس و وفا اپنے شیخ کامل سے جس وارفتگی کے ساتھ وابستہ تھے، اس کا اندازہ آپ کی زندگی کے شب و روز کے معمولات سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ سے بڑے مسائل تک میں مرشد کریم کے احکام کو مشعل راہ بنایا۔ سیاست، معاشرت اور اخلاقیات و روحانیات غرض زندگی کے کسی بھی شعبہ میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جو شیخ کی رضا کے خلاف ہو۔

آپ ذاتی طور پر سیاست کو پسند نہیں کرتے تھے۔ البتہ سیال شریف کے سیاسی احکام کی تعمیل ضروری سمجھتے تھے۔ حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات میں ملک و ملت کی تعمیر کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ ملک کو جب بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، آپ کی خدمات پیش پیش رہیں۔ حضور شیخ الاسلامؒ نے تحریک پاکستان کے دور میں جب سرگودھا مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی اور آپ کو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا تو حضرت میاں صاحب نے اس حوصلہ شکن اور ہوشربا دور میں بھی اپنے شیخ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ میدان عشق و محبت کا یہ شہسوار بھلا کیسے گوارا

Marfat.com

کرتا کہ اس کا محبوب شیخ الاسلامؒ تو انگریزوں کی حراست میں ہو اور وہ پھولوں کی سیج پر سوئے۔ ہر جلسے' جلوس اور قید کی کال کوٹھری میں آپ حضور شیخ الاسلامؒ کا سایہ بن کر رہے۔

وادی سون میں تحریک آزادی پاکستان کے دو روشن نام' جن کی انتھک محنت نے لوگوں میں ایک آزاد وطن کے حصول کا جذبہ بیدار کیا اور انہیں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کیا' حضرت میاں عبدالحمیدؒ اور حضرت مولانا محمد علی سرکویؒ ہیں۔ یہ دونوں حضرات بارگاہ سیال شریف سے مجاز تھے اور آپس میں محبت و مودت کا انمٹ تعلق رکھتے تھے۔ علاقے میں ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ ان کے معتقدین و متعلقین ان کی آواز پر لبیک کہتے تھے۔ حضرت میاں صاحب چونکہ وادی سون کے مرکزی گاؤں کفری میں قیام پذیر تھے اس لئے لوگوں سے رابطے اور انتظامی معاملات میں آپ کا کردار زیادہ موثر تھا۔

۱۹۴۶ء کے عام انتخابات مین نوابزادہ ملک محمد ممتاز ٹوانہ مسلم لیگ کا امیدوار تھا۔ وادی سون کا علاقہ اس کے حلقہ انتخاب میں شامل تھا۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب کو ایک خط تحریر کیا' جس میں لکھا کہ ٹوانہ صاحب کی جیت اسلام کی جیت ہے اور ان کی شکست اسلام کی شکست ہے۔ اس لئے ان سے ہر ممکن تعاون کیا جائے۔ اپنے متعلقین کو حکم دیں کہ وہ مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔

حضرت میاں صاحب نے جذبہ آزادی وطن اور شیخ کامل کے حکم کی تعمیل میں رات دن ایک کر دیا۔ لوگوں سے رابطہ قائم کیا۔ ان کے سامنے مسلم لیگ اور کانگرس کے منشور کا تقابلی جائزہ پیش کیا اور انہیں بتایا کہ اگر تم بھرپور مذہبی و معاشرتی زندگی گذارنا چاہتے ہو اور ہندوؤں اور انگریزوں کے پنجہ استبداد سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی حل ہے--- اپنا آزاد ملک یعنی پاکستان ---- جس میں نظام اسلام رائج ہو' خوف و ہراس اور بے چینی کی فضا نہ ہو اور صرف آزادی کا راج ہو۔

Marfat.com

چنانچہ ٹوانہ صاحب کی حمایت میں نوشہرہ کی عید گاہ میں ایک انتخابی جلسہ کیا گیا۔ جس کی صدارت حضور شیخ الاسلامؒ نے کی۔ تلاوت کا اعزاز میاں رکن عالم صاحب (مکڑمہی) نے حاصل کیا۔ یہ جلسہ وادی سون کی تاریخ میں پہلا بڑا انتخابی جلسہ تھا۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو ڈھاکہ (نوشہرہ کا مضافاتی گاؤں) سے عید گاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت میاں صاحب کا لوگوں سے موثر رابطہ اور مخلصانہ کوششیں رنگ لائیں اور مجمع نے متفق الرائے ہوکر حضرت شیخ الاسلامؒ کی آواز پر لبیک کہا اور مسلم لیگی نمائندہ کی حمایت کا وعدہ کیا۔ یہ وعدہ زبانی نہیں تھا۔ لوگوں نے انتخابات میں اس کا عملی ثبوت دیا۔ وادی سون کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے انتخابی مراکز سے مسلم لیگی امیدوار کے لئے ۹۹ فی صد ووٹ شمار کئے گئے۔

حضرت میاں صاحب کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ سول نا فرمانی کی تحریک کے سلسلے میں وادی سون میں سب سے پہلی گرفتاری پیش کرنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ نوشہرہ لاری اڈہ پر مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں قاضی مرید احمد مرد والوی نے حاضرین سے خطاب کیا۔ جلسہ کے اختتام پر اڈہ سے تھانہ تک جلوس نکالا گیا۔ جس کی قیادت حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ نے کی۔ تھانہ پہنچ کر آپ نے اپنے تین ساتھیوں، میاں سراج دین صاحب (کفری)، میاں رکن عالم صاحب (مکڑمہی) اور محمد حیات صاحب (مکڑمہی) کے ہمراہ گرفتاری پیش کی۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے جمعیت العلماء پاکستان کے صدر کی حیثیت سے وادی سون کے حلقہ میں ملک انور علی ٹوانہ کو نمائندگی دی علاقے کے لوگوں نے سیاسی سطح پر ملک صاحب سے اختلاف کیا۔ انہوں نے قومی و علاقائی تعصب کو ہوا دے کر ان کے مقابلے میں ایک آزاد اعوان نمائندہ کھڑا کر دیا۔ وادی سون میں، حضرت میاں صاحب کے متعلقین خصوصاً برادری کے لوگ اس آزاد نمائندہ کی حمایت میں تھے۔ لیکن آپ نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ پوری سون ایک طرف ہوجائے میں اپنے شیخ کی عزت و ناموس کی خاطر ووٹ اس شخص کو دوں گا جسے حضرت

Marfat.com

پیر سیال نے نمائندگی دی ہے۔ برادری کے سرکردہ لوگ جانتے تھے کہ علاقے میں اثر و رسوخ کی وجہ سے آپ کی رائے ٹوانہ صاحب کے لئے فائدہ بخش ہو سکتی ہے۔ اس لئے انہوں نے آپ کی انتخابی رائے تبدیل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ لالچ دیا' دھمکیاں دیں' لیکن آزمائش کے اس دور میں آپ کے پائے استقلال میں معمولی لغزش بھی پیدا نہ ہوئی۔ ایک دن آپ کے ایک قریبی رشتہ دار' آزاد نمائندہ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعاون کی درخواست کی۔ آپ نے نہایت سخت لہجے میں جواب دیا: "میرا گھر تمہارا اپنا گھر ہے' جب چاہو جس طرح چاہو سر آنکھوں پر آؤ' لیکن آئندہ کوئی ایسا مقصد لے کر نہ آنا جو میرے شیخ کی رضا کے خلاف ہو۔"

نہ تاج و تخت میں' نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

سیاست سمیت زندگی کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں جس میں آپ نے اپنے شیخ طریقت کے عشق کو مشعل راہ نہ بنایا ہو۔

حکیم صالح محمد مرحوم روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ سے پوچھتا کیا آپ فلاں شخص کو جانتے ہیں؟ تو آپ فرماتے: "میں صرف پیر سیال کو جانتا ہوں اور کسی کو نہیں جانتا۔"

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد

محبت چاہنے والوں سے قربانی طلب کرتی ہے۔ اگر عاشق صادق اپنی جان' مال' عزت و آبرو غرض دونوں جہاں محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دے تو دنیائے عشق و محبت میں اسے عاشق شادکام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور وہ محبوب کی طرف سے انعام و اکرام کا مستحق قرار پاتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے یہ الفاظ:

"اگر کوئی شخص حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے خلفا میں سے کسی

Marfat.com

کی زیارت کرنا چاہے تو میاں صاحب کو دیکھ لے۔"

اپنے اندر کرم و عنایت کا بے پناہ خزانہ رکھتے ہیں۔ حضرت میاں صاحب کے نظریہ تصوف کے مطابق درست ہے کہ:

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت ازو بداں کہ بخدمت گماشت

لیکن ان الفاظ کے پس منظر میں حضرت میاں صاحب کا بے پایاں خلوص' جذبات محبت کی وارفتگی' خون جگر کی آمیزش اور خود سپردگی کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن ہے۔ قربانی و ایثار آپ کی زندگی کا عنوان تھا۔

والد کے اکلوتے بیٹے' نہ چچا نہ ماموں' نہ بھائی' نہ بھتیجا' اپنے ماحول میں تن تنہا' ادھر مصائب و مشکلات کی موجوں کے بے رحم تھپیڑے۔ جو بیگانے تھے وہ تو تھے ہی' جو جاں نثار تھے گردش روزگار نے انہیں بھی بیگانہ بنا دیا۔ خونی رشتے کی وجہ سے جو دکھوں اور غموں کا مداوا بن سکتے تھے' وہ پتے بھی ہوا دینے لگے۔ بھری دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جسے مونس و غمگسار کہا جا سکتا۔

قدرت نے نڈھال دل کا سہارا بیٹے کی صورت میں عطا کیا۔ عزیز احمد نام رکھا۔ اس کے نام میں بھی اتنی ہی رعنائی ہے' جتنی وجود میں۔ پالا پوسا' تربیت کی' جواں ہوا' بوڑھے باپ کی ڈھارس بندھی' ماضی کے بھیانک خواب پاش پاش ہو گئے۔ مستقبل کے روشن و تابناک تصورات نے نور کا ہالہ بن کر گھیر لیا۔ خاطر جمع ہوئی۔ جب گل رعنا پر بہار آئی' عنفوان شباب میں قدم رکھا--- شیخ طریقت نے اپنی خدمت کے لئے بوڑھے باپ سے جواں سال بیٹا مانگ لیا۔ گویا محبت نے قربانی مانگی۔ ایک طرف مرشد مکرم کی محبت تھی اور دوسری طرف لخت جگر کی تڑپ:

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

شیخ کی محبت غالب آئی۔ ان کے قدموں پر اپنی زندگی کا سرمایہ قربان کر دیا:

Marfat.com

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ ای
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

مرشد کامل نے بھی اس امانت کی کیا لاج رکھی، ایک ہی نظر میں حقیقت و معرفت کا وہ جام پلا دیا جس کا نشہ آج تک اترا نہیں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

اپنے والد گرامی کے انتقال (۱۹۷۷ء) تک صاحبزادہ عزیز احمد صاحب تقریباً ساڑھے گیارہ سال کا طویل عرصہ اپنے شیخ کے آستان پر دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں بحیثیت صدر مدرس درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اتنا طویل عرصہ اور اتنا نازک رشتہ لیکن کیا مجال جو دامن ذرا بھی الجھا ہو۔ حضرت میاں صاحب فرماتے تھے کہ عزیز احمد کی سیال شریف مسلسل حاضری سے بہت ڈرتا ہوں۔ اس عرش سے نازک مقام پر معمولی لغزش بھی خرابی ایماں کا باعث بن سکتی ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

فرزند عظیم نے اس معاملے میں کبھی اپنے والد گرامی کو آزردہ خاطر نہیں ہونے دیا بلکہ عشق و محبت، ادب و نیاز، تواضع و فروتنی اور خداداد فہم و فراست سے اپنے محبوب شیخ کے دل میں وہ اعتماد پیدا کیا کہ حضور شیخ الاسلامؒ نے اپنے وصیت نامہ میں صاحبزادگان کے نام تحریر کیا تھا کہ:

"مولوی عزیز احمد صاحب کو اپنے ہر مشورہ میں شامل رکھیں"

جوں جوں حضرت میاں صاحب کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا، شعلہ عشق تیز تر ہو رہا تھا۔ انتقال سے ایک سال پہلے ۲ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ کو صاحبزادہ صاحب ایک ماہ کی رخصت گزارنے کے بعد سیال شریف روانہ ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت میاں صاحب پر مختلف جسمانی تکالیف غلبہ پا رہی تھیں۔ عمر تقریباً ۸۷ سال تھی۔ اس عمر میں دماغی و جسمانی قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ ضبط، حوصلہ اور قوت برداشت پر انسانی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ لیکن شہر تمنا کا یہ راہرو ان سب خطرات سے بہت دور جا چکا تھا:

Marfat.com

چو دل غمگین عشق آمد زغم ہا جملہ بے غم شد

وقت رخصت لخت جگر کی دوری' اپنی بیماری و تنہائی کا تصور' آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ مگر یکلخت قہقہہ لگا کر ہنسے اور فرمایا:

"یہ تو ایک عزیز احمد ہے' اگر ہزار عزیز احمد ہوں تو بھی پیر سیال کے قدموں پر قربان کر دوں۔"

اسے محبت کی معراج ہی کہا جا سکتا ہے۔ رسمی طور پر یہ جملہ کہہ دینا آسان ہے لیکن حالات گواہ ہیں کہ عاشق صادق نے اس کا وہ عملی ثبوت پیش کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت میاں صاحب نے شفقت پدری کو کبھی شیخ کی محبت پر غالب نہیں آنے دیا۔ ایک مرتبہ چک ۴۷ شمالی میں حاجی غلام محمد صاحب کے ڈیرے پر قیام پذیر تھے۔ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب سیال شریف سے مزاج پرسی کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ ملاقات کے وقت حضرت میاں صاحب نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ پھر تھوڑے توقف کے بعد فرمایا:

"تمہاری پیشانی کو تمہاری محبت کی وجہ سے نہیں' اس لئے چوم رہا ہوں کہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے یہاں بوسہ لیا ہے۔"

"اے گل بتو خرسندم' تو بوئے کسے داری"

مئی ۱۹۷۷ء میں جب حضرت میاں صاحب کی بیماری نے شدت اختیار کی تو صاحبزادہ صاحب دارالعلوم سے رخصت لے کر تیمارداری کے لئے حاضر ہوئے۔ تکلیف میں اضافہ ہوتا تو غنودی سی ہو جاتی۔ جب تکلیف کم ہوتی تو طبیعت سنبھل جاتی۔ اس کیفیت میں بھی مریض محبت کی نظر میں محبوب کی رضا مقدم تھی۔ محبوب شیخ کی رضا اور خواہش کا احترام اب بھی دامن گیر تھا۔ دو تین روز کی مسلسل غنودگی کے بعد جب ہوش میں آئے تو صاحبزادہ صاحب کو بلا کر فرمایا:

"میری طبیعت اب قدرے بہتر ہے۔ اچھا ہے آپ سیال شریف روانہ ہو

Marfat.com

جائیں۔ دارالعلوم میں آپ کے حاضر نہ ہونے کی وجہ سے حضور شیخ الاسلام پریشان ہوں گے۔"

سبحان اللہ ادھر زندگی کی آخری رمق' ادھر یہ حوصلہ---- یہ سب عشق کی کرشمہ سامانیاں ہیں۔ اسی طرح کے ایک موقع پر صاجزادہ صاحب کو یاد فرمایا۔ آنکھیں اشکبار تھیں۔ ارشاد فرمایا:

"موت کا تو کوئی ڈر نہیں' البتہ بیماری کی وجہ سے شیخ طریقت کے فرمائے ہوئے معمولات ناغہ ہوئے ہیں' اس کا بڑا قلق ہے۔"

۷ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ کو وصال کی علامات ظاہر ہوئیں۔ آخری وصیت کے لئے صاجزادہ عزیز احمد صاحب کو طلب فرمایا۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ (راقم الحروف بھی حاضر تھا) اور کچھ کہنا چاہا لیکن کمزوری اور زبان کی لکنت کی وجہ سے سمجھا نہ جا سکا۔ کچھ وقت کے بعد پھر ارشاد فرمایا:

"بیٹا سیال شریف کی راہ نہ چھوڑنا"

بقول شاعر:

پروانے اور شمع میں تفریق مٹ گئی
ٹوٹی ہیں کس مقام پر آکر جدائیاں

اللہ اللہ عشق کا جو درس عمر بھر ورد زباں رہا' اسے اپنے آپ تک ہی محدود نہیں رکھا' لخت جگر کی روح میں بھی اتار دیا۔

حضرت میاں صاحب اب اپنے مرشد کے رنگ میں پوری طرح رنگ چکے تھے۔ صورت و سیرت میں فنافی الشیخ ہو چکے تھے۔ عشق نے پیر اور مرید کی شکل و صورت میں مماثلت پیدا کر دی تھی۔ جذب کامل نے محبوب اور محب کے درمیان ایک مکمل وحدت خیال' کامل یک رنگی اور ہم آہنگی پیدا کر دی تھی اور من و تو کے تمام حجاب اٹھا دیئے تھے۔ اب تو یہ کیفیت تھی:

"یک جان در دو قالب' یک روح در دو تن' چوں یک ماہ در دو خانہ و یک بادہ در دو پیمانہ بودند۔"

Marfat.com

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حضرت میاں صاحب زندگی کا پچھتر سالہ عہد زریں گزار چکے تھے۔ اب محبت کے فاصلے سمٹنے لگے۔ محبوب کی بارگاہ ناز میں حاضری ہونے لگی۔ اپنے آپ کو جب وہاں دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے:

عقل اس معجزہ عشق پہ حیران ہوئی
ان کے دربار میں جب مجھ سا کمینہ دیکھا

لیکن جلد ہی یہ مقام بھی طے ہوا:

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

وہ عاشق صادق محبوب کی محبت اور قرب میں اس مقام تک پہنچ چکا تھا' جہاں قرب و بعد کے تمام فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔ من و تو کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ جہاں ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہیں ہوتی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچنے پر اکثر آپ کی زبان سے یہ شعر سنا گیا ہے:

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکیست اینجا
چوں وصل در نہ گنجد' ہجراں چہ کار دارد

دو شنبہ کے روز ۹ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ/۲۷ جون ۱۹۷۷ء کو وہ روشن ستارا' اس ردائے نیلگوں میں ہمیشہ کے لئے اتر گیا' جو اس کی اصل تھی' جس سے اور جس کے لئے وہ ظہور میں آیا تھا۔ وصال سے چند ثانئے قبل پیشانی پر اسم اعظم "اللہ" کا نقش ابھرا۔ یہ کیفیت عالم نمود کی الوداعی جھلک تھی۔ چہرہ وصال محبوب کی پر کیف تجلیات کے سامنے مجسمہ نیاز نظر آیا اور زیر لب اسم اعظم کا ورد کرتے ہوئے رو بقبلہ ہوئے۔

منگل کی صبح حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی امامت میں نماز جنازہ ہوئی۔ ہزار ہا لوگوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ نے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا:

Marfat.com

"میاں صاحب جب محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ناز میں حاضری ہو تو میرا سلام بھی عرض کرنا۔"

پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

چوبا حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفان بادہ پیما را

دن کے گیارہ بجے اس مجسمہ نورانیت' قبلہ روحانیت کے جسم اطہر کو خانقاہ کے شمال مشرقی حصہ میں والد گرامی (حضرت میاں عبدالعزیزؒ) کے پہلو میں دفن کر دیا گیا:

شدیم خاک ولیکن ببوئے تربت ما
تواں شناخت کہ زیں خاک مرد مے خیزد

حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی مدظلہ' نے تاریخ وصال کہی:

میاں صاحب کہ مغفور است و مرحوم ز دنیا رفت گویا بود معصوم
حقیقت در لباس شرع پوشید چو خوشبو در رگ گلہائے مکتوم
سنین عمر او ہفتاد و پنج است چو رحلت کرد از ہستی موہوم
نہم ماہ رجب در یوم اثنین شدہ واصل بذات حی و قیوم
ز فردوس بریں رضواں ندا کرد بیا عبدالحمید اے شیخ مرحوم

۱۳۹۷ھ

گوجرانوالہ سے محمد عارف صاحب نے بھی تاریخ کہی:

ز فردوس بریں "انک مغفور" ندا آمد

۱۳۹۷ھ

حضرت میاں صاحب کے وصال کے بعد تیسرے دن رسم قل کے موقع پر حضرت شیخ الاسلامؒ نے حضرت صاجزادہ عزیز احمد صاحب کو آپ کا جانشین مقرر کیا اور دستار بندی و دعا فرمائی۔

وصال کے ایک سال بعد آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کیا گیا جو آپ کے جانشین صاجزادہ عزیز احمد صاحب کے اعلیٰ ذوق تعمیر کا مظہر ہے:

Marfat.com

ایں مکانیست کہ منزل گہ جاناں بودست
رہ آمد شد آں سرو خراماں بودست

مٹی اور اینٹ کے بنے ہوئے اس مقبرے میں کیا حسن و جمال' کیا رعنائی و زیبائی' کیا دلکشی و دلبری ہے۔ سرتاپا مہرد جمال' جہاں وہ باکمال انسان حیات سری کی چادر تانے ابدی نیند سو رہا ہے۔ زمانے میں سیکڑوں انقلاب آتے رہے' آتے رہیں گے۔ دنیا کی شان و شوکت کو ان انقلابات نے محض خواب و خیال بنا دیا ہے۔ اور یہی انقلاب بڑے بڑے ناموں کو صفحہ کائنات سے حرف غلط کی طرح مٹاتے رہے ہیں اور مٹاتے رہیں گے۔ لیکن مرد قلندر کی یہ خانقاہ جب سے آباد ہے' اس کی شان و شوکت اور چہل پہل میں اضافہ ہو رہا ہے اور کیوں نہ ہو:

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اس کا نقش دوام ایسا گہرا ہے کہ گدا ہو یا شاہ' ہر راہ گیر وہاں پہنچ کر ٹھٹھک جاتا ہے' سرادب سے خود بخود جھک جاتا ہے' قدم رک جاتے ہیں اور روح پکار اٹھتی ہے:

پایم بہ پیش ازسر ایں کو نمی رود
یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہ کیست

Marfat.com

یادداشت

حضرت میاں عبدالعزیزؒ کا یوم وصال ۱۶ رجب اور حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کا یوم انتقال ۹ رجب المرجب ہے۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر دونوں حضرات کے اعراس کی الگ الگ تواریخ کی بجائے مشترکہ تاریخ رکھی گئی ہے لہذا ۱۵، ۱۶ رجب المرجب کو مکان شریف پر سالانہ عرس کی دو روزہ تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت میاں عبدالحمیدؒ کی نذر!

میں تیرے لئے نظم لکھنے لگا ہوں
تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا کیا لکھوں؟

کبھی گنگناتے ہوئے چشمہ ساروں کے نغمے سنوں
تو مجھے تیرے سرچشمہ قلب پاکیزہ کی یاد آئے
جو کوہ محبت کی چوٹی پہ' ایک کنج سرسبز سے پھوٹتا تھا
جہاں سے گزرتا تھا'
ان بستیوں کے لئے رحمتوں کی گھٹا تھا
وہ نغمہ جو اس نے سنایا'
وہ ہر دوست دشمن کے آنگن میں نخل صفا تھا

کبھی گوہر زندگانی لٹاتی ہوئی آبشاروں سے باتیں کروں
تو مجھے وسعتوں میں ترے دست ایثار کی یاد آئے
جو حرص و ہوس میں سلگتے ہوئے دشت پر
ابر جود و سخا تھا
جو دریائے احسان و بذل و عطا تھا

Marfat.com

کبھی چاندنی رات کی خامشی میں
ہواؤں کے رخ پر کوئی منچلا بانسری چھیڑ دے
تو مجھے تیری آنکھوں کا پر نور سیل رواں یاد آئے
جو زنگار غم کے لئے زہر قاتل تھا
بیمار دل کا مسیحا تھا
دم توڑتی آرزو کا سہارا تھا
دکھوں کی نگری میں اسم شفا تھا
عجب کیمیا تھا!
میں تیرے لئے نظم لکھنے لگا ہوں
تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا کیا لکھوں!

معین نظامی

خانقاہ معظمیہ، معظم آباد، ضلع سرگودھا

Marfat.com

حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب

(سجادہ نشین مکان شریف)

محمد مسعود احمد

Marfat.com

Marfat.com

حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کی ولادت، حضرت میاں عبدالحمیدؒ کی شادی کے پندرہ برس بعد ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۵۵ھ / فروری ۷ ۱۹۳ء کو کفری میں ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ نے "عزیز احمد" نام تجویز کیا۔ تاریخی نام "عزیز احمد درویش صفت" اور "عزیز احمد نغمہ سنج" ہے۔ حضرت خواجہ محمد حسین معظم آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے اس شعر سے ہدیہ تبریک پیش کیا:

ہزار شکر کہ از لطف قادر جاوید
شگفتہ شد گل دولت بوستان امید

ابھی چند دن کے تھے کہ والد گرامی ان کے مستقبل کے بارے میں متفکر ہوئے۔ انہوں نے استخارہ کیا تو خواب میں نومولود کو یہ شعر پڑھتے دیکھا:

من شاخ درختم پر از میوہ توحید
ہر رہگذرے سنگ زند عار نیاید

چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو خاندان چشت کی روایات کے مطابق بسم اللہ کی تقریب ہوئی۔ حضرت خواجہ غلام سدید الدین معظم آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے آیت کریمہ اقرا باسم ربک الذی خلق○ پڑھا کر قرآن پاک کی باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا۔ قرآن کریم حاجی محمد امیر مرزوالوی اور دیگر اساتذہ سے پڑھا۔ اس دوران شیخ نور محمد صاحب سے تختی کی مشق لیتے رہے۔ حساب بھی انہیں سے سیکھا۔ سکول میں داخل ہو کر باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔

درس نظامی کے فارسی نصاب میں کریما، مصدر فیوض، گلستان، بوستان، سکندر نامہ وغیرہ اور عربی نصاب میں صرف، قانونچہ شاہ ولایت سے شرح جامی تک اور منطق میں ایسا غوجی سے قطبی تک تمام کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں۔

صاحبزادہ صاحب، والد گرامی کے انداز تعلیم کے متعلق فرماتے ہیں: آپ کے پڑھانے کا انداز بڑا دلنشین تھا۔ گلستان سعدی اور سکندر نامہ کے اشعار پڑھتے ہوئے آپ کی پلکوں سے آنسو موتیوں کی طرح ٹپکنے لگتے تھے۔ اشعار کی تشریح مثالیں دے کر کرتے تھے۔ سبق یاد نہ کرنے پر سخت سرزنش ہوتی، معافی کی گنجائش نہیں ہوتی

Marfat.com

تھی۔ مار کھانے میں' میں بڑا سادہ واقع ہوا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے آپ کے ڈنڈے سے بچنے کے لئے پشت پر قمیض کے نیچے "تڈی" ☆ باندھ لی۔ میں دل ہی دل میں خوش تھا کہ آج ڈنڈا جی کو شرما دوں گا۔ چنانچہ جونہی سبق بھولا' ڈنڈا چلا' تڈی پر پڑنے سے تڑاخ کی آواز آئی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ غلطی پکڑے جانے کے خوف سے میری زبان گنگ ہو گئی۔ میں مبہوت سا ہو گیا۔ آپ میرے چہرے کی سراسیمگی سے معاملہ بھانپ گئے کہ اس نے ڈنڈے سے بچنے کے لئے یہ ڈرامہ رچایا تھا۔ ہنس پڑے اور فرمایا جاؤ' سبق یاد کر کے آیا کرو۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب کے سامنے بخاری شریف کی عبارت پڑھی تو آپ نے پوچھا صرف و نحو کس سے پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا والد گرامی سے۔ فرمایا: "ہاں والد کی محنت معلوم ہوتی ہے۔"

صاحبزادہ صاحب نے فرمایا: ہم مکان شریف کی مسجد میں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ بجلی اور لالٹین نہیں ہوتی تھی۔ مٹی کے دیئے میں کڑوا تیل جلایا جاتا۔ اس کی انتہائی مدہم روشنی میں' کہ بمشکل کتاب کی سطریں نظر آتی تھیں' ہم مطالعہ کرتے تھے۔ تیل کے کڑوے دھوئیں سے آنکھوں سے پانی بہہ نکلتا اور کبھی کبھی درد بھی محسوس ہونے لگتا تھا۔ لیکن حصول علم کا شوق' تکلیف کا احساس نہیں ہونے دیتا تھا۔

صاحبزادہ صاحب قطبی پڑھنے کے بعد والد مکرم کی اوراد و وظائف میں مصروفیت اور علالت طبع کی وجہ سے ۱۹۵۳ء میں اوچھالہ (خوشاب) میں مولانا قطب الدین صاحب کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ سلم العلوم' ملا حسن' حمد اللہ' قاضی مبارک' شمس بازغہ' صدرا' ہدایہ اولین اور شرح وقایہ مولانا موصوف سے پڑھیں۔ مولانا کو منطق' نحو اور فلسفہ پر بڑا عبور حاصل تھا۔ موصوف مسلک کے اعتبار سے دیوبندی تھے لیکن متعصب نہیں تھے۔ تمام مسالک کا احترام کرتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب ان کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اوچھالہ کے قیام کے دوران میں میرا معمول

☆ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی۔

Marfat.com

تھا کہ بلاناغہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مدرسہ سے ملحقہ قبرستان میں سلطان صاحب اور شاہ صاحب کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ مولانا میرا حاضری کا انداز دیکھتے اور مسکرا دیتے تھے۔ (ان کے مسلک میں مزار بوسی ناجائز تھی)

ایک دفعہ انہیں کسی کام سے سرگودھا جانا تھا۔ میں صبح کی نماز سے فارغ ہو کر کتابیں اٹھائے سبق پڑھنے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے پوچھا آج خلاف معمول جلدی کیوں آگئے ہو؟ میں نے عرض کی، آپ کے پروگرام کا علم تھا اس لئے جلدی آگیا ہوں کہ آپ کو دیر نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا آپ معمول کے مطابق پہلے مزارات پر حاضری دیں، میری فکر نہ کریں، میں دیر سے چلا جاؤں گا۔

صاحبزادہ صاحب مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اوچھالہ سے معظم آباد گئے اور جامعہ معظمیہ حضرت خواجہ معظم الدینؒ کی خانقاہ کا مدرسہ) میں داخل ہوئے۔ مولانا عبدالشکور صدر مدرس تھے۔ ان کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مولانا عبدالشکور صاحب درویش صفت اور عالم باعمل ہیں۔ ہمہ وقت باوضو رہتے ہیں اور زیادہ وقت مسجد میں گزارتے ہیں۔ اب چک ۸۲ شمالی (سرگودھا) میں ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کر رکھا ہے۔ جہاں سیکڑوں طالب علم زیور علم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب نے ہدایہ اخیرین، مختصر معانی و مطول، جلالین، زواہد ثلثہ، بیضاوی اور مشکوٰۃ شریف مولانا موصوف سے پڑھیں۔

جامعہ معظمیہ سے فراغت کے بعد دورہ حدیث کا مرحلہ باقی تھا۔ والد گرامی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے رائے دی کہ دورہ حدیث کے لئے جامعہ رضویہ فیصل آباد، حضرت شیخ الحدیث مولانا سرداز احمد صاحب سے رابطہ کریں چنانچہ آپ نے داخلہ کی معلومات حاصل کرنے کے لئے جامعہ رضویہ میں ایک خط تحریر کیا جس کے بارے میں "چند یادیں" میں لکھتے ہیں:

"کوائف مدرسہ اور شرائط داخلہ سے آگاہی کے لئے میں نے صاحبزادہ مراتب علی شاہ صاحب کو عریضہ تحریر کیا۔ چونکہ موصوف بسلسلہ نماز تراویح داتا دربار لاہور

Marfat.com

پہنچے ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب نے خود جواب مرحمت فرمایا۔ انہوں نے لکھا کہ مدرسہ آپ کا ہے۔ جامعہ کے دروازے ہمہ وقت کھلے ہیں۔ قیام و طعام کا اہتمام مدرسہ کے ذمے ہے۔ آپ سات شوال تک پہنچ جائیں۔"

چنانچہ صاحبزادہ صاحب ۷ شوال المکرم ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۶ء کو جامعہ رضویہ پہنچے اور ۹ شوال کو شعبہ دورہ حدیث میں داخل ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث سے پہلی ملاقات کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"میں حسب ہدایت ۷ شوال کو مدرسہ میں پہنچا۔ آپ کتب خانہ میں تشریف فرما تھے۔ علما و طلبہ حاضر خدمت تھے۔ مودودی صاحب کی کتاب رسائل و مسائل پر تبصرہ کر رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ چونکہ آپ یکسوئی سے کتاب کا رد فرما رہے تھے۔ اس لئے آپ نے میری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ میں نے پہلی مرتبہ زیارت کی تھی اس لئے مجھے علم نہیں تھا کہ آپ دینی کام میں مصروف ہوں تو ماسوا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ مجھے یہ خیال آیا کہ دیگر بزرگان دین حاضر ہونے والوں پر خاص شفقت فرماتے ہیں۔ یہاں تو کافی حد تک لاپروائی ہے۔ میرے دل میں اس خیال کا آنا ہی تھا کہ مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا: صاحبزادہ صاحب آپ کے آنے سے مجھے بے حد مسرت ہوئی ہے۔ فرمایئے گھر پر خیریت تھی؟ والد صاحب کی طبیعت کیسی تھی؟ گرمیوں کا موسم ہے' راستے میں تکلیف تو ہوئی ہو گی۔ پھر حاضرین میں سے ایک کو حکم دیا' ان کے لئے ٹھنڈا اور میٹھا پانی لاؤ اور حاضرین مجلس سے میرا اس انداز سے تعارف کرایا کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔"

صاحبزادہ صاحب نے ایک سال تک حضرت شیخ الحدیث سے علم حدیث حاصل کیا اور شعبان ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۷ء میں سند فراغت حاصل کی۔ حضرت شیخ الحدیث کی صحبت نے جہاں آپ کو علم و عرفان کی نعمت سے نوازا' وہاں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت بھی عطا کی۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث کا سینہ عشق رسول کا گنجینہ تھا۔ درس حدیث سے پہلے تازہ وضو کرتے اور خوشبو لگاتے تھے۔

Marfat.com

حدیث پاک کا مفہوم بڑی شرح و بسط سے بیان کرتے تھے۔ حدیث پاک، جس میں حضور کی عظمت و رفعت کا ذکر ہوتا، پڑھتے تو آنکھوں سے چھم چھم آنسو گرنے لگتے۔ حضرت امام مالک کے درس حدیث کی یاد تازہ ہو جاتی۔

صاحبزادہ صاحب کو اپنے اساتذہ میں سب سے زیادہ حضرت شیخ الحدیث کے علم و شخصیت نے متاثر کیا۔ حضرت شیخ الحدیث کے حکم پر دورہ حدیث کے بعد مزید ایک سال آپ کی خدمت میں صرف کیا۔ لوگ خطوط کے ذریعے حضرت شیخ الحدیث سے مسائل کا استفسار کرتے۔ صاحبزادہ صاحب ان خطوط کے جوابات لکھنے پر مامور تھے۔ روزانہ ۹۰، ۱۰۰ کے قریب جواب لکھے جاتے۔ فرماتے ہیں، میں صبح ناشتہ کے بعد جواب لکھنے بیٹھتا اور دو بجے دوپہر تک لکھتا رہتا۔ ان خطوط سے میرے فقہی علم میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ فیصل آباد میں دوران قیام آپ نے حکیم بشیر صاحب سے علم طب کی چند کتابیں بھی پڑھیں۔

۱۳۷۶ھ میں حضرت شیخ الحدیث نے تدریس کی اجازت مرحمت فرمائی اور آپ کو جامعہ نقشبندیہ رضویہ سانگلہ ہل میں بطور صدر مدرس تعینات کر دیا۔ چونکہ اس سے قبل آپ کو تدریس کا تجربہ نہیں تھا اس لئے حضرت شیخ الحدیث نے بذریعہ خط راہنمائی کے لئے جامع اور واضح ہدایات تحریر کیں:

"طلبہ سے خلوص و محبت سے پیش آنا۔ محنت سے پڑھانا تاکہ طلبہ صحیح عالم بن کر خادم اہلسنت بنیں۔ تنخواہ کی کمی بیشی کا خیال نہ کرنا۔ لالچ نہ کرنا۔ ورنہ دنیا آگے آگے ہو گی، تم پیچھے اور اگر بے غرض رہے تو تم آگے اور دنیا تمہارے پیچھے ہو گی۔"

جامعہ رضویہ سانگلہ ہل میں مفتی ظفر علی نعمانی اور قاری فضل الرحمن ایسے صاحب علم و فضل اساتذہ کی معیت میں صاحبزادہ صاحب نے اپنی علمی صلاحیتوں کو خوب ابھار کیا۔ سانگلہ ہل میں آپ کے معروف تلامذہ میں صاحبزادہ محمد مکرم الدین صاحب معظمی، مولانا غلام قمرالدین صاحب سرہالوی، مولانا عبدالرحیم صاحب، مولانا لقمان صاحب، مولانا نورالحق حمیدی صاحب اور مولانا محمد دین صاحب شامل ہیں۔

Marfat.com

جامعہ رضویہ کے قیام کے دوران حضرت شیخ الحدیث کے حکم پر جامع مسجد مدنی سمن آباد، فیصل آباد میں جمعہ کا خطبہ شروع کیا، جو آپ کے والد محترم کے انتقال (۱۹۷۷ء) تک جاری رہا۔

جامعہ رضویہ سانگلہ ہل میں ۱۹۶۵ء تک درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۵ء کے اواخر میں آستانہ عالیہ سیال شریف پر دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کا از سرنو احیاء ہوا۔ مدرسہ کے لئے وسیع و عریض عمارت تعمیر کی گئی۔ سیکڑوں طالب علم داخل ہوئے۔ درس نظامی اور کالج کی تعلیم کے لئے اساتذہ مقرر کئے گئے۔

شعبہ درس نظامی میں انتظامی معاملات کی دیکھ بھال کے لئے صدر مدرس کی اسامی ابھی خالی تھی۔ جس کے لئے کسی ایسے منتظم کی ضرورت تھی جو بکمال فہم و فراست اور حکمت و دانائی، شعبہ کے نظم و نسق کو بحسن و خوبی سنبھال سکے۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ انتخاب صاحبزادہ صاحب پر پڑی اور بحیثیت صدر مدرس آپ کی تقرری عمل میں آئی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب ستمبر ۱۹۶۵ء سے مئی ۱۹۷۷ء تک دارالعلوم میں اپنے فرائض بڑی جانفشانی سے انجام دیتے رہے۔ دارالعلوم میں اس عہدہ پر متمکن رہنا، دو دھاری تلوار پر چلنے کے مترادف تھا۔ ایک طرف اساتذہ و طلبہ کی نازک مزاجیوں کا سامنا اور دوسری طرف معمولی سی لغزش سے شیخ مکرم کی ناراضگی کا احساس۔۔۔ بحمداللہ حضرت شیخ الاسلام کی توجہ اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس آزمائش کے دور سے سرخرو گزرے۔ دارالعلوم میں درس و تدریس اور انتظام و انصرام کے لحاظ سے آپ کی گرانقدر خدمات کو آج بھی خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

دارالعلوم میں آپ کے رفقائے کار کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب، مولانا عبداللہ صاحب، قاری غلام احمد صاحب، مولانا عبدالرحمن صاحب، مولانا شمس الدین صاحب اور مولانا حبیب اللہ صاحب۔

Marfat.com

دارالعلوم میں دوران تدریس آپ کے تلامذہ میں چند اہم نام یہ ہیں: صاحبزادہ محمد بشیرالدین صاحب جامعہ قمرالعلوم گجرات، صاحبزادہ محمد مکرم الدین صاحب معظم آباد، صاحبزادہ اعجاز علی صاحب سجادہ نشین سرکی شریف (خوشاب)، قاضی مشتاق احمد صاحب سجادہ نشین سبھرال (وادی سون، خوشاب) محمد شریف سیالوی صاحب لیکچرر بہاء الدین یونیورسٹی ملتان، ڈاکٹر دوست محمد سیالوی صاحب، اسسٹنٹ پروفیسر ڈگری کالج فیصل آباد، ڈاکٹر خالق داد صاحب، لیکچرر پنجاب یونیورسٹی اور سٹیل کالج، لاہور، مولانا اللہ بخش صاحب مفتی جامعہ محمدی شریف (جھنگ) محمد بخش قمر صاحب (سرگودھا)، مولانا نذر محمد صاحب خطیب پاکستان آرمی، مولانا نورالحق حمیدی صاحب، خطیب بلوچ سنٹر، ایبٹ آباد، مولانا محمد عزیز صاحب (انگہ)، قاری محمد امین صاحب (نوشہرہ)

جون ۱۹۷۷ء میں جب آپ کے والد مکرم کا انتقال ہوا تو حضرت شیخ الاسلام نے آپ کو ان کا جانشین مقرر کرتے ہوئے مخلوق خدا کی دلجوئی و راہنمائی کے لئے مکان شریف پر قیام کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح آپ کے درس و تدریس کا دوسرا دور بھی اختتام پذیر ہوا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے جب خانقاہ کا انتظام سنبھالا تو دیوبندیت کی وبا نے وادی سون کو اپنے خونیں پنجوں میں بری طرح جکڑ رکھا تھا۔ اس کے جراثیم ہر دسویں شخص کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکے تھے۔ لوگ لاشعوری طور پر دھیرے دھیرے دیوبندی عقائد کے ریلے میں بہتے جا رہے تھے۔ تبلیغی جماعت نے بھی ہر طرف اپنا دام ہمرنگ زمین بچھا رکھا تھا۔ لوگوں کے دلوں سے رسول کریم کی عظمت کے نقوش محو ہو رہے تھے۔ چند عقائد جن کی صدائے بازگشت پوری وادی میں سنائی دے رہی تھی۔ حسب ذیل ہیں:

- حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو علم غیب حاصل نہیں۔
- حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں۔
- حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہماری طرح کے بشر تھے۔
- حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا وسیلہ پیش کرنا شرک ہے۔

Marfat.com

○ یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔

○ اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دینا شرک ہے۔ وغیرہ۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان عقائد فاسدہ کی بیخ کنی کے لئے بڑے زوردار انداز میں اہلسنت و الجماعت کے عقائد کی تبلیغ کا آغاز کیا۔ اس ضمن میں آپ کی مساعی کی دو جہتیں ہیں:

۱۔ جامعہ قمر الاسلام کا قیام ۲۔ تبلیغی دورے

۱۔ جامعہ قمر الاسلام کا قیام

ستمبر ۱۹۷۷ء میں مکان شریف پر حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کے نام سے منسوب دار العلوم "جامعہ قمر الاسلام" کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مکان شریف کے شمال میں تین کنال رقبہ خرید کر ایک عالیشان عمارت تعمیر کی گئی۔ جہاں طلبہ کی رہائش کا معقول بندوبست ہے اور مطبخ کا اعلیٰ انتظام ہے۔

صاحبزادہ حامد عزیز حمیدی (خلف الرشید حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب) مدرسہ کے ناظم ہیں۔ خلیق، ملنسار اور خوش مزاج ہیں۔ اپنے اور طلبہ کے درمیان صاحبزادگی کی دیوار حائل نہیں ہونے دیتے۔ طلبہ یہاں اپنائیت کا تاثر پاتے ہیں۔

شعبہ حفظ و تجوید میں ایک سو کے قریب طلبہ داخل ہیں۔ قاری محمد امین صاحب سہرالوی باقاعدگی سے تجوید کی مشق کراتے ہیں۔ قاری محمد یونس صاحب اور قاری حفیظ الرحمن صاحب بچوں کو قرآن پاک حفظ کراتے ہیں۔ درس نظامی میں بتیس طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جو ساتھ ساتھ میٹرک اور ایف۔اے کے نصاب کی تیاری بھی کر رہے ہیں۔

اساتذہ میں حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب (سرپرست ادارہ)، مولانا دوست محمد صاحب بندیالوی اور مولانا شرف الدین صاحب سرہالوی تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ استاد محمد امین صاحب، محمد گلزار عزیزی صاحب اور ریاض احمد صاحب طلبہ کو حساب اور انگریزی پڑھانے کے لئے جز وقتی خدمات پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

اہلسنت و الجماعت کے تعلیمی اداروں میں جامعہ قمرالاسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں علوم اسلامیہ کی نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ میں دیوبندی اور بریلوی عقائد کے تقابلی تجزیہ کا ملکہ بھی پیدا کیا جاتا ہے۔ یہاں تعلیم و تربیت حاصل کر کے طلبہ اس حقیقت سے روشناس ہوتے ہیں کہ مسلک اہلسنت ہی وہ مسلک ہے جو حقانیت و صداقت کا علمبردار ہے۔ گویا جامعہ قمرالاسلام ایک ایسی تربیت گاہ اور ایک ایسا قلعہ ہے' جہاں تربیت پانے والے ہر طالب علم کا مقصد حیات نجدیت و دیوبندیت کے قلعہ کی بلند و بالا فصیل کو مسمار کرنا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے جامعہ کے فارغ التحصیل طلبہ کافی حد تک اس مقصد کے حصول میں کامیاب بھی ہیں۔

۴۔ تبلیغی دورے

حضرت صاحبزادہ صاحب کے تبلیغی مشن سے قبل وادی سون میں ۱۲ ربیع الاول کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانے کا باقاعدہ اہتمام نہیں تھا۔ بلکہ اس سلسلے میں کوئی چھوٹی موٹی کاوش ہوتی بھی تو دیوبندی عقائد کی چھاپ یہاں بھی اپنا ہاتھ دکھا جاتی تھی۔ لوگ ایسے کاموں کو بدعت و شرک تصور کرنے لگ تھے۔

صاحبزادہ صاحب نے ۱۹۷۷ء میں وادی سون میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر پہلا جلسہ کیا اور جلوس نکالا۔ آپ نے لوگوں کو یہ باور کرایا کہ حضور کی ولادت کی خوشی منانا بدعت یا شرک نہیں' سنت الہیہ ہے اور باعث نجات بھی۔ آپ نے اپنے خطبہ میں بطور خاص بخاری شریف جلد دوم کتاب النکاح کی اس حدیث کا حوالہ دیا کہ ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری سنانے پر اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا۔ گھر والوں نے اس کے مرنے کے بعد اسے خواب میں برے حال میں دیکھا تو پوچھا کیا گزری؟ ابولہب بولا تم سے علیحدہ ہو کر مجھے کوئی خیر نصیب نہیں ہوئی۔ ہاں مجھے اس کلمے کی انگلی (انگشت شہادت) سے پانی ملتا ہے کیونکہ میں نے (اس سے اشارہ کر کے) ثوبیہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔

Marfat.com

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

یہ جلسہ و جلوس وادی سون کی مذہبی تاریخ میں انقلاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ وادی جو اب تک صلوٰۃ و سلام کی پرکیف صداؤں سے نا آشنا تھی، ان کی ترجمان بن گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے گاؤں گاؤں کی مساجد میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر جلسے ہونے لگے۔ حضور کی ولادت پر پرجوش جلوس نکلنے لگے۔ لوگوں میں مذہبی بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی۔ یہاں حضرت علامہ قاری محمد امین صاحب سیالوی کی کاوش کا ذکر نہ کرنا، ناقدر شناسی کے مترادف ہو گا۔ قاری صاحب ہر سال نوشہرہ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرکزی جلسہ و جلوس کا شاندار اہتمام کرتے ہیں، جس کی قیادت کا شرف صاحبزادہ صاحب کو حاصل ہوتا ہے۔ شرکائے جلوس کا جوش و خروش، ذوق و شوق، عقیدت و محبت اور نظم و نسق دیکھ کر دل سے بے ساختہ قاری صاحب کے لئے دعا نکلتی ہے کہ اے خدائے کریم و رحیم! قاری صاحب کی یہ پرخلوص کاوش بارگاہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں باریاب ہو۔

صاحبزادہ صاحب کے تبلیغی مشن میں ۱۲ خطبات جمعہ کا بھی بڑا موثر کردار ہے۔ جو وہ ماہ ربیع الاول سے جمادی الاولیٰ تک وادی سون کے مختلف شہروں میں دیتے ہیں۔ ان خطبات کا موضوع عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ ان مخصوص خطبات کے علاوہ مختلف مذہبی تہواروں پر بھی آپ کی تقاریر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ازدل خیزد و بر دل ریزد کے مصداق، آپ کے خطاب میں تبحر علمی، عشق رسول کی چاشنی، فصاحت و بلاغت، اخلاص اور لہجے کی مٹھاس سامعین کو مسحور کر دیتی ہے۔

صاحبزادہ صاحب کی تبلیغی کاوشوں نے مسلک اہلسنّت کے سادہ لوح لوگوں کو، جنہیں اپنے اور دیوبندی عقائد میں تمیز نہیں تھی اور وہ ان کے پیچھے بھیڑ چال چل رہے تھے، اپنے مسلک کا شعور عطا کیا۔ یہ آپ کی مخلصانہ کاوشوں اور تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ اب وادی کے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ میں یا رسول اللہ کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ بوڑھے، بچے اور جوان عظمت مصطفیٰ کے گیت گا رہے ہیں۔ چوپالوں پر بھی

Marfat.com

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اختیار اور علم غیب کے اثبات میں دلائل دیئے جا رہے ہیں۔ لوگ بارگاہ رب العزت میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ و وسیلہ پیش کر کے حاجتیں مانگ رہے ہیں۔ خانقاہوں میں اولیاء اللہ کے اعراس کی تقاریب منعقد کی جا رہی ہیں۔ جنازے کے بعد دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔

دیوبندی عقائد کے تناظر میں حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے یہ روح پرور مناظر دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل کا مورخ وادی سون کی تاریخ لکھتے وقت حضرت صاحبزادہ صاحب کو "محافظ ناموس رسالت" کا خطاب دیئے بغیر تاریخ نگاری کا حق ادا نہیں کر سکے گا۔

صاحبزادہ صاحب' نے مذکورہ موضوعات پر چند ایک کتابیں بھی تحریر کی ہیں:

۱۔ سخن ہائے گفتنی
۲۔ دعا بعد نماز جنازہ
۳۔ ندائے یا رسول اللہ
۴۔ نسیم نبوت
۵۔ وسیلہ

اپنی تحریر میں انہوں نے اپنا مافی الضمیر مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ جابجا قرآن و حدیث کے حوالہ جات اس بات کی دلیل ہیں کہ مصنف کو قرآن و حدیث کے علوم میں دسترس حاصل ہے۔ بھاری بھر کم عربی عبارات کے باوجود اسلوب نگارش نہایت عمدہ' موثر اور دلپذیر ہے۔

صاحبزادہ صاحب کے دادا جی (حضرت میاں عبدالعزیزؒ) اور والد گرامی (حضرت میاں عبدالحمیدؒ) نے لوگوں کو سلسلہ بیعت میں لینے سے احتراز کیا تھا۔ صرف پانچ یا چھ مرید تھے جنہیں بیعت کا شرف حاصل تھا۔ ان کے پاس جو شخص بھی آتا اسے بیعت کے لئے سیال شریف یا معظم آباد حاضر ہونے کی تاکید فرماتے تھے۔

لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے شیخ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے' جو بھی بیعت کے لئے حاضر ہوا' اسے مایوس نہیں

Marfat.com

کیا۔ بحمد اللہ اب تک ہزاروں طالبان صادق آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ طریقت سے منسلک ہو چکے ہیں۔ بیعت کرتے وقت اپنے شیخ طریقت کے معمول کے مطابق مرید کو شریعت کی پابندی کی تلقین فرماتے ہیں۔ آپ کی تعلیمات میں نماز اور شرم و حیا کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

اپنے متعلقین کو نماز با جماعت ادا کرنے کی ہدایت کرتے رہتے ہیں۔ نماز کا ذکر کرتے ہوئے اکثر اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں: قرۃ عینی فی الصلوۃ۔ یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

خانقاہ میں نئی تعمیرات حضرت صاحبزادہ صاحب کے ذوق تعمیر کی عکاس ہیں۔ آپ نے والد گرامی کے انتقال کے فوراً بعد ان کے مزار پر روضہ کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ روضہ کے ہال کا طول ۳۰ فٹ' عرض ۲۵ فٹ اور اونچائی ۱۵ فٹ ہے۔ ہال کی چھت پر ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے۔ جس میں چاروں طرف ہوا دان رکھے گئے ہیں۔ روضہ اقدس کی تعمیر کا آغاز ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء کو ہوا اور تکمیل ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء میں ہوئی۔

حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی مدظلہ' نے تاریخ آغاز و تعمیر روضہ کہی:

دلکشی روضہ میاں صاحب — بہر صاحبدلاں چو مقناطیس
خوشنما قبہ بعالی مقام (۹۸ھ ۱۳) — باتو گویم زمانہ تاسیس
برکت گنبد مکان شریف (۹۹ھ ۱۳) — سال تکمیل گفتہ ام چہ نفیس
رونق خانقاہ افزوں باد — ذکر و تذکیر و لنگر و تدریس
واجب آمد شعائر اللہ را — فخر! تعظیم و عزت و تقدیس

روضہ کا گنبد بہترین طرز تعمیر کا شاہکار ہے۔ معماروں میں مستری محمد دین (جہلم) اور نذر محمد (کفری) کے نام قابل ذکر ہیں۔ روضہ اقدس میں پانچ مزار ہیں۔ ہال کے وسط میں حضرت میاں عبدالعزیزؒ اور حضرت میاں عبدالحمیدؒ کے مزارات ہیں۔ جن کے سرہانے سنگ مرمر کے دیدہ زیب کتبے نصب ہیں۔ ان پر قرآنی آیات' صاحب مزار کا نام' تاریخ وصال اور عربی عبارات کندہ ہیں۔ کتابت امام الخطاطین حافظ یوسف سدیدی

Marfat.com

نے کی ہے۔

ہال کے جنوب مغربی کونے میں صاحبزادہ غلام معین الدین (مولف کا بھائی) اور جنوب مشرقی کونے میں حاجی غلام قمر الدین اور شمال مشرقی کونہ میں منشی عبدالحق صاحب" کا مزار ہے۔ روضہ اقدس سے باہر مغرب میں مستورات کے مزارات کی حویلی ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کے دور میں بنگلہ شریف کے تمام کمروں کی دیواروں اور چھتوں پر از سرنو کام ہوا۔ جامع مسجد کی عمارت میں توسیع ہوئی۔ مسجد کے جنوب میں درویشوں اور مہمانوں کے لئے نئے کمرے تعمیر کئے گئے حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی نگرانی میں لائبریری کے لئے ایک خاص کمرہ بنوایا۔ جس میں بے شمار نادر و نایاب کتابیں بڑے سلیقے سے شیلفوں میں رکھی گئی ہیں۔ لائبریری کے انچارج مولانا شرف الدین صاحب' خطیب آستانہ عالیہ ہیں' جو کتابوں کو سینت سنبھال کر رکھتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی اولاد میں دو صاحبزادگان ہیں:

صاحبزادہ حامد عزیز　　　　صاحبزادہ واجد عزیز

دونوں صاحبزادے اللہ کے فضل سے ذہین و فطین ہیں۔ صاحبزادہ حامد عزیز اپنے والد گرامی سے درس نظامی کی آخری کتابیں پڑھتے ہیں اور خانقاہی انتظام میں ان کی معاونت بھی کرتے ہیں۔ حضرت امیر شریعت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ' سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے ۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۶ھ کو حضرت میاں عبدالحمید" کے سالانہ عرس کے موقع پر صاحبزادہ حامد عزیز کی دستار بندی کرائی اور مشائخ کے تمام اوراد و وظائف کی اجازت بھی عطا کی۔

صاحبزادہ واجد عزیز قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں اور تیسری جماعت میں پڑھتے ہیں۔ اللہ کریم دونوں صاحبزادگان کو عمر خضر عطا فرمائے اور اسلاف کی روایات کا امین بنائے۔

بحمد اللہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی خانقاہ کا دروازہ ہر کس و ناکس پر کھلا ہے۔ جہاں خواص و عوام' دولت مند و غریب' عالم و جاہل' نرم مزاج اور تند خو' سبھی کے

Marfat.com

لئے صلائے عام ہے۔ جہاں معاشرے کے بگڑے ہوئے افراد سنور کر صالح افراد میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ جہاں فضا میں قال اللہ و قال الرسول کے نغمے گونج رہے ہیں۔ زائرین کا تانتا فقط اس لئے ہے کہ پیرمغاں ہے مرد خلیق' جو خرق عادات اور کشف و کرامات کے قائل نہیں۔ نہ ہوا میں اڑتے ہیں' نہ پانی پر چلتے ہیں۔ ان کے کشف و کرامات کا راز تالیف قلوب اور شکستہ دلوں کو راحت و آسائش پہنچانے میں مضمر ہے--- ان کی عظمت کا راز ان کا محبت بھرا دل ہے۔ قدرت نے انہیں حسن ظاہر اور حسن باطن کی بے پایاں دولت سے نوازا ہے:

سر سے پا تک وہ سماں ہے کہ نظر لگتی ہے
موج گل' موج صبا' موج سحر لگتی ہے

Marfat.com

ملفوظات

محمد مسعود احمد

Marfat.com

یہ ملفوظات' ملفوظ نویسی کی روایت کے مطابق مجالس کی صورت میں قلمبند نہیں کئے گئے۔ بلکہ آپ کے ان ارشادات عالیہ پر مبنی ہیں' جو آپ نے مختلف مواقع پر جزوی طور پر ارشاد فرمائے۔ ان میں سے چند ایک تو خود میں نے نوٹ کئے لیکن زیادہ تر روایتاً" مجھ تک پہنچے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب' سجادہ نشین مکان شریف کفری نے ملفوظات کے مسودہ پر خاص طور پر نظرثانی کی اور بعض مقامات پر اصلاح بھی فرمائی----

Marfat.com

فرمایا-----خواجہ خواجگان حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی ضیا پاش محفل میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر غلام حاضر تھے۔ ایک دراز قامت' سفید ریش' متیمن صورت بزرگ حاضر ہوئے۔ حضرت تونسویؒ نے استقبال کیا اور اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا۔ کچھ دیر بعد وہ اجنبی مہمان اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ حضرت تونسویؒ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: "اگر تم میں سے کوئی شخص حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو وہ ابھی اٹھ کر گئے ہیں۔"---- سوائے خواجہ سیالویؒ کے تمام حاضرین حضرت خضر کی ملاقات کے اشتیاق میں بے تاب ہو کر دوڑ پڑے۔ تونسہ مقدسہ کی گلیوں اور قرب و جوار میں تلاش کیا' لیکن حضرت خضر کا پتہ نہ چل سکا ادھر حضرت تونسویؒ نے خواجہ سیالویؒ سے پوچھا: "تم حضرت خضر کی ملاقات کے لئے کیوں نہیں گئے۔" آپ نے دست بستہ عرض کیا:

"حضور! مجھے ان کی زیارت کافی ہے' جن کی ملاقات کے لئے خضر آئے ہیں۔"

حضرت تونسویؒ' خواجہ صاحب کی اس سعادت مندی اور خلوص پر بڑے خوش ہوئے اور بارگاہ رب العزت میں دعا کی:

"یا اللہ میرے سیال کوں رنگ لائیں"

حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی دعا قبول ہوئی اور حضرت پیر سیال کو دنیائے روحانیت میں وہ عروج حاصل ہوا جس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت میاں صاحب نے فرمایا: خواجہ سیالویؒ کا جواب کوزے میں دریا بند کرنے کے مترادف ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر مرید کے لئے اس کا پیر کافی ہے۔ وہی اس کا خضر راہ اور وہی دستگیر ہے۔ اپنے شیخ کے علاوہ کسی دوسرے پر نظر نہیں رکھنی چاہئے۔ البتہ احترام تمام بزرگان دین کا ضروری ہے۔ اپنے شیخ کے توسط سے خواجگان سلسلہ سے التجا کرنا درست ہے۔

فرمایا----- حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ چانا پتن سے کشتی کے ذریعے دریائے جہلم عبور کیا اور گروٹ سے گذر کر ہموکہ کے

Marfat.com

قریب پہنچے۔ باجرہ کے ایک کھیت کے کنارے درخت سے لٹکے ہوئے پنگھوڑے میں ایک شیر خوار بچی سو رہی تھی۔ اس کی آٹھ' نو سالہ بہن جھولا جھلا کر لوریاں پڑھ رہی تھی۔ اس کے ماں باپ قریب کے کھیت میں فصل کاٹ رہے تھے۔ خواجہ سیالویؒ پنگھوڑے کے قریب کھڑے ہو کر لوریاں سننے لگے۔ جب لڑکی نے آپ کو دیکھا تو خاموش ہو گئی۔ آپ کے خادم نے لڑکی سے اسی طرح پڑھنے کو کہا۔ بچی نے جواب دیا: ہم سات بہنیں ہیں' ہمارا کوئی بھائی نہیں' اگر پنگھوڑے میں میرا بھائی ہوتا تو میں ضرور لوریاں سناتی۔

خواجہ سیالویؒ بچی کے جملے میں چھپی ہوئی التجا سمجھ رہے تھے۔ فرمایا: بچی آزردہ خاطر نہ ہو! اللہ بڑا کریم ہے۔ وہ سات بہنوں کو بھائی دینے پر قدرت رکھتا ہے--- یہ کہہ کر آپ چل دیئے۔ اتنے میں پنگھوڑے میں سوئی ہوئی بچی رونے لگی۔ اس کی ماں رونے کی آواز سن کر بہلانے آئی۔ بچی کو اٹھایا تو دیکھا کہ وہ بچہ تھا۔ اس نے حیرت سے بڑی بچی سے استفسار کیا تو اس نے ایک بزرگ کے آنے کا قصہ سنایا۔ دونوں میاں بیوی آپ کی تلاش میں دوڑ پڑے اور بہت دور جا کر آپ سے ملے۔ قدموں پر گر پڑے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

فرمایا------- حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ زندگی کے آخری دس سال غوث اعظم کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ غوث اعظم کی پہچان یہ ہے کہ اس کا سایہ ختم ہوجاتا ہے۔ خواجہ سیالویؒ کا سایہ نہیں رہا تھا۔ اپنے بلند روحانی مقام کو چھپانے کے لئے آپ سورج اور چاند کی روشنی میں سر پر ہمیشہ چھتر رکھتے تھے۔ اگر چھتر کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے' کمزور ہوں' سورج کی گرمی برداشت نہیں کر سکتا اور چاندنی رات میں فرماتے شبنم تکلیف دیتی ہے۔

ایک رات چاند بڑی تابانی کے ساتھ چمک رہا تھا۔ عشا کی نماز کے وقت کوئی خادم حاضر نہیں تھا۔ آپ نماز کے لئے بغیر چھتر کے مسجد میں تشریف لائے۔ حاضرین آپ کا سایہ نہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس طرح یہ راز افشا ہو گیا۔

فرمایا----- حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خادم کافی

Marfat.com

عرصہ سے آپ کی خدمت کر رہا تھا۔ وہ اکثر سوچتا کہ اتنے طویل عرصہ سے خدمت میں ہوں لیکن ابھی تک روحانی فیض سے مشرف نہیں ہو سکا۔

ایک دن خواجہ سیالوی" کھانا تناول فرما رہے تھے۔ روٹی کے چند ٹکڑے دستر خوان پر پڑے تھے۔ خادم نے عرض کیا: غلام عرصہ دراز سے فیض باطن کا متمنی ہے۔ حضرت پیر پٹھان کے طفیل کچھ عنایت فرمائیں۔ آپ نے دستر خوان سے روٹی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اسے دے دیا۔ جونہی اس نے ٹکڑا کھایا' مستی میں آ گیا۔ اٹھ کر باہر آیا اور گلی میں چار زانو بیٹھ گیا۔ چٹکی لیتا اور کہتا رہتا تھا:

پل پل دے وچ یار دسیوے

پل پل دے وچ یار دسیوے

جذب و مستی میں چٹکی سے خون کے فوارے نکلتے اور گوشت اڑ اڑ جاتا۔ تمام عمر اس کی یہی کیفیت رہی۔

فرمایا ----- حضرت پیر سیال کے ایسے عاشق بھی موجود ہیں جو وفات کے بعد بھی عشق کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ ہزارہ میں ایک شخص حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کا غلام تھا۔ اس نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد قبر میں اس کے پاؤں سیال شریف کی طرف نہ کئے جائیں۔ (سیال شریف وہاں سے جنوب کی طرف تھا)۔ وفات کے بعد اس کی قبر مروجہ طریقے پر شمالاً جنوباً تیار کی گئی۔ جب میت کو قبر میں اتارنے کی تیاری ہوئی تو قبر شرقاً" غرباً" ہو گئی۔ اسے درست کرنے کی بسیار کوشش کی گئی مگر بے سود۔ آخر ایک بزرگ نے کہا' یہ پیر سیال کا عاشق ہے' سیال شریف کی طرف پاؤں نہیں کرے گا۔ اس کی قبر گول بنا دی جائے۔ چنانچہ اس کی گول قبر آج بھی مرجع خلائق ہے۔

فرمایا ----- حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی محفل میں قوالی ہو رہی تھی۔ جب قوال نے یہ شعر پڑھا:

ثنائے زلف و رخسار تو اے ماہ

ملائک ورد صبح و شام کردند

Marfat.com

تو خواجہ سیالویؒ پر وجد کے آثار نظر آنے لگے۔ آپ میں بلا کا ضبط تھا۔ اس کے باوجود چشم مبارک سے آنسو کا ایک قطرہ ٹپکا اور زانو میں ذرا سی جنبش ہوئی۔ اگرچہ آپ نے ہاتھ سے گھٹنے کو دبائے رکھا' لیکن پھر بھی زمین سے کچھ اٹھ گیا۔ گھٹنے کا اٹھنا تھا کہ تمام شرکائے محفل وجد میں آ گئے۔ دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں اور دربار شریف کا چلتا ہوا کنواں رک گیا۔

پھر ارشاد فرمایا: میرے ذہن میں اکثر یہ سوال رہتا تھا کہ عالم کیف میں تو منتشر چیزوں میں بھی نظم و اتحاد پیدا ہونا چاہئے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ متحد چیزیں منتشر ہو جاتی ہیں۔ اس واقعہ پر غور کرتے ہوئے یہ عقدہ حل ہو گیا کہ غوث وقت کی توجہ چونکہ ہمہ وقت مخلوق کی طرف ہوتی ہے' اس لئے موجودات میں اتحاد و انضباط رہتا ہے۔ لیکن وجد کی حالت میں توجہ مخلوق سے ہٹ کر خالق کی طرف ہو جاتی ہے۔ اس لئے چیزوں میں انتشار و افتراق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال واقعہ معراج میں بھی ملتی ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ایک لمبا عرصہ محبوب حقیقی کے حضور رہنے کے بعد حضرت ام ہانیؓ کے گھر پہنچے تو دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی' وضو کا پانی بہہ رہا تھا اور بستر بدستور گرم تھا۔ اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ حضور کی توجہ مخلوق سے ہٹ کر جب خالق کی طرف ہوئی تو نظام کائنات روک دیا گیا اور جب آپ واپس تشریف لائے تو کائنات کی نبض پھر سے متحرک ہو گئی۔

فرمایا------ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مرشد کامل کی تلاش میں یہ ارادہ لے کر گھر سے نکلے کہ اس پیر سے بیعت کروں گا جس میں یہ تین باتیں پائی جائیں۔

جو حسن میں بے مثال ہو' جو علم میں کمال رکھتا ہو اور سید ہو۔

یہ ارادہ لئے پیر صاحب سیال شریف پہنچے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو زبان سے بے ساختہ امیر خسرو کا یہ شعر نکلا:

آفاق ہارا دیدہ ام مہرتباں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزی دیگری

پیر صاحب کی پہلی شرط پوری ہوگئی۔ اس وقت خواجہ سیالویؒ کی خدمت میں محمود

Marfat.com

قوال فارسی کلام پیش کر رہا تھا۔ پیر صاحب نے سمجھا کہ یہ کلام آپ کے ذوق کی تشفی کے لئے ناکافی ہے۔ عرض کیا' حضور اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں۔ اجازت ملنے پر مولانا جامی کی غزل ترنم سے پڑھی۔ جس کا ایک شعر یہ تھا:

نہ بشر خوانمت اے دوست نہ حور و نہ پری
ایں ہمہ بر تو حجاب است تو چیزے دگری

خواجہ سیالویؒ پر کیف طاری ہوا۔ آپ بار بار فرماتے واہ شاہ جی واہ' واہ شاہ جی واہ۔ پھر آپ نے پیر صاحب سے نام پوچھا۔ عرض کیا والدین نے مہر شاہ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا "مہر شاہ نہیں' مہر علی شاہ"۔

مجلس میں قاضی میاں احمد صاحب نوشہروی بھی حاضر تھے۔ وہ "فتوحات مکیہ" کے چند اقتباسات کا مفہوم سمجھنا چاہتے تھے۔ جن کا موضوع وحدت الوجود تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے کئی علما کو استفسار بھیجے۔ لیکن کہیں سے تسلی بخش جواب نہ آیا۔ خواجہ سیالویؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ اس گتھی کو سلجھائیں۔ آپ نے وحدت الوجود پر تقریر شروع کی۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کو بھی اس مسئلہ میں کمال حاصل تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ابتدا میں تو آپ کی گفتگو سمجھتا رہا۔ لیکن جب آپ اس کی گہرائی میں پہنچے تو میرے علم و عقل نے ساتھ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر میں آپ کے بیان کردہ دلائل و نکات کو بالکل نہ سمجھ سکا۔ مجھے اپنا علم خواجہ سیالویؒ کے علم کے سامنے یوں نظر آیا جیسے ہمالیہ کے مقابلے میں چھوٹا سا کنکر--- آپ کی علمی استعداد سے میں بہت متاثر ہوا۔

پیر صاحب کی دو شرطیں پوری ہوگئی تھیں۔ سید ہونے کی تیسری شرط خود ہی چھوڑ دی اور خواجہ سیالویؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔

پھر فرمایا: جب تعلق پختگی اختیار کر لیتا ہے تو نسبت تبائن کا وجود بھی ایک وہم بن جاتا ہے۔ حکمرانی ہمیشہ حقیقت کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے استفسار ولدیت پر فرماتے تھے "انا سلمان ابن الاسلام" حضرت جامی نے بجا فرمایا ہے:

Marfat.com

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

فرمایا------ حضرت کریم شاہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ صاحب جلال بزرگ تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ سفر حجاز پر جاتے ہوئے مشائخ کے مزارات پر حاضری کے لئے دہلی ضرور جاتے۔ اس طرح کے ایک موقعہ پر آپ دہلی میں ایک غلام کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ کے میزبان کی برادری کا ایک شخص' اس کی خوش نصیبی اور حضرت تونسوی ؒ کی مقبولیت و شہرت سے جلتا تھا۔ اس نے مہمان و میزبان کی توہین کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا کہ ہم میں سے کسی ایک کے متعلق مشہور کر دیا جائے کہ وہ مر گیا ہے۔ پھر پیر صاحب کو اس کی نماز جناہ پڑھانے کے لئے کہا جائے۔ جب پیر صاحب نماز کے لئے ہاتھ اٹھائیں تو وہ "مردہ" اٹھ کھڑا ہو۔ اس طرح پیر صاحب کی سبکی ہو گی کہ عجیب پیر ہیں جو زندہ لوگوں کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت تونسویؒ کو نماز کی امامت کے لئے عرض کیا گیا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ مصلے پر کھڑے ہوئے' تکبیر سے پہلے میت کے ورثا سے پوچھا کیا جنازہ پڑھاؤں؟ انہوں نے کہا' جی پڑھایئے۔ تکبیر سے پہلے پھر پوچھا۔ وہی جواب ملا۔ آپ نے اللہ اکبر کہہ دیا۔ نماز مکمل ہوئی۔ لیکن حسب پروگرام "زندہ بصورت مردہ' نہ اٹھا۔ لوگ دوڑ کر اس کی طرف گئے۔ دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔ حضرت تونسویؒ نے غصے سے فرمایا:

"سائیں! ساری دنیا قیامت کوں اٹھسی' ایں بھین دا کن تاں قیامت کوں بھی نہ اٹھسی۔" "یعنی میدان حشر میں تمام مخلوق خدا اٹھ کھڑی ہو گی لیکن یہ حشر کے دن بھی نہیں اٹھ سکے گا۔

فرمایا------ حضرت کریم شاہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا۔ سنا ہے سلسلہ چشت میں جو شخص بیعت ہو وہ بہشتی ہو گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں اس نے عرض کیا: اگر گنہگار ہو تب بھی؟ اس جملے سے آپ کو رنج ہوا' فرمایا:

Marfat.com

بخش دوں گا اگر لاکھ خطائی ہو گی
پر کہیں آنکھ لڑائی تو لڑائی ہو گی

مراد ہے انسان سراپا غفلت و گناہ کا شکار کیوں نہ ہو جائے۔ اللہ رب العزت کی شان مغفرت اس کی لغزشوں کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ لیکن اگر دل میں اللہ کی محبت کے سوا غیر کی محبت پیدا ہو تو اس جرم کی معافی اس بارگاہ بے نیاز سے نہیں ہو گی۔

فرمایا ---- حضرت خواجہ محمد دین ثانی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ ایک دفعہ چاچڑ شریف (شاہ پور) تشریف لے گئے حضرت مولانا فضل دین رحمتہ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ) کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لئے ہاتھ اٹھائے تو یکایک آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ جہاں کھڑے تھے وہاں سے پیچھے ہٹ کر فاتحہ پڑھنے لگے۔ فارغ ہوئے تو خادم نے سبب دریافت کیا فرمایا: جب میں مزار کے قریب کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ رہا تھا تو مولانا فضل دینؒ (صاحب مزار) نے کہا آپ میرے پیرزادہ ہیں آپ کھڑے ہیں اور میں لیٹا ہوا ہوں۔ یہ گستاخی میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ میں شریعت کا پردہ چاک کرنے لگا ہوں (یعنی مزار سے باہر آنے لگا ہوں) تو میں اس خیال سے کہ قلندر ہیں کہیں ایسا کر نہ گزریں' مزار سے دور جا کھڑا ہوا اور فاتحہ پڑھی۔

فرمایا ---- ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد ضیاء الحق والدین ثالث سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے مغرب کی نماز کے بعد قوال کو طلب فرمایا اور محفل سماع منعقد ہوئی۔ میں بھی حاضر تھا۔ قوال نے جب یہ شعر پڑھا:

مجتبیٰ ست کہ دل رانمی دہد آرام
وگرنہ کیست کہ آسودگی نمی جوید

آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ تمام حاضرین محفل کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں۔ نصف شب تک اسی شعر کا تکرار رہا۔ جب آپ کی طبیعت پرسکون ہوئی تو فرمایا نماز کو دیر ہو رہی ہے' تیاری کریں۔ قوالی کے دوران کونے میں ایک شخص اونگھتا رہا تھا۔ آپ کی آواز سن کر اس نے انگڑائی لی اور کہا: ہاں دیر ہو گئی ہے' اس پر حضرت ثالثؒ ہنس کر فرمانے لگے۔ ساری رات تو سوئے رہے ہو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ دیر ہو گئی ہے؟

Marfat.com

فرمایا۔۔۔۔۔ حضرت ثالث سیالوی رحمتہ اللہ علیہ' سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کے لئے اجمیر شریف ٹھہرے ہوئے تھے۔ لوگوں نے بتایا کہ رات کو قریبی جنگل سے اسم ذات کے ورد کی آواز سنائی دیتی ہے۔ لوگوں نے انفرادی طور پر صحیح صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے آواز کے ماخذ تک جانے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی سلامتی سے واپس نہیں لوٹا۔ دوسرے چوتھے روز جنگل سے جلی ہوئی ہڈیاں ملتی تھیں۔

انہی دنوں ایک شخص آپکی زیارت کے لئے اجمیر شریف آیا۔ اس کی شکل و صورت سے رعب ٹپکتا تھا۔ بال بکھرے ہوئے اور آنکھوں سے شعلے نکلتے محسوس ہوتے تھے۔ اس نے عرض کیا: میں آپ کے جد امجد خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔ آپ نے مجھے خلافت بخشی تھی' اس علاقے کا روحانی انتظام میرے سپرد ہے۔ آپ کی آمد سن کر ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ خواجہ سیالوی نے اسم ذات کے ورد اور لوگوں کے پراسرار طور پر جل جانے کے متعلق استفسار کیا تو عرض کیا کہ میں اپنے شیخ کی تلقین کے مطابق ورد کرتا ہوں اور جب لوگ کھوج لگانے آواز کی طرف آتے ہیں تو اسم ذات کے جلال و ہیبت کو برداشت نہیں کر سکتے' جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اس لئے میں آبادی سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔

فرمایا۔۔۔۔ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین ثالث سیالوی رحمتہ اللہ علیہ' حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کے لئے جب دہلی پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت تھا۔ آپ نماز ادا کرنے ایک مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کو تالا لگا ہوا تھا اور دو انگریز سپاہی دروازے پر بندوقیں لے کر پہرہ دے رہے تھے۔ یہ دیکھ کر غصے سے آپ کا رنگ سرخ ہو گیا کہ مسلمانوں کی عبادت گاہ کو انگریز وراثت سمجھ کر اپنے مصرف میں لانا چاہتے ہیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ عبداللہ صاحب' ڈاکٹر فیروز الدین صاحب اور ایک خادم عیسیٰ قریشی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے صاحبزادہ عبداللہ صاحب کو تالا توڑنے کا حکم دیا۔ مسجد میں داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مسجد اصطبل کے طور پر استعمال ہو رہی ہے۔

Marfat.com

کابل سے درآمد شدہ گھاس گھوڑوں کے تھان پر رکھی ہے۔ آپ نے عیسیٰ خان کو رائفل دے کر دروازے پر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ اگر کوئی گورا مزاحمت کی کوشش کرے تو اسے گولیوں سے چھلنی کر دے۔ خود مسجد کی صفائی کی' اذان دی اور باجماعت نماز ادا کی اور کمشنر دہلی کے نام ایک خط تحریر کیا۔ آپ نے لکھا:

"مسجد مسلمانوں کا عبادت خانہ ہے۔ جسے وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز و محترم رکھتے ہیں۔ مسلمان ہر قربانی دے کر اس کے تقدس کو بحال رکھنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں--- اس لئے میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ مسجد' جسے اصطبل کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے' جلد از جلد آباد کرنے کا بندوبست کیا جائے اور کل شام تک مجھے اطلاع دی جائے۔"

دوسرے روز عصر کے وقت آپ پھر اس مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک بوڑھے مولوی صاحب مسجد میں بیٹھے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کل شام مجھے کمشنر صاحب کا حکم ملا کہ فلاں مسجد میں تیس روپے ماہوار پر بطور امام تمہاری تقرری کی جاتی ہے۔ چنانچہ آج صبح یہاں پہنچا ہوں--- یہ سن کر حضرت بہت خوش ہوئے۔ مولوی صاحب کو بیس روپے بطور خدمت پیش کئے۔ ان کا پتہ لکھ لیا اور فرمایا کہ اس درویش کی طرف سے ہر ماہ بیس روپے آپ کو پہنچتے رہیں گے۔ دلجمعی سے مسجد کی خدمت کریں۔

فرمایا -----(آپ کے ہاتھ میں حضرت ثالث سیالویؒ رحمتہ اللہ علیہ کی تصویر تھی) یہ تصویر آپ کی مرضی کے خلاف لی گئی تھی۔ جب آپ کو علم ہوا تو آپ اٹھنے لگے۔ جلدی میں تصویر لے لی گئی۔ وگرنہ حضرت ثالثؒ میں حسن ظاہر اور جلال باطن اس قدر تھا کہ نظر بھر کے دیکھنا ممکن نہیں تھا۔

ایک مرتبہ بمبئی میں ایک بالا خانہ میں بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ عین اس وقت سڑک سے ایک مشہور عالم رقاصہ نے گذرنا تھا۔ اشتیاق دیدار میں بہت سے لوگ سڑک کے دو رویہ کھڑے تھے۔ اتفاقاً" کسی کی نظر بالا خانہ پر پڑی۔ اس نے حضرت سیالویؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا' دیکھنے کی چیز تو وہ ہے۔ سبھی

Marfat.com

آپ کی طرف دیکھنے لگے اور آپ کے جمال جہاں آرا میں یوں محو ہوئے کہ رقاصہ رقص کرتے ہوئے گذر گئی، کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔

فرمایا ---- اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اصل حقدار تو گنہگار ہیں۔ جب کبھی بد قسمتی سے اپنے دامن کو آلودۂ گناہ کرنے کے درپے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں اپنے دامن عفو میں پناہ دیتی ہے۔

حدیث رسول ہے: **ان رحمتی سبقت علی غضبی** میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ ابن صلت کے اس شعر کو بہت پسند فرمایا

اللھم ان تغفر اغفر جما

و ای عبدلک ما الما

خواجہ حافظ شیرازی نے اس مضمون کو بڑے دلنشین انداز میں پیش کیا ہے:

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو

کہ مستحق کرامت گنہگارانند

ترجمہ: بہشت ہمارے نصیب میں ہے، اے خدا شناس جا کیونکہ بخشش کے مستحق گنہگار ہیں۔

پھر فرمایا: حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ میں لاہور شہر میں کسی کام کی غرض سے پھر رہا تھا۔ مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ میں نے غلام حیدر مرحوم (ڈرائیور) سے پانی لانے کو کہا۔ اس نے گاڑی روکی اور پانی لانے کے لئے گیا۔ میری نظر سامنے ایک عمارت پر پڑی جس پر لکھا تھا "مے خانہ" میں سوچ رہا تھا کہ اگر میرے اختیار میں ہو تو اس عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں۔ اتنے میں قریب بیٹھا ہوا ایک خستہ حال بوڑھا چلایا۔ آپ ایسا کریں گے؟ کیا مجھے اس کی حفاظت کے لئے یہاں نہیں بٹھایا گیا؟ حضرت شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ اس بوڑھے مجذوب کی بات سن کر مجھے حیرت ہوئی کہ اس رحیم و کریم کی رحمت کتنی وسیع ہے جو دیر و حرم دونوں کو محیط ہے۔

Marfat.com

فرمایا ----- حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ وقت کے ایک قطب کے جنازے کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستے میں ایک شخص کو دیکھا جو نشے میں دھت پڑا تھا اور اس کے منہ سے بہنے والی بدبودار چیز کو ایک کتا چاٹ رہا تھا۔ جب مرحوم کی تجہیز و تکفین ہو چکی تو حضرت غوث الاعظم کو القا ہوا کہ اس کی جگہ اب کسے قطب کے منصب پر فائز کیا جائے؟ عرض کی اے مولائے کریم تیرا کرم اور رحمت وسیع ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس شرابی کو اس منصب جلیلہ پر فائز کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ فاسق و فاجر وقت کا قطب بنا دیا گیا۔

فرمایا ---- میں معظم آباد حاضر تھا۔ حضرت خواجہ محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ نے حکم دیا، حضور شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ ہرن کا شکار کھیلنے آزاد کشمیر جانا چاہتے ہیں۔ آپ بھی ہمراہ چلیں۔ میں بے ادبی کے خدشہ سے حضرات کی ہمسفری سے ڈرتا تھا۔ اس لئے معذرت کی۔ حضرت بدر الدین رحمتہ اللہ علیہ (حضور شیخ الاسلام کے برادر خورد) نے بھی فرمایا کہ سردی شدید ہے، کشمیر مین برف باری ہو رہی ہے، اس لئے پروگرام ملتوی کر دینا چاہئے، بجائے لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ حضور شیخ الاسلامؒ نے جانے کے لئے اصرار فرمایا۔ فیصلہ ووٹ پر رہا۔ ووٹ شکار کے حق میں زیادہ تھے۔ آخر روانگی کا پروگرام طے پایا۔ چنانچہ بیس آدمیوں کا قافلہ معظم آباد سے لاہور کے لئے روانہ ہوا۔ رات حکیم نیر واسطی کے مکان پر قیام کیا۔ دوسرے روز آزاد کشمیر پہنچے۔ چند دن وہاں ٹھہر کر خوب شکار کیا۔ بہت سے دوست سردی سے بیمار پڑ گئے۔

پھر آپ نے کشمیریوں کے مزاج اور لڑائی کے متعلق ارشاد فرمایا --- کبھی زمانے میں کشمیریوں کی آپس میں جنگ اس طرح ہوتی تھی کہ دونوں فریق مقابل ہوتے، نہ تلوار نہ اسلحہ صرف ایک دوسرے پر تھوکتے اور اس میں جو فریق سبقت لے جاتا وہی فاتح قرار پاتا۔ کانگڑا بطور ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ اس کے ٹوٹ جانے پر کہتے کہ سخت جنگ ہوئی ہے۔

فرمایا ----- لوگ دو مقاصد لے کر اولیاء اللہ کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسرا دنیاوی۔ چونکہ اہل اللہ کا نصب العین معرفت خداوندی اور عشق مصطفوی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تاریک دلوں کو منور کرنا ہے' اس لئے ان کی خدمت میں صرف طمانیت قلب اور روحانیت کی جلا کے لئے حاضر ہونا چاہئے۔

چنانچہ کوئی شخص دنیاوی مقصد لے کر سیال شریف حاضر ہو تو گو اس کا مقصد پورا کر دیا جاتا ہے لیکن اس کی نذر قبول نہیں کی جاتی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر آج تک یہی معمول چلا آ رہا ہے۔

ایک شخص شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پانچ روپے بطور نذر پیش کئے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک سرکاری افسر کے نام سفارشی چٹھی طلب کی۔ حضور شیخ الاسلامؒ نے چٹھی لکھ دی اور طالب حسین نذر بردار سے رقم لانے کو کہا' جو وہ ابھی یہاں سے اٹھا کر لے گیا تھا۔ ڈھیروں روپوں میں سے آپ نے اس شخص کا پانچ روپے والا نوٹ اٹھایا اور اسے واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ سفارشی رقعہ لکھتے ہوئے نذر قبول کرنا ہمارے مشائخ کی روایت کے خلاف ہے۔

پھر فرمایا: سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی نذرانہ پیش کرے اور کسی حاجت کے پورا ہونے کا طلبگار ہو تو درویش کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کی حاجت پوری ہونے والی ہے بھی یا نہیں۔ اگر پوری ہونے والی نہ ہو تو ایسا نذرانہ قبول نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ ایک دن حضرت محبوب الٰہیؒ آرام فرما رہے تھے۔ ایک شخص جس نے ایک نیا گھوڑا خریدا تھا' حصول دعا و برکت کے لئے ایک تنکہ نذر کرنے حاضر ہوا۔ درویشوں نے اسے کہا کہ حضرت تو قیلولہ فرما رہے ہیں۔ آپ نذر کا روپیہ ہمیں دے جائیں ہم آپ کے لئے دعا کریں گے۔ چنانچہ اس شخص نے وہ روپیہ انہیں نذر کیا اور واپس چلا گیا۔

چند دن کے بعد اس کا گھوڑا چوری ہو گیا۔ وہ پھر خانقاہ میں حاضر ہوا اور حضرت سے دعا کی درخواست کی۔ ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ اس نے گھوڑا خریدنے کے بعد خانقاہ کے درویشوں کو شکرانے کا روپیہ نذر کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت محبوب الٰہیؒ کو بہت غصہ آیا۔ آپ نے اسی وقت ان درویشوں کو طلب کیا اور فرمایا تم نے شکرانے کا تنکہ وصول کیا تھا۔ اب تمہاری ذمہ داری ہے' اس شخص کے گھوڑے کا جواب

Marfat.com

دیں۔

فرمایا ----- حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر ایک شخص نے حضرت خواجہ محمد دین ثانی سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کو چاندی کا ایک روپیہ نذر کیا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اتنی سی بھیڑ میں خواجہ صاحب ہر ایک کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے' میدان حشر کے انبوہ کثیر میں اپنے غلاموں کو کیسے پہچان سکیں گے۔ فراست مومنانہ سے حضرت ثانی رحمتہ اللہ علیہ اس کے خیال سے مطلع ہو گئے۔ روپوں کے ڈھیر میں سے وہ روپیہ جو اس نے نذر کیا تھا' نکالا اور فرمایا کیا یہی ترا روپیہ ہے۔ اس شخص نے عرض کیا' حضور یہی ہے۔ آپ نے فرمایا: روپوں کے ڈھیر میں سے اگر تیرا روپیہ ڈھونڈا جا سکتا ہے تو قیامت کے دن تجھے کیوں نہیں پہچانا جا سکے گا؟

فرمایا ------ ایک مولوی صاحب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں آ رہے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ وہاں لوگ طرح طرح کی چیزیں پیش کرتے ہیں اور ان کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ حضرت کبھی کسی چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے' نہ انہیں یاد رہتا ہے کہ کون شخص کیا لایا۔ یہ سوچ کر انہوں نے تھوڑی سی مٹی ایک کاغذ کی پڑیا میں ڈال کر جیب میں رکھ لی اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنکھ بچا کر وہ پڑیا نذرانوں کے ڈھیر میں رکھ دی۔ کچھ دیر کے بعد خواجہ اقبال (خادم خاص) نذرانے کے روپے اور دیگر چیزیں اٹھا کر لے جانے لگے تو آپ نے اس پڑیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ پڑیا یہیں رہنے دو یہ سرمہ ہماری آنکھوں کے لئے ہے۔"

مولوی صاحب بہت نادم ہوئے اور اس قبیح حرکت پر حضرت محبوب الٰہیؒ سے معافی مانگی۔

فرمایا ------ حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ نے فتوح کے سلسلے میں دو اصول اختیار کر رکھے تھے اور اپنے خلفاء کو بھی ان کی تلقین کرتے تھے۔ نذریں قبول کرنے کے بارے میں فرماتے کہ تین باتوں کا خیال رکھنا چاہئے:

Marfat.com

لا حد ولا رد ولا کد

یعنی ایک تو اپنی طرف سے نذر کی حد یا مقدار مقرر نہیں کرنی چاہئے۔ دوسرے کوئی کتنی ہی حقیر نذر پیش کرے اسے رد نہ کرے تیسرے اگر کوئی کچھ نہیں دیتا تو اس سے کد (عداوت) نہ رکھے۔

اور فتوح کی تقسیم کا اصول یہ بیان فرمایا کہ "دس دس لیتے جاؤ اور ایک ایک دیتے جاؤ۔" یعنی کسی عقیدت مند نے اگر دس روپے نذر کئے ہیں تو دس فقیروں میں ایک ایک کر کے بانٹ دیئے جائیں۔

آپ نے فرمایا: حضرت نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ درویش کے پاس خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔ کچھ نہ ہو تو ہری گھاس کا ایک دستہ ہی لے کر جائے۔ ایک بار ایک شخص بڑا سا خوان سر پر رکھے خانقاہ میں آ رہا تھا۔ آپ نے اسے روک کر دریافت کیا' کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا خانقاہ سے فلاں جگہ کھانا گیا تھا۔ اب یہ خالی برتن مبطخ میں واپس کرنے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا "درویشوں کے گھر خالی برتن نہیں لے جاتے۔ دو پیسے کی ریوڑیاں خرید کر اس خوان میں رکھ لو پھر لے جاؤ۔"

فرمایا ----- سیرالاولیاء میں ہے کہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ کر رہے تھے۔ آپ کے دل میں خیال گذرا کہ اولیاء اللہ کی ارواح عالم علوی میں ہوتی ہیں۔ کیا انہیں لوگوں کے مزار پر آنے' فاتحہ پڑھنے اور دعا کرنے کی خبر ہوتی ہے۔ اسی وقت دیکھا کہ حضرت بختیار کاکیؒ کی صورت مثالی سامنے تھی اور وہ فرما رہے تھے:

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بتن

فرمایا ----- حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ قطب صاحبؒ کی درگاہ میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزاروں کے درمیان نماز پڑھتے اور مراقبہ کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے

Marfat.com

اس مقام پر بہت نمازیں پڑھی ہیں اور ان میں لذت اور راحت پائی ہے۔ پھر فرمایا کہ جگہ میں کیا رکھا ہے اصل بات تو ان دونوں بزرگوں کی ہے کہ ایک بادشاہ ادھر سو رہا ہے دوسرا ادھر۔

فرمایا ---- حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد امین ٹکوچی رحمتہ اللہ علیہ کی محویت کا یہ عالم تھا کہ وہ حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن نماز کے لئے جوانوں کی طرح اٹھتے اور بلند آواز میں قرات کرتے تھے۔ سلام کے بعد پھر وہی کیفیت ہو جاتی۔ بڑی دھیمی آواز میں کہتے۔ "مجھے کھٹ (چارپائی) پر چھوڑ آؤ"---- آپ نے فرمایا کہ ٹکوچی صاحب کی یہ حالت میں نے خود دیکھی اور شاہ عبدالحق ردولویؒ کے متعلق سنا ہے کہ وہ "حق" کی آواز پر ہوش میں آ جاتے تھے۔

پھر آپ نے ٹکوچی صاحب کے قرب بارگاہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ آستانوں پر سجادگی کا منصب ان کی اجازت سے تفویض ہوتا تھا۔ ایک بار ٹکوچی صاحب نے بتایا کہ فقیر عبداللہ میرویؒ کی تقرری کے لئے دو بزرگ میرے پاس آئے اور کہا کہ خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کا حکم ہے کہ تقرر نامہ پر دستخط کر دیں۔ میں نے کہا وہ ابھی سجادگی کے منصب کے لائق نہیں۔ پھر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا کہ دستخط کر دیں۔ میں نے معذرت کی۔ پھر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو میں نے سفارش کر دی کہ "بحکم خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ انہیں منصب سجادگی پر فائز کیا جائے۔"

فرمایا ------ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ضیاء الدین ثالث سیالوی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ٹکوچی صاحبؒ تشریف لائے۔ حضرت ثالث صاحبؒ نے مجھے نماز کی امامت کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ نماز کے بعد آپ نے ٹکوچی صاحب سے کہا چابیاں میاں صاحب کے حوالے کر دیں۔ چنانچہ چابیاں مجھے دے دی گئیں۔

فرمایا ---- باخدا انسان کی پہچان یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے اپنے مرشد کا

Marfat.com

تصور دل و دماغ میں سما جاتا ہے۔ ٹکوچی صاحب نے فرمایا کہ میں ایک بار بغداد میں حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ کے لئے حاضر ہوا۔ کافی دیر مراقبہ رہا لیکن طبیعت میں ذوق پیدا نہ ہوا۔ دوسرے روز نقیب صاحب کو عرض کیا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ مزار پر لے گئے۔ وہاں دیکھا تو حضرت غوث الاعظمؒ کے مزار کے بجائے حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کا مزار نظر آیا۔ میں نے نقیب صاحب سے کہا کہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ یہاں کہاں یہ تو میرے مرشد کریم خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔

فرمایا ------ میری طبیعت پر حضرت خواجہ ضیاء الدین ثالث سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کا بہت اثر تھا۔ عرصہ دراز تک شدت اضطراب کی وجہ سے سیال شریف حاضر نہ ہو سکا۔ جب حاضری ہوئی تو ماحول بدستور اداس تھا۔ دوپہر کا وقت تھا اور ہر طرف سناٹا تھا۔ طبیعت زیادہ مضطرب ہوئی۔ میں سب سے پہلے ٹکوچی صاحبؒ کے حجرے میں گیا۔ وہ ایک چارپائی پر نیم دراز تھے۔ بینائی کمزور تھی' میں نے اپنا تعارف کرایا تو بہت خوش ہوئے اور بغلگیر ہو کر کہنے لگے۔ میں حضرت ثالث رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کرتا تھا کہ مجھے میاں عبدالعزیزؒ (صاحب ملفوظ کے والد) کی تعزیت کے لئے کفری جانے کی اجازت دیں۔ فاتحہ بھی پڑھوں گا اور عزیز (میاں عبدالحمیدؒ) کی خبر گیری بھی کروں گا۔ لیکن حضرت ثالث صاحب فرماتے "میری نماز جنازہ پڑھا کر جانا۔" حضرت کا انتقال ہو چکا ہے اور میں نے نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی حاصل کر لی ہے کیا اب بھی نہیں جانے دیں گے۔

حضرت میاں صاحب نے فرمایا' ٹکوچی صاحب کے یہ الفاظ 'کیا اب بھی نہیں جانے دیں گے' سن کر میری طبیعت کا بوجھ اتر گیا۔ میں سمجھ گیا کہ انتقال کے بعد بھی اولیاء اللہ کی توجہ اپنے متعلقین کی طرف رہتی ہے اور ہم ان کے کرم سے مستفیض ہوتے ہیں۔ دوری اور بعد محض ایک حجاب ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ٹکوچی صاحب کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ متصوف حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ اہل اللہ کو بعد ممات بھی امور دنیا میں تصرف کا اختیار

Marfat.com

حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے اختیارات میں وسعت پیدا ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں ان کی توجہ نوجے مخلوق کی طرف ہوتی ہے۔

فرمایا ------ ٹکوچی صاحبؒ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مصلے پر درمیان میں حضرت پیر حیدر شاہ جلالپوری رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ ان کے ایک طرف حضرت پیر فضل دین چاچڑوی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسری طرف حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ بیٹھے ہیں۔ میں نے سوچا کہ خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے چوتھے محبوب خلیفہ حضرت خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ معظم آبادی کہاں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اس مصلے کے اوپر ایک مصلے فضا میں معلق ہے اور خواجہ معظم الدینؒ اس پر بیٹھے ہیں۔

حضرت میاں صاحب نے فرمایا ٹکوچی صاحب کے اس خواب سے خواجہ سیالویؒ کی بارگاہ میں خواجہ معظم الدینؒ کے قرب کا اندازہ ہوتا ہے۔

فرمایا ------ حضرت ٹکوچیؒ اپنا ذکر کرتے ہوئے ضمیر متکلم (میں) کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ فرماتے، ٹکوچی نے ایسا کیا، ٹکوچی نے ایسا کیا۔

سفر حجاز کا ذکر کرتے ہوئے ٹکوچی صاحب نے فرمایا ٹکوچی نے مکہ میں بیت اللہ کا طواف کیا، حجر اسود کا بوسہ لیا، مقام ابراہیم پر نفل ادا کئے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ عرفات اور مزدلفہ بھی گیا۔ زم زم کا پانی پیا۔ مگر دل کی طرف دھیان کیا تو ایمان و ایقان اتنا ہی پایا جتنا سیال شریف سے لے کر چلا تھا۔ پھر مدینہ منورہ میں حاضری ہوئی۔ روضہ اقدس پر سلام کیا۔ مسجد نبوی میں نمازیں ادا کیں لیکن سوز و گداز اور سرور و انبساط کی کیفیت میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہوا۔ ☆

☆ حضرت میاں صاحب نے فرمایا اس سے ٹکوچی صاحب کی مراد یہ ہے کہ شیخ کامل کے فیضان سے قدرت نے ایمان و عرفان کی اتنی نعمت عطا کر دی تھی کہ اس میں مزید اضافے کی گنجائش نہیں تھی۔ جیسا کہ حضرت عامر بن عبداللہ نے فرمایا: لو کشف الغطاما زددت یقینا یعنی اگر پردہ ہٹا دیا جائے اور میں ذات کبریا کو بے حجاب دیکھوں تو بھی میرے ایمان و یقین میں اضافہ نہیں ہو گا۔

Marfat.com

پھر ٹکوچی کسی کام سے مدینہ منورہ سے باہر گیا تو ایک بدو نے جو سرِ راہ بیٹھا تھا ٹکوچی کے سر میں پتھر دے مارا (بدوؤں کی نظر میں انسانی خون بہت ارزاں تھا وہ صرف روٹی حاصل کرنے کے لئے بھی بے دریغ قتل کر دیتے تھے)۔ پتھر لگنے سے ٹکوچی بے ہوش ہو گیا۔ ٹکوچی کو اٹھا کر ہسپتال لے گئے۔ جب ٹکوچی کو ہوش آیا تو ٹکوچی نے دیکھا کہ زخم بہت گہرا تھا' خون بہہ رہا تھا۔ چہرہ اور کپڑے خون سے لت پت تھے--- اس خیال سے کہ شہرِ محبوبؐ میں زخم لگا ہے۔ ٹکوچی کو وہ لطف آیا جو پورے سفر حجاز میں نہیں آیا تھا:

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

فرمایا ------- خدا کا شکر ہے کہ اچھے لوگوں سے ملاقات رہی ہے۔ جن کی سیرت و کردار کو دیکھ کر عظمت انسانی کا شعور حاصل ہوتا ہے--- ایک مرتبہ میں گولڑہ شریف حاضر تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت غلام محی الدین (بابو جی) رحمتہ اللہ علیہ حج پر گئے ہوئے تھے۔ میں نے چند دن ٹھہرنے کے بعد پیر صاحب سے اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ دو دن مزید ٹھہر جائیں' غلام محی الدین سفر حجاز سے واپس آنے والا ہے۔ اس سے ملاقات کر کے جائیں۔ چنانچہ میں رک گیا۔

دو دن بعد بابو جی صاحب گولڑہ سٹیشن پر پہنچے۔ لوگوں کا جم غفیر استقبال کے لئے موجود تھا۔ بابو جی صاحب گاڑی سے اترے اور تیزی سے دربار کی طرف چلنے لگے۔ میں اور مولوی فتح دین صاحب (۴۷ چک والے) ان سے پہلے دربار پر پہنچ گئے تاکہ باپ بیٹے کی ملاقات کا نظارہ کر سکیں۔ بابو جی جب پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے صرف مصافحہ کیا اور مختصراً خیریت پوچھی' سفر کی تفصیلات وغیرہ کچھ بھی دریافت نہ کیں' دوچار منٹ خاموشی رہی۔ پھر حاضرین میں سے کسی نے حدیث کے حوالے سے با آواز بلند کہا "اے اللہ ہمارے حق میں حج کرنے والے کی دعا قبول فرما" پیر صاحب نے بابو جی سے دعا کے لئے کہا۔ پھر فرمایا گھر میں تمہاری

Marfat.com

انتظار ہو گی۔ بابو جی گھر تشریف لے گئے اور محفل برخاست ہو گئی۔۔۔ فرمایا حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزاج میں کمال درجے کی متانت اور بے نیازی تھی۔

فرمایا ۔۔۔۔۔۔ جب میری اور ہمشیرہ صاحبہ کی شادی ہوئی' میرے والد صاحب" کو بیماری کی وجہ سے بہت ضعف تھا۔ رسم نکاح میں شمولیت کے لئے آپ کو چارپائی پر شہر لے جایا گیا۔ بہت سے لوگ جمع تھے۔ تقریب نکاح کے بعد شاہ محمد مرحوم نے' جن کے لڑکے ولی احمد صاحب کا ہمشیرہ صاحبہ سے عقد ہوا' عرض کیا حضور آپ نے مجھ پر اس طرح کرم کیا ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ پر فرمایا تھا۔ حضرت والد گرامی نے فرمایا ملک صاحب انشاء اللہ میری اولاد تو آپ کی اولاد کے ساتھ ہمیشہ مروت و وفا کا برتاؤ رکھے گی۔ خدا جانے آپ کی اولاد کا سلوک کیسا ہو (اس ضمن میں حضرت میاں صاحب نے یہ شعر پڑھا)

پیکھا بانہہ اصیل کی بھولے سے چھو جا
آپ نبھائے عمر بھر بیٹوں سے کہہ جا

فرمایا ۔۔۔۔۔۔ قاضی میاں احمد نوشہروی رحمتہ اللہ علیہ اور میرے والد گرامی (حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ) کا آپس میں محبت و مودت کا خاص تعلق تھا۔ قاضی صاحب کو جب کبھی بخار ہوتا تو میرے والد صاحب کو بلوا بھیجتے۔ دونوں صاحب حال بزرگ تھے۔ تصوف کے کسی مسئلہ پر بات چل نکلتی۔ دوران گفتگو قاضی صاحب کی طبیعت میں رقت ہوتی تو بحران سے بخار اتر جاتا۔ قاضی صاحب کی وصیت تھی کہ ان کا جنازہ حضرت میاں صاحب پڑھائیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو والد گرامی نوشہرہ گئے اور قبرستان میں ایک طرف بیٹھ کر وظائف میں مشغول ہو گئے۔ جنازہ تیار ہوا تو لوگوں کو تشویش ہوئی کہ حضرت میاں صاحب نے نماز جنازہ پڑھانا تھی اور وہ موجود نہیں اتفاقاً" کسی نے حضرت کو دیکھ لیا چنانچہ نماز جنازہ کی امامت آپ نے کرائی۔

فرمایا ۔۔۔۔۔۔ سہ پہر کو سیر کے لئے جاتے ہوئے جب میں قبرستان سے گذرتا تو تمام اہل مزارات کے ساتھ ملک محمد زمان مرحوم کا فاتحہ ضرور پڑھتا۔ ایک بار میں بھول گیا۔ سیر سے واپسی پر جب محمد زمان کے مزار کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ مرحوم

Marfat.com

مسکراتا ہوا راستے پر کھڑا ہے اور یوں پتھر اٹھائے ہوئے ہے جیسے ابھی میرے سر پر مار دے گا۔ میں نے قرآنی آیات پڑھ کر ایصال ثواب کیا۔ وہ زندگی میں بھی میرے ساتھ ایسے ہی مذاق کیا کرتا تھا۔

فرمایا ------ فلائٹ لیفٹیننٹ ملک غلام حسین جس روز فضائی حادثے میں شہید ہوا' اسی روز ملاقات کے لئے میرے پاس آیا۔ مصافحہ کرنے اور خیریت پوچھنے کے بعد میں نے آنے کا مقصد دریافت کیا تو کہنے لگا جی اداس تھا زیارت کے لئے آیا ہوں۔ قریب تھا کہ خادم چائے لانے کو کہتا۔ لوگوں کے رونے کی آواز سنائی دی۔ میں نے غلام حسین سے دریافت کیا شہر میں خیریت تو ہے؟ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "میں مر گیا ہوں" یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔ کمرے سے باہر آیا' سڑک پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ پتہ چلا کہ غلام حسین فضائی حادثے میں شہید ہو گیا ہے اور ابھی ابھی اس کی میت لائی گئی ہے۔

فرمایا ------ حضرت حافظ مولانا جمال الدین رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار کفری کے قبرستان میں ہے۔ وادی سون میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے پہلے خلیفہ تھے۔ قلندر مزاج تھے۔ انہیں خواب میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نے اپنا دست شفقت ان کے دائیں ہاتھ پر رکھا تو ہاتھ چاندی کی طرح چمکنے لگا۔ مولانا' حضور کے کرم کو راز میں رکھنے کے لئے ہاتھ پر کپڑا لپیٹے رہتے تھے۔ ایک بار سیال شریف حاضر ہوئے تو خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا تو خواجہ سیالویؒ نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ پھیرا جس سے چمک ختم ہو گئی۔

مولانا جمال الدینؒ تمام عمر اس حکم "اپنی آواز نبی کریم کی آواز سے بلند نہ کرو" کی تعمیل میں کوشاں رہے۔ نہایت دھیمی آواز میں گفتگو کرتے' گویا اپنے آپ کو ہمہ وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور میں پاتے تھے۔ یہ حکم ان پر حال بن کر وارد ہوا تھا۔

فرمایا ------ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ

Marfat.com

حضرت امیر اللہ رحمتہ اللہ علیہ مانسہرہ (سرحد) کے رہنے والے تھے۔ انہیں اپنے شیخ سے بدرجہ کمال عشق تھا۔ اسی نسبت سے میرے والد گرامی سے بھی بڑا انس تھا۔ سیال شریف جاتے ہوئے مانسہرہ سے کفری آتے اور چند روز یہاں قیام کے بعد عازم سفر ہوتے۔ ایک بار وہ یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ گرمی کا موسم اور خشک سالی تھی۔ دوپہر اس قدر تپتی تھی کہ پرندے اڑنے کی کوشش کرتے تو شدت تپش سے گر پڑتے۔ لوگوں نے سوچا کہ حضرت امیر اللہؒ کو عرض کریں کہ وہ بارش کے لئے دعا کریں۔ چونکہ قلندر مزاج تھے اس لئے ان سے بات کرنے کی جرات کسی کو نہیں ہوتی تھی۔ طے پایا کہ بابا ہالی کے فرزند نور محمد صاحب سے سفارش کرائی جائے۔ بابا ہالی وادی سون میں حضرت پیر سیال کے سب سے پہلے مرید تھے۔ ابتدا میں وادی سون کے لوگ خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی معروضات ان کی وساطت سے پیش کیا کرتے تھے۔

چنانچہ نور محمد صاحب نے امیر اللہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت خشک سالی کی وجہ سے انسان تو انسان رہے پرندوں کے پینے کا پانی بھی نایاب ہو چکا ہے۔ اللہ کریم کی بارگاہ میں بارش کی دعا کریں۔

حضرت امیر اللہ صاحبؒ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر بڑے جوش سے فرمایا برسے گی، برسے گی ابھی برسے گی--- حضرت کی زبان سے نکلنے والے یہ کلمات سن کر لوگ مطمئن ہو گئے اور اسی دن بارش خوب برسی۔

حضرت میاں صاحب نے فرمایا مقبولان بارگاہ کی زبان سے نکلنے والی بات وہ کام کر جاتی ہے جو عام انسان کے لمبے لمبے سجدوں سے نہیں ہوتا۔ حدیث رسولؐ ہے:

رب اشعث اغبر مدفوع عن الابواب لو اقسم علی اللہ لابره

یعنی بہت سے ایسے بندے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے، مٹی سے اٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ لوگ انہیں حقیر سمجھ کر دروازوں سے دور رکھتے ہیں۔ لیکن عنداللہ ان کا یہ مرتبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ قسم اٹھا دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر
توچہ دانی کہ در ایں گرد سوارے باشد

فرمایا ------- حضرت امیر اللہؒ کو درود پاک پڑھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ کھاتے پیتے' سوتے جاگتے' اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے ہمہ وقت درود پاک ورد زبان رہتا تھا۔ سلسل البول کے مریض تھے' اس کے باوجود درود پاک پڑھتے ہی رہتے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے --- "پشابا توں وگدا رہ' مدینے آلے تے درود پڑھنوں تاں میں بھی نہیں رہنا۔" یعنی یہ مرض درود پاک پڑھنے میں حارج نہیں ہو سکتا۔ میں اس کے ہوتے ہوئے بھی درود پڑھتا رہوں گا۔

فرمایا ------- حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان محبت کا تعلق تھا۔ حضرت ملتانی اکثر پاکپتن شریف تشریف لاتے اور چند دن قیام کرتے تھے۔ اس دوران توحید و معرفت کے اسرار و رموز اور تصوف کے دقیق مسائل پر گفتگو ہوتی تھی۔ حضرت بابا صاحب کے ایک خادم و خلیفہ مولانا جمال الدین ہانسویؒ تھے۔ جنہیں فنافی الشیخ کا مقام حاصل تھا اور پیر و مرید کی شکل و صورت میں مشابہت پیدا ہو گئی تھی۔

حضرت بہاء الدین رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت جمال الدینؒ کو اپنے ہاں ملتان آنے کی دعوت دی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے شیخ کی اجازت کے بغیر نہیں آ سکتا۔ حضرت ملتانیؒ نے بابا صاحب کو لکھا کہ "میرے سارے مرید آپ لے لیں اور اپنا مرید جمال الدین مجھے دے دیں۔" بابا صاحب جانتے تھے کہ ان کا محبوب مرید دور جا کر ان کے فراق میں بے تاب ہو جائے گا اس لئے ایسا لطیف و جامع اور ذو معنی جواب دیا کہ حضرت ملتانیؒ پھر اصرار نہ کر سکے۔ بابا صاحب نے لکھا:

"کوئی اپنا جمال دوسروں کو نہیں دے سکتا"

فرمایا ------- زندگی احکام شریعت کے مطابق بسر کرنی چاہئے اور بندوں کے حقوق کا احترام لازم ہے۔ معاش کے حصول کے لئے تگ و دو کرنا یا دنیاوی ذمہ

Marfat.com

داریوں سے عہدہ برآ ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن لطف یہ ہے کہ دنیا داری کے مشاغل میں مصروف رہنے کے باوجود دل میں ہمہ وقت محبوب حقیقی کی یاد رہے---- دست بہ کار' دل بہ یار

فرمایا ------ حضرت خواجہ محمد حسین معظم آبادی رحمتہ اللہ علیہ دو مرتبہ حج کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ مدینہ منورہ قیام کے دوران میں آپ کی زبان سے اکثر یہ پنجابی شعر سنائی دیتا:

بل بل جاواں گھول گھماواں عرب والے ماہی توں
جس دتے در دی بھیک چنگیری دو جگت دی شاہی توں

فرمایا ------ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ پر تصوف کا ایک نکتہ منکشف نہیں ہو رہا تھا۔ کافی مطالعہ اور غور و فکر کے باوجود بھی عقدہ وا نہ ہوا۔ ایک روز بازار میں سودا سلف خریدنے گئے۔ ایک ہندو کی دکان سے جنجو خریدنا چاہا۔ ہندو نے سو روپے قیمت بتائی۔ آپ نے حیرت سے کہا کہ اس کی قیمت تو پورے بازار میں چند سکے ہے آپ سو روپے مانگ رہے ہیں۔ ہاتف غیب نے آواز دی:

"جس جنجو کا خریدار ہمارا بایزید ہو اس کی قیمت سو روپے بھی کم ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ عقدہ حل ہو گیا اور آپ واپس گھر تشریف لے گئے۔

فرمایا ------ سفر پر روانگی سے قبل گاڑی پر سوار ہوتے وقت تین دفعہ آیتہ الکرسی پڑھنے سے انسان سفر کے خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔ دوران سفر خدانخواستہ خطرناک صورت حال پیدا ہو جائے تو یہ پڑھنا چاہئے:

حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر ○

پھر فرمایا ---- نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورہ والتین' دوسری میں الم ترکیف اور تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھی جائے تو بواسیر کی شکایت نہیں ہوتی۔

فرمایا ------ مرآۃ العاشقین میں مرقوم ہے کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کے قریب ایک تالاب تھا۔ ایک ساہوکار کی لڑکی اس سے پانی بھرنے آیا کرتی تھی۔ حضرت گنگوہی کی خانقاہ کا ایک درویش بھی کپڑے دھونے اس تالاب پر

Marfat.com

آتا تھا۔ دونوں کا معاشقہ چل رہا تھا۔ ایک دن ایک دھوبی نے جو ان کا رازداں تھا' درویش کو بتایا کہ تیری محبوبہ اس تالاب میں گر کر ڈوب گئی ہے۔ یہ سن کر درویش نے کہا' وہ مرگئی ہے تو میرے زندہ رہنے کا کیا مقصد ہے؟ یہ کہہ کر اس نے تالاب میں چھلانگ لگا دی۔ کچھ دیر بعد وہ لڑکی آئی۔ دھوبی نے اسے درویش کا حادثہ بتایا۔ اس نے پوچھا کہاں ڈوبا ہے؟ دھوبی کے بتانے پر وہ بھی کود کر تالاب میں ڈوب گئی۔ لوگوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو لاشیں تلاش کرنے لگے۔ کافی تگ و دو کے بعد دونوں کی نعشیں اس طرح ملیں کہ ان کی پیٹھ آپس میں جڑی ہوئی تھی۔ بسیار کوشش کے باوجود انہیں جدا نہ کیا جا سکا۔ مسلمان کہنے لگے ہم دونوں کو دفن کریں گے۔ ہندوؤں کا موقف تھا کہ وہ جلائیں گے یا انہیں الگ کر کے اپنی اپنی رسوم ادا کی جائیں۔ اس کی اطلاع حضرت گنگوہیؒ کو ہوئی تو وہ تشریف لائے اور درویش سے مخاطب ہو کر کہا ''اے درویش تو عشق مجاز میں تو انتہا کو پہنچ گیا ہے' لیکن عاشقان صادق کا یہ کمال نہیں' اس سے آگے گزرنا چاہئے۔'' یہ سنتے ہی دونوں نعشیں جدا ہو گئیں۔ ہندوؤں نے نعش جلا دی اور درویش کو حجرے میں دفن کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ بعد شیخ عبدالقدوسؒ نماز تہجد کے لئے مسجد میں آئے تو کوئی خادم حاضر نہیں تھا۔ اتنے میں وہی درویش (عاشق) سامنے آیا اور وضو کے لئے پانی کا لوٹا پیش کیا۔ شیخ نے حیران ہو کر دریافت کیا تم تو وفات پا چکے تھے' پانی کیسے لائے' عرض کیا حضور اگر آپ میرے ساتھ چلیں تو آپ کو اپنا مقام دکھاؤں۔ آپ اس کے ہمراہ حجرے میں گئے۔ اس کی قبر میں وہی ساہوکار لڑکی ایک تخت مرصع پر بیٹھی قرآن کریم کی تلاوت کر رہی تھی۔ شیخ گنگوہیؒ نے درویش سے پوچھا تمہیں یہ بلند مقام کیسے ملا؟ اس نے عرض کیا کہ آپ کی برکت سے۔

فرمایا ------- میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مکان شریف پر بڑے کمرے میں تشریف فرما ہیں۔ بہت سے لوگ جن کی داڑھیاں بڑھی ہوئی ہیں۔ ندامت سے سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ حضور ان سے ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں: ''جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے میں

Marfat.com

جانتا ہوں۔"

میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ حضور کے پاؤں مبارک ریشم کی طرح نرم و گداز تھے۔ میں پاؤں دبانے لگا۔ کافی دیر تک حضور نے خدمت کا موقعہ بخشا۔ آخر میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عزیز احمد صاحب (صاحب ملفوظ کے صاحبزادے اور جانشین) کے بارے میں چند دعائیہ جملے فرمائے--- اور میری آنکھ کھل گئی۔☆

فرمایا ------ پیرزادہ محمد حیات قاسمی نے ذکر کیا کہ میں کالج میں پڑھتا تھا۔ ہاسٹل کے کمرے میں میرے ساتھ جو طلبہ رہتے تھے سبھی خوش شکل اور خوش پوش تھے۔ جس کی وجہ سے وہ کمرہ "سوہنوں کا کمرہ" مشہور تھا۔ ہمارے دوست حافظ نصیرالدین' جو صاحب ذوق شاعر تھے اور مٹھہ ٹوانہ کے ایک نوجوان قوال پر عاشق بھی تھے۔ ایک روز آئے اور کہنے لگے تمہیں ایک بہترین شعر سنانا چاہتا ہوں بشرطیکہ مچھلی کباب کھلاؤ۔ ہم نے مچھلی کباب تیار کیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر حافظ صاحب نے یہ شعر سنایا:

ماہی طلب آب کند گرچہ غذا شد
مہر از دل عاشق نہ رود گرچہ فنا شد

پھر فرمایا: اس دور کے طالب علم بھی بڑے باذوق ہوا کرتے تھے۔ انہیں علم کی قدر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ علم کے فیض سے مستفیض ہوتے تھے۔ اب لوگوں میں علم حاصل کرنے کے لئے اخلاص نہیں رہا۔ اس لئے علم میں برکت بھی نہیں رہی۔

فرمایا ------ مولانا شہاب الدینؒ (خلیفہ حضرت خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ) نے مجھے حب کے تعویذ کی اجازت دی تھی۔ میں نے زندگی میں صرف ایک مرتبہ یہ تعویذ لکھا جو کامیاب رہا۔

☆ حضرت میاں صاحب نے خواب کی تعبیر بھی خود ہی بیان فرمائی کہ ان دنوں عزیز احمد صاحب نے وادی سون میں دیوبندیوں کے خلاف تبلیغی سلسلہ بڑے زور شور سے شروع کر رکھا تھا۔ جسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پسند فرمایا۔ وہ لوگ جو حضور کی خدمت میں بیٹھے تھے' دیوبندی معلوم ہوتے تھے۔

Marfat.com

میں موسم سرما میں چک ۴۷ شمالی میں حاجی غلام محمد صاحب کے ڈیرے پر ٹھہرا ہوا تھا۔ یار محمد زرگر، جوتا سنگھ کو ساتھ لایا اور اس کی پریشانی کا ذکر کیا۔ کہ اس کی سکھنی (بیوی) روٹھ کر میکے چلی گئی ہے۔ بڑی منت سماجت کے باوجود وہ گھر آنے کے لئے رضامند نہیں۔ مجھے سکھ کی رونی صورت دیکھ کر ترس آیا۔ تعویذ لکھ دیا----- شاید تعویذ کا اثر تھا کہ سکھنی اسی دن جوتا سنگھ کے لئے اداس ہو کر میکے سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ رات جہان آباد میں گزاری اور اگلے روز گھر پہنچ گئی۔ میاں بیوی ۱۹۴۷ء تک چک ۴۷ میں مقیم رہے۔ تقسیم ہند کے بعد واہگہ کے راستے ہندوستان چلے گئے۔

فرمایا ------- ☆ مولانا شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ کا مزار فیروز پور میں ہے۔ معظم آباد کے قبرستان میں حضرت میاں امام الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے دائیں طرف قاضی عطا محی الدینؒ (خادم خواجہ محمد حسین معظم آبادی رحمتہ اللہ علیہ) کا مزار ہے اور بائیں طرف فقیر عبداللہ سبز پوشؒ کا مزار ہے جو خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کے درویش تھے۔ حضرت پیر سیال نے انہیں میرے والد گرامی کے امتحان کے لئے کفری بھیجا تھا۔

فرمایا ------- حضرت خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت پیر سیال کے غلاموں کا ہجوم رہتا تھا۔ وہ لوگ جانتے تھے کہ خواجہ معظم الدینؒ کو خواجہ سیالویؒ کی بارگاہ میں بڑا قرب حاصل ہے۔ وہ اپنی التجا خواجہ معظم آبادیؒ کی وساطت سے حضرت پیر سیال کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

فرمایا ------- بیماری کے ایام میں جب میں چک ۴۷ میں حاجی غلام محمد صاحب کے ڈیرے پر قیام پذیر تھا۔ خواب میں کئی دفعہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔

بیماری سے قبل میں نے ایک خواب دیکھا کہ بڑے لمبے اور اونچے پہاڑ پر چل

☆ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے مولانا شہاب الدین کے مزار کے بارے میں دریافت فرمایا تھا۔ (مؤلف)

Marfat.com

رہا ہوں اور کافی دیر چلتا رہا ہوں۔☆

فرمایا ------ حافظ میاں محمد صاحب مکان شریف کی جامع مسجد میں ہر سال نماز تراویح میں قرآن پاک سناتے تھے۔ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی اور ساتھ ہی اس تیزی سے پڑھنے لگے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ آخر میں نے انہیں امامت سے روک دیا۔ اسی رات خواب میں حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور مکان شریف کی مسجد میں نماز کی تیاری فرما رہے تھے۔ آپ نے حافظ میاں محمد صاحب کو امامت کے لئے حکم فرمایا۔ دوسرے روز میں نے حافظ صاحب سے معذرت کی--- پھر وہ کافی عرصہ تک نماز تراویح پڑھاتے رہے اور میں بڑے اطمینان سے ان کی اقتدا میں نماز ادا کرتا رہا۔

فرمایا ------ خوشی محمد ارائیں ساکن شرکوٹ کے کنویں کی کھدائی کی افتتاحی تقریب میں' میں بھی شامل تھا۔ میرے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ اگر میں دعا کروں تو پانی بھی خوب نکلتا ہے اور برکت بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ دعا و افتتاح کے بعد کنویں کی کھدائی شروع ہو گئی۔ کافی گہرائی تک کھودنے کے باوجود پانی نہ نکلا۔ خوشی محمد ایک غریب زمیندار تھا' بہت گھبرایا کہ پانی کے نکلنے کا امکان بھی نظر نہیں آ رہا اور خرچ بھی استطاعت سے زیادہ ہو چکا ہے۔ پھر پانی نہ نکلا تو علاقے میں بدنامی بھی ہو گی۔ آخر مایوس ہو کر ایک شام میرے پاس آکر رو دیا۔

میں نے اس کی ڈھارس بندھائی کہ انشاء اللہ پانی ضرور نکلے گا' گھبرانے کی ضرورت نہیں اور خود دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ پانی نہ نکلا تو لوگ اسے طعنہ دیں گے کہ میاں صاحب کی دعا کی یہی برکت تھی۔

رات خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین

☆ تعبیر بھی خود ہی بیان فرمائی کہ کوئی پریشانی درپیش ہو گی لیکن انجام بخیر ہو گا۔ ... میں بیماری کی طرف اشارہ تھا۔ آپ کو کافی عرصہ خارش کی تکلیف رہی۔ پھر آپ نے فرمایا' دوسری بیماریوں میں تو فائدہ ہی ہوتا ہے یعنی ذوق تازہ ہوتا ہے۔ لیکن خارش نے ذوق چاٹ لیا ہے۔ (مولف)

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر خواجگان چشت مکان شریف پر تشریف فرما ہیں۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا حضور کیسے تشریف آوری ہوئی؟ خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا میاں صاحب نے کنویں کا افتتاح کیا ہے۔ اس میں پانی نہیں ہے ان کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ دوسرے دن جب کنویں کی کھدائی ہوئی تو پانی کے چشمے ابل پڑے اور پانی نصف کنویں تک بھر گیا۔ خوشی محمد' خوشی سے دوڑتا ہوا آیا اور مجھے مبارکباد دی۔

فرمایا ------ جب کبھی سبھرال کے جنوبی قبرستان کے قریب سے گزرتا ہوں تو مظفر بھوگا اور اس کے ساتھ قتل ہونے والے عزیز و اقارب' جو اسی قبرستان میں دفن ہیں' کی ارواح سلام کہتی ہیں۔ ان کی دردناک موت کا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور طبیعت اداس ہو جاتی ہے۔

فرمایا ------ میرے والد گرامی (حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ) اور ملک شاہ محمد صاحب خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راستے میں ملک شاہ محمد نے میرے والد گرامی کو عرض کیا' میں خواجہ صاحبؒ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اولیاء اللہ کی نظر میں کائنات کی کیا حیثیت ہے؟

جب دونوں حضرات معظم آباد پہنچے تو ملاقات کے بعد خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ملک شاہ محمد کے خیال سے آگاہ ہو کر (ملک صاحب نے ابھی عرض نہیں کیا تھا) فرمایا: شاہ محمد' کائنات کی وسعت کے بارے میں' میں اور تو کچھ نہیں جانتا البتہ حضرت پیر سیال کے کرم کے طفیل کبھی کبھی کائنات اپنی تمام تر وسعت کے باوجود سمٹ کر یوں نظر آتی ہے جیسے ن میں نقطہ ------ یہ سن کر ملک شاہ محمد صاحب مطمئن ہو گئے۔

فرمایا ------ انسان کو ہر حالت میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ جب انسان قدرت کی طرف سے کوئی نعمت پائے تو شکر ادا کرے کہ اے کریم! لاکھ شکر ہے تیری ذات پاک کا کہ اس بے کس و ناتواں کو گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے۔ لیکن جب مصائب و آلام کا شکار ہو تو ایسے میں بھی شکر ہی ادا کرنا چاہئے۔ مصیبت کی صورت میں شکر کا مفہوم یہ ہو گا کہ بڑی مصیبت اس سے ٹل جائے گی۔ مثال کے طور پر

Marfat.com

ایک شخص کو ہلکا سا بخار ہوتا ہے تو واویلا کرنے کے بجائے وہ شکر بجالائے کہ کہیں یہ بخار بگڑ کر تپ دق نہ بن جائے یا بخار کی تیزی میں فالج کا حملہ نہ ہو جائے تو جس طرح راحت و آلام پانے پر شکر اس میں اضافے کا باعث بنتا ہے' اسی طرح مصیبت و تکلیف میں شکر اس میں تخفیف کا سبب بنتا ہے اور سب سے بڑا شکر اللہ کا ذکر ہے۔

تو بہر حالے کہ باشی روز و شب   یک نفس غافل مباش از ذکر رب
در خوشی ذکر تو شکر نعمت است   در بلاہا التجا با حضرت است

فرمایا ------ عزیز احمد صاحب کی ولادت سے پہلے میں نے چھوٹے چھوٹے خوبصورت پرندے تیتر' چکور وغیرہ پال رکھے تھے۔ ان کی پیدائش کی خبر سن کر سب پرندوں کو آزاد کر دیا۔ عزیز موصوف کی ولادت شادی سے پندرہ برس بعد ہوئی۔ اس لئے گھر میں بہت خوشی تھی۔ لوگ مبارکباد کے لئے آ رہے تھے اور بہت مسرور تھے۔ مجھے خیال آیا کہ خوشی کی ابتدا تو حوصلہ افزا ہے' انتہا دیکھنے ہیں کیسے ہوتی ہے۔ میں نے استخارہ کیا۔ خواب میں دیکھا کہ نومولود کمرے کے کونے میں کپڑے میں لپٹا ہوا ہے۔ میں قریب جاتا ہوں تو یہ شعر پڑھتا ہے:

من شاخ درختم پر از میوہ توحید
ہر **رہگذرے** سنگ زند عار نیاید

فرمایا ------ ایک دفعہ میں سیر کر کے واپس آ رہا تھا۔ سڑک کے کنارے قلندروں کی چند جھونپڑیاں تھیں۔ ایک بڑھیا جھونپڑی سے نکلی اور مجھے کہنے لگی مولوی جی! ہم نے حضور کا میلاد منایا ہے۔ آپ کچھ تبرک کھا کر جائیں۔ میلاد کے لفظ نے میرے قدم تو روک لئے البتہ ان کی معاشرت اور بڑھیا کی حالت دیکھ کر مجھے گھن آنے لگی۔ میں ان لوگوں کی دلجوئی کی خاطر جھونپڑی تک گیا۔ انہوں نے چاول پکا رکھے تھے۔ میں نے ایک چاول اٹھایا اور چلا گیا۔

رات کو خواب میں دیکھا' اس جھونپڑی کے سامنے لوگوں کا ہجوم ہے۔ معلوم ہوا کہ اس میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا عبدالحمید! میں ایسی دعوتوں میں ضرور آتا ہوں۔

Marfat.com

ان لوگوں کے دلوں کا خلوص مجھے بے چین کر دیتا ہے۔

فرمایا ------ حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی مدظلہ؛ اور میں کفری کے چشمہ (شہیداں) میں غسل کرنے گئے۔ غسل کے بعد میں نے دہلی سے منگوایا ہوا خوشبودار تیل استعمال کیا۔ رات کو میں سو رہا تھا۔ نصف شب کے قریب کسی نے میرا پاؤں دبانا شروع کیا۔ میری آنکھ کھلی' دیکھا تو کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ میں وہم سمجھ کر سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد سر کے بالوں میں کھجلی ہوئی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آواز آئی' میں جن ہوں۔ شہیدوں میں میرا خاندان آباد ہے۔ آپ کے وہاں تشریف لانے سے ہمیں عید سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے لیکن ہماری ایک فطری مجبوری ہے کہ ہم خوشبودار چیز سے مس ضرور کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ نیند میں آپ کے پاؤں کو ہاتھ لگا کر گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہوں۔ اس جرم پر معافی کا خواستگار ہوں۔ اگر آپ تکلیف محسوس نہ کریں تو غسل کر کے خوشبو اتار دیں۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا' خوشبو کا اثر زائل ہوا' تب آرام سے سویا۔

فرمایا ------ پیرزادہ محمد حیات قاسمی نے ایک اعلیٰ نسل کی گھوڑی آسام سے منگوائی۔ میں اکثر اس پر سواری کرتا تھا۔ ایک بار نماز مغرب کے بعد کفری کے قبرستان کے قریب سے گزرنے لگا تو گھوڑی پھنکار کر یک دم رک گئی جیسے کوئی خطرہ لاحق ہو۔ اتنے میں ایک بہت بڑا اژدھا قبرستان سے نکلا اور سڑک عبور کر کے باجرے کی فصل میں داخل ہو گیا۔ اس سے پہلے میں نے اتنا بڑا سانپ کبھی نہیں دیکھا تھا۔

میں نے گھوڑی کو ایڑ لگائی۔ چند قدم آگے گیا تو قبرستان سے جنوں کی آواز آئی "بابا جی صاحب' بابا جی صاحب" سانپ گزر گیا' وہ سانپ جا رہا ہے۔" پھر فرمایا جنوں کی آوازیں اکثر سنائی دیتی تھیں۔ خاص طور پر صبح جب میں تہجد کی نماز کے لئے اٹھتا اور وضو کرنے لگتا تو مکان شریف سے ملحقہ شمالی کھیت سے چھوٹے چھوٹے بچوں کی آوازیں آتی تھیں۔

فرمایا ------ میں اکثر مسئلہ وحدۃ الوجود پر بات کرنے حضرت پیر مہر علی شاہ

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ پیر صاحب بڑی جاذب شخصیت کے مالک تھے۔ مشائخ چشت کی روایت کے مطابق ان کا دستر خوان بہت وسیع تھا۔ خود بھی کھانا مہمانوں کے ساتھ کھاتے تھے۔ رات کے کھانے کے بعد خاص کمرے میں تنہا بیٹھ کر قہوہ ضرور پیتے تھے۔ کسی کو قہوہ نوشی میں شرکت کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے نفیس فنجان ہوتے تھے۔ تین سے زیادہ نوش نہیں فرماتے تھے۔ آخری پیالہ چینی کے بغیر پیتے تھے۔ اگر میں گولڑہ شریف موجود ہوتا تو قہوہ پیتے وقت مجھے ضرور یاد فرماتے' اپنے ساتھ بٹھا کر قہوہ پلاتے اور کافی دیر تک مشائخ کے ملفوظات ارشاد فرماتے تھے۔

ایک دفعہ گولڑہ شریف دوران قیام میں مجھے بخار نے آلیا۔ پیر صاحب نے ایک خادم کو میری خدمت پر مامور کیا اور تنبیہہ کی کہ خدمت میں غفلت نہ ہو۔ بیماری میں انسان کے لئے آرام و سکون نصف علاج ہے۔ اس عاشق صادق نے اپنے پیر کے حکم پر اس مبالغے سے عمل کیا کہ آرام پہنچانے کے بجائے میری بیماری میں اضافے کا سبب بنا۔ کبھی بغیر مطالبے کے سر میں مالش شروع کر دیتا تو کبھی پاؤں دباتا۔ میں سردی محسوس کر رہا ہوتا تو وہ پنکھا ہلانا شروع کر دیتا۔ میں نماز کی تیاری کرتا تو وہ پکڑ کر بٹھا دیتا کہ اس طرح تکلیف میں اضافہ ہو گا۔ میں منع کرتا تو دو ٹوک الفاظ میں کہتا پیر صاحب کا حکم ہے کہ خدمت میں سستی نہیں ہونی چاہیے۔

اس کی سادہ لوحی نے مجھے پریشان کر دیا۔ خدا خدا کر کے بیماری کے دن گزرے اور سکھ کا سانس لیا:

شب جو مسجد میں جا پھنسے مومن
رات کاٹی خدا خدا کر کے

فرمایا ------ اولیاء اللہ کو طے لسانی اور طے مکانی دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ طے لسانی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا' ملا علی قاری علیہ الرحمتہ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل سندرائینی رحمتہ اللہ علیہ میزاب کعبہ سے درکعبہ تک چند منٹ کے فاصلے میں قرآن پاک کا ایک ختم کرتے تھے اور ہر روز ستر

Marfat.com

مرتبہ پورے قرآن کی تلاوت فرماتے تھے۔

فوائد الفواد میں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے کہ حضرت حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ ان سے چند قدم آگے ایک اور بزرگ بھی طواف کر رہے تھے۔ حضرت ناگوریؒ ان کے قدم پر قدم رکھے چل رہے تھے۔ اچانک وہ بزرگ رکے۔ حضرت ناگوریؒ سے پوچھا ایسا کیوں کر رہے ہو؟ آپ نے عرض کیا حصولِ برکت کے لئے۔ انہوں نے فرمایا میرا معمول پورا کرو تب برکت حاصل ہو گی۔ پوچھا کیا معمول ہے؟ کہا ایک دن میں سات سو بار قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں۔

حضرت ناگوریؒ فرماتے ہیں: میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید تصور یا خیال میں اتنی مرتبہ پڑھتے ہوں۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ بزرگ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ملفوظاً" لاموھوما"---- یعنی الفاظ کے ساتھ پڑھتا ہوں' وہم یا خیال میں نہیں۔

فرمایا ------ سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو قرآن پاک کی تلاوت شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔

پھر فرمایا ---- یہ تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شان ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام کیا ہو گا؟ حدیث پاک میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام ظہر کی نماز کے بعد منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور نماز عصر تک روز آفرینش سے ابدالاباد تک کائنات میں ہونے والے تمام حوادث و واقعات کا تفصیل سے ذکر فرما دیا۔

فرمایا ------ کابل کے ایک شاہ صاحب اکثر مکان شریف پر تشریف لاتے تھے۔ ایک دن نماز عشاء کے بعد میں گرم کمرے میں وظائف کا مطالعہ کر رہا تھا۔ دروازہ کھلا' شاہ صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔ میں نے اٹھ کر مصافحہ کیا۔ سردی سے ان

Marfat.com

کے ہاتھ ٹھٹھرے ہوئے تھے۔ انہیں آگ کے قریب بٹھایا۔ کھانا کھلا کر بستر لگا دیا۔ شاہ صاحب کی شلوار کا نچلا حصہ گیلا تھا۔ میرے استفسار پر بتایا کہ ابھی کابل سے چلا ہوں۔ ایک قدم دریائے سندھ میں رکھا' جس کی وجہ سے شلوار گیلی ہو گئی اور دوسرا قدم اٹھا کر کورڈھی (کفری سے دو میل کے فاصلے پر) پہنچا۔ وہاں سے پیدل چل کر آیا ہوں۔

پھر ارشاد فرمایا----- شاہ صاحب کو طے مکانی حاصل تھا۔ ان کے سفر کا طریقہ یہ تھا کہ انہوں نے اپنے عصا کے ساتھ ایک تعویذ باندھ رکھا تھا۔ جب سفر کا ارادہ کرتے تو عصا زمین میں گاڑ دیتے۔ دو رکعت نفل ادا کرتے' کچھ پڑھ کر دو قدم اٹھاتے اور غائب ہو جاتے۔ تیسرا قدم وہاں رکھتے جہاں جانا مقصود ہوتا تھا۔

فرمایا------ شاہ صاحب زبردست عامل تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اسے جن کی شکایت تھی۔ میں نے شاہ صاحب سے دم کے لئے گزارش کی۔ وہ زیرلب کچھ پڑھنے لگے۔ پڑھتے ہوئے ان کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ فرمایا عورت کو بلاؤ۔ اس وقت جن آیا ہوا تھا۔ جوں جوں وہ عورت قریب آتی گئی' شاہ صاحب کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہوتی گئیں۔ جب وہ شاہ صاحب کے قریب پہنچی تو انہوں نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ جن کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ رو رو کر شاہ صاحب سے معافی مانگنے لگا۔ شاہ صاحب نے دو تین تھپڑ اور لگائے اور کہا: خبردار اگر آئندہ تو نے ایسی حرکت کی تو جان سے مار دوں گا۔ جن پھر نہ آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا اور عورت صحیح و سلامت گھر لوٹ گئی۔

فرمایا ------ بابا شریف حسین شاہ سیال شریف مقیم تھے۔ انہیں طے مکانی حاصل تھا۔ ان کی آنکھیں مستواروں کی طرح ہمہ وقت سرخ رہتیں۔ ہلاک ہو گیا' ہلاک ہو گیا' ان کا تکیہ کلام تھا۔ جہلم کے رہنے والے تھے۔ اکثر و بیشتر چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کی پل پر چلتے پھرتے دکھائی دیتے تھے۔ اس علاقے کے لوگ سیال شریف حاضری کے لئے پل پر سے گزرتے تو بابا شریف حسین کو وہاں دیکھتے اور جب سیال شریف پہنچتے تو انہیں یہاں موجود پاتے تھے۔ لوگ حیران رہ جاتے کہ کچھ

Marfat.com

دیر پہلے ہم نے انہیں چنیوٹ میں چھوڑا تھا' وہ پہلے سیال شریف کیسے پہنچ گئے؟

فرمایا ------ میرے والد گرامی (حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ) کی مجلس میں دو شخص حاضر تھے' ایک نے سنکھیا (دوا) کی ضرورت کا اظہار کیا۔ دوسرے نے وعدہ کیا کہ اس کے پاس موجود ہے۔ وہ مہیا کرے گا۔ چند دن بعد پہلے شخص نے اس ضمن میں والد گرامی کو یہ واقعہ سنایا۔

حسب وعدہ وہ مجھے سکیسر پہاڑ کی طرف لے گیا۔ ہم ایک بڑی غار میں داخل ہوئے۔ اندھیرے میں کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ سیڑھیاں وغیرہ بھی نہیں تھیں۔ نیچے اترتے ہوئے میرا پاؤں پھسلنے لگا۔ ساتھی نے مجھے سہارا دیا اور ہم نیچے اتر گئے۔ تہہ میں پہنچے تو حیرت ہوئی کہ یہاں ہوا کیسے چل رہی ہے۔ میں نے ساتھی سے ہوا چلنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا غار سے نکل کر بتاؤں گا۔ غار میں اس نے مجھے ایک پڑیا دی جس میں سنکھیا تھا۔ باہر آکر اس نے بتایا کہ جس چیز پر تمہارے پاؤں پھسل رہے تھے وہ اژدھا تھا' جو سو رہا تھا اور ہوا اس کے سانس کی تھی۔ وہ سردیوں کا موسم اس غار میں گزارتا ہے۔ اس کی بات سن کر میں خوف سے لرزنے لگا۔

فرمایا ------ حضرت والد صاحب کے زمانے میں ایک مرتبہ کئی دنوں تک لگاتار بارش ہوتی رہی۔ لوگ گھبرا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا فصلیں خراب ہو رہی ہیں۔ مکان گر رہے ہیں اور بیماریوں کی وبا پھوٹ رہی ہے۔ دعا فرمائیں بارش تھم جائے۔

آپ نے فرمایا کفری کے قریب غار میں ایک لاغر و ناتواں کتا موت و حیات کی کشمکش میں پڑا ہے جو چل پھر کر اپنی خوراک کا بندوبست نہیں کر سکتا۔ اس کے کھانے پینے کا بندوبست کریں تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس پریشانی سے نجات دے دیں۔

لوگ نالے کے جنوبی سمت غار تک گئے' دیکھا تو اس کے دہانے میں ایک نیم جان کتا پڑا تھا' اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور بارش کے پانی کا ایک ایک قطرہ اس کے منہ میں ٹپک رہا تھا' جس سے اس کی زندگی کی رمق باقی تھی۔ لوگ کتے کو وہاں سے اٹھا لائے۔ اس کے لئے دودھ اور خوراک کا بندوبست کیا۔ اسی دن بارش تھم گئی اور

Marfat.com

مطلع صاف ہو گیا۔

پھر ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید تھا کہ وہ کتا بھوک سے مر جاتا۔ اس لئے بارش سے اس کے رزق کا اہتمام کیا۔

فرمایا ------ منشی غلام محی الدین صاحب دربار میرا شریف سے عقیدت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پیران سے ناراض ہو گئے اور وہ زیر عتاب ہو کر کافی عرصہ مکان شریف پر ٹھہرے رہے---- ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ منشی صاحب بہت خوبصورت تھے۔ ان کے بال سیاہ اور گھنگھریالے تھے' جنہیں وہ خود بھی بہت پسند کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ کسی عورت پر عاشق ہو گئے۔ رات کو اپنی محبوبہ کے گھر کے طواف کے لئے خانقاہ کے حجرہ سے نکلے تو خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کو سامنے موجود پایا۔ انہوں نے فرمایا منشی جی' واپس چلے جاؤ۔ منشی صاحب لوٹ آئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر رگ عشق پھڑکی۔ محبوبہ کے دیدار کے لئے اٹھے۔ خواجہ میرویؒ مزار سے اٹھ کر سامنے آئے اور فرمایا' منشی جی ہوش کرو' واپس چلے جاؤ---- جب تیسری بار اسی ارادہ سے نکلے تو خواجہ میرویؒ نے غصے سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: تمہیں جن بالوں پر ناز ہے' اب یہ نہیں رہیں گے' چنانچہ اسی دن سے منشی صاحب کے بال جھڑنا شروع ہوئے اور کچھ عرصہ بعد ان کے سر پر ایک بال بھی نہیں رہا تھا۔ وہ بالکل "فارغ البال" ہو گئے تھے۔

فرمایا ------ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کے گھر تشریف لے گئے۔ گھر کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ آپ نے دروازے پر کھڑے ہو کر السلام علیکم کہا۔ اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ حضور نے تین بار یہ کلمہ دہرایا لیکن پھر بھی جواب نہ آیا۔ آخر آپ واپس ہونے لگے تو صاحب خانہ دوڑتے ہوئے گھر سے نکلے اور عرض کیا حضور واپس کیوں جا رہے ہیں؟ غریب خانہ میں تشریف لائیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا تم نے میرے سلام کی آواز نہیں سنی تھی' عرض کیا حضور تینوں مرتبہ سنی تھی لیکن جواب اس لئے نہیں دیا کہ آپ جتنی دفعہ السلام علیکم کہیں گے'

Marfat.com

میرا گھر اتنی دفعہ سلامتی و عافیت کی نعمت سے بھرتا جائے گا۔

فرمایا ------ ایک دفعہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کو بخار کی شکایت ہوئی۔ آپ نے لحاف اوڑھ لیا۔ لوگ مزاج پرسی کے لئے آنے لگے۔ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے۔ حضور نے پوچھا' صدیق بیمار ہو؟ عرض کیا حضورؐ آپ کا کرم ہو تو خیریت ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے لحاف لینے سے مراد یہ تھی کہ حضور تشریف لائیں' مزاج پوچھتے رہیں اور ادھر آتش شوق بھڑکتی رہے:

مزاج پوچھ کے رگ رگ میں بجلیاں بھر دیں
وہ آئے تھے مرے دل کی لگی بجھانے کو

مرض الحبیب فعدتہ فمرضت من ضرری علیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار ہوا' میں نے عیادت کی۔ اور اپنے غم سے جو ان کی تکلیف کی وجہ سے تھا' میں بیمار ہو گیا۔

فشفی الحبیب فعادنی فشفیت من نظری الیہ

حضور شفا یاب ہوئے پھر حضور نے مزاج پرسی کی اور حضور کو دیکھنے سے میں بھی شفا یاب ہو گیا۔

فرمایا ------ جنوں کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔ ہزار بارہ سو سال تو عام طور پر سننے میں آئی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ایک مرید جنگل میں جا رہا تھا۔ اس نے راستے میں ایک سانپ دیکھا اور مار دیا۔ وہ دراصل جن تھا جو سانپ کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا۔ جنوں نے دیکھا تو وہ ملزم کو اٹھا کر اپنی عدالت میں لے گئے۔ عدالت میں جنوں کا بادشاہ' وزرا اور بہت سے جن جمع تھے اور حسب مراتب اپنی نشستوں پر بیٹھے تھے۔ ایک مرصع کرسی صدر مجلس کے لئے رکھی تھی۔ کچھ وقت کے بعد قاضی صاحب تشریف لائے اور اس کرسی پر بیٹھ گئے۔ مدعی اور مدعی علیہ کے بیان سنے گئے۔ ملزم کا موقف تھا کہ میں نے جن نہیں مارا' سانپ مارا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ جن سانپ کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے اور سانپ کے بارے میں حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے:

Marfat.com

اقتلوا الموذی قبل الا یذاء ہر موذی چیز کو ایذا دینے سے پہلے مار ڈالو۔

قاضی صاحب نے فریقین کے بیان سن کر فرمایا:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قتل فی غیر صورۃ فلمہ ھدر ○

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' جو اپنی صورت کے علاوہ کسی اور صورت میں قتل ہو اس کا خون معاف ہے۔

اس حدیث کی رو سے قاضی صاحب نے ملزم کو بری کرنے کے احکام صادر فرمائے۔ مرید نے اپنی سرگزشت شیخ محدث دہلویؒ کو سنائی۔

پھر فرمایا شیخ عبدالحق محدث دہلوی تقریباً گیارہویں صدی کے اوائل میں ہوئے ہیں۔ اس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو تقریباً ایک ہزار سال گزر چکا تھا۔ قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ حدیث میں نے حضور کی زبان مبارک سے سنی ہے' اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی عمر ہزار گیارہ سو سال کے قریب تھی۔

فرمایا ------ مصر میں اولیائے متقدمین میں سے ایک بنیامین نامی بزرگ ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یکم محرم کو بارہ ہزار مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس طرح پڑھی جائے کہ ہر ہزار دفعہ پڑھنے کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کی جائے۔ پھر حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود بھیج کر دینی و دنیاوی مقاصد کے لئے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔

فرمایا ------ شجرہ مشائخ چشت کو بڑی فضیلت حاصل ہے' جر شخص روزانہ پچیس بار شجرہ شریف پڑھے' اللہ تعالیٰ اس کی جائز حاجت پوری فرما دیتے ہیں۔ شجرہ کا ورد خواجگان کی توجہ' قلب و نظر کی پاکیزگی اور حصول عشق الٰہی کے لئے اکسیر ہے۔ دعا کی قبولیت کے لئے مجرب ہے۔ ایک شخص نے پڑھا۔ تمام مشائخ چشت کی زیارت سے مشرف ہوا۔

فرمایا ------ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں عدل و انصاف اتنا عام تھا کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پیتے تھے۔ اگر آپ سورج کی طرف دیکھتے

Marfat.com

تو آپ کی ہیبت و جلال سے سورج کی شعاعیں ماند پڑ جاتی تھیں۔ آپ کی خلافت کے دور میں ایک شخص آپ سے ملنے آیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسے آپ کی اہلیہ کے جھگڑنے کی آواز سنائی دی۔ وہ مایوس ہو کر واپس جانے لگا تو حضرت عمر فاروقؓ گھر سے باہر آئے اور آپ نے اس سے دریافت کیا کہ دروازے پر دستک دے کر ملاقات کئے بغیر واپس کیوں جا رہے تھے؟ اس نے عرض کیا جس درد کے درماں کے لئے حاضر ہوا تھا آپ کو بھی اسی میں مبتلا پایا ہے۔ میری بیوی سخت مزاج ہے۔ بہت جھگڑتی ہے۔ اسے یہ کہہ کر ڈراتا ہوں کہ میں خلیفۃ المسلمین کے پاس شکایت کروں گا۔ آج تنگ آکر حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کی بیوی آپ سے جھگڑ رہی تھیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا بیوی کا شوہر پر بڑا حق ہے۔ دیکھو میں اس کی وجہ سے پاکدامن ہوں۔ وہ میرے بچوں کی نگہداشت کرتی ہے۔ بیوی سے نرم دلی اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

خیار کم خیار کم لاہلہ وانا خیار کم لاہلی ○

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے حق میں اچھا ہے اور میں اپنے اہل خانہ کے حق میں سب سے اچھا ہوں۔

فرمایا ------ ہمارے سلسلہ کے مشائخ کے ہاں عمل تسخیر مستحسن خیال نہیں کیا جاتا۔ تسخیر کا شوق رکھنے والوں کی نماز میں ذوق و شوق اور حضور قلب کا فقدان ہوتا ہے۔ نماز میں ان کا خیال اسی طرف رہتا ہے کہ کب نماز سے فارغ ہوں اور تسخیر کے لئے عملیات شروع کریں۔

پھر فرمایا حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے عزیز احمد صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سب سے بڑی تسخیر خدا کی راہ میں لوگوں کو کھانا کھلانا ہے۔ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

اطعموا الطعام وافشوا السلام تدخلوا الجنتہ بسلام ○ کھانا کھلاؤ' سلام عام کرو اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

فرمایا ------ حضرت صنعان ابن سلیمؓ ایک صحابی تھے۔ وہ چالیس سال تک پیٹھ

Marfat.com

کے بل نہیں سوئے۔ بیٹھے بیٹھے تھوڑی سی نیند کر لیتے تھے۔ اسی حالت میں انتقال فرمایا۔ بارگاہ الہٰی میں ان کا واسطہ پیش کرنے سے بارش آتی ہے۔

فرمایا ------ پان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا لیکن آپ نے استعمال نہیں فرمایا۔ ہندوستان میں بٹھنڈا کے راجہ کے ایک وزیر بابا رتن نامی تھے۔ وہ سفارت و تجارت کی غرض سے دو تین مرتبہ عرب گئے۔ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی تو آپ کی عمر تقریباً بارہ برس تھی۔ آپ وادی مکہ میں اونٹ چرا رہے تھے۔ بارش کی وجہ سے نالے میں پانی چڑھا ہوا تھا۔ آپ کے اونٹ نالے کی دوسری طرف چر رہے تھے۔ حضور بھی اس پار جانا چاہتے تھے۔ اس دوران بابا رتن وہاں پہنچے۔ انہوں نے حضور کو کندھے پر بٹھا کر نالہ پار کرا دیا۔ حضور نے انہیں درازی عمر کی دعا دی۔ **بارک اللہ فی عمرک** تین بار فرمایا۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا تو آپ کی رسالت و نبوت کا چرچا ہندوستان میں بھی پہنچا۔ بابا رتن ہندی چونکہ صاحب علم تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حضور کے بارے میں پیش گوئیوں سے بھی باخبر تھے۔ اس لئے ان کے دل میں نبی آخرالزماں کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ تحفہ کے طور پر کچھ سامان ہمراہ لیا اور عازم سفر ہوئے۔ جب دیار نبوت میں پہنچے تو حضور نے پہچان لیا اور پوچھا آپ وہی شخص ہیں جنہوں نے مجھے کندھے پر بٹھا کر نالہ کے پار اتارا تھا۔ بابا رتن نے اثبات میں جواب دیا تو پھر آپ نے تین بار وہی دعائیہ کلمات دہرائے۔

بابا رتن ہندی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کی خدمت میں ایک پائجامہ اور پان پیش کیا۔ پائجامہ ازار بند کے بغیر تھا۔ حضور نے قبول فرمایا اور پان یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ آپ کا تحفہ پسند تو ہے لیکن ہماری قوم میں اس کے استعمال کا رواج نہیں۔

بابا رتن ہندی حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کے زمانے تک وہیں رہے۔ جب واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا قرآن پاک کا

Marfat.com

نسخہ اور ایک اونٹ بطور تحفہ دیا۔ بابا رتن ہندی کا مزار بٹھنڈا (ہندوستان) میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

فرمایا ------ کسی بات کے حق میں اگر دلائل دیئے جائیں تو ان سے انکار ممکن ہے لیکن ذاتی تجربہ یا مشاہدہ پیش کیا جائے تو اسے تسلیم نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ صاحب مزارات کے تصرف کے سلسلے میں بزرگان دین کے تجربات و مشاہدات اتنے واضح ہیں کہ انہیں تسلیم نہ کرنا ہٹ دھرمی کے مترادف ہے۔

پھر فرمایا: حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ حالت سفر میں تھے۔ رات ایک قبرستان میں بسر کی۔ دیکھا کہ اہل مزارات میں سے کچھ ریشمی غلاف سے ڈھکے ہوئے طبق اٹھائے ہوئے ہیں اور بہت خوش ہیں۔ حضرت مالکؒ فرماتے ہیں' میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا لپٹا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک شخص کا یہاں سے گزر ہوا' اس نے گیارہ مرتبہ کلمہ تمجید پڑھ کر ایصال ثواب کیا' جو اس صورت میں ہمیں ملا ہے۔

حضرت مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی چار رکعت نفل پڑھے اور ان کا ثواب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو پیش کیا۔ خواب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے فرمایا مالک! میں تجھ سے بہت خوش ہوں تو نے نفل پڑھ کر میری امت کو ثواب بھیجا ہے جس کی برکت سے مرحومین کا یہ دن چین سے گزرا ہے۔

فرمایا ------ قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنا' دور سے پڑھنے کی نسبت افضل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر ہمکلامی کا شرف حاصل کرنے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک روتے ہوئے شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بتایا کہ وہ شیطان ہے اور اپنے قصور پر نادم ہے۔ اللہ کریم سے معافی کا خواستگار ہے۔

حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیطان کی درخواست پیش کی۔ ارشاد ہوا کہ اگر وہ آدمؑ کے مزار کو ہی سجدہ کر دے تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ شیطان نے یہ سن کر انکار کر دیا اور کہا جس آدم کو میں نے خدا کے روبرو سجدہ نہیں کیا' اب

Marfat.com

قبر میں کیسے سجدہ کروں؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزارات پر جا کر ایصال ثواب کرنے سے صاحب مزار سے جو فیض حاصل ہو سکتا ہے وہ دور سے ایصال ثواب کرنے میں نہیں ہو سکتا۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ ابلیس کو حکم دیتے کہ یہیں سے مزار آدم کی طرف رخ کر کے سجدہ کر دے تب بھی تجھے معاف کر دیا جائے گا۔

فرمایا ------ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احمد نامی ایک بزرگ تھے جو صاحب ذوق و کرامت تھے۔ اور انہیں دینی علوم سے بڑی لگن تھی۔ اکثر مسائل دریافت کرتے تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ خواب میں ان سے ملاقات ہوئی۔ حسب معمول انہوں نے مسئلہ دریافت کیا۔ میں نے کہا پس مرگ بھی آپ کو مسائل کا شوق ہے۔ انہوں نے جواب دیا **"اولیاء اللہ را مردہ تصور می کنی"** کیا آپ اولیاء اللہ کو مردہ تصور کرتے ہیں؟

فرمایا ------ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ اور سلطان التارکین خواجہ حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ ہمعصر بزرگ تھے۔ دونوں میں محبت و مودت کا تعلق تھا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم میں سے جو اس دنیا سے پہلے رخصت ہو گا وہ دوسرے کو بتائے گا کہ بارگاہ رب العزت میں کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے۔

اتفاق سے بابا فریدالدین گنج شکرؒ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ناگوریؒ آپ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ فاتحہ پڑھی اور مزار کے غلاف کے نیچے ایک کاغذ اور قلم رکھ دیا۔ اور وعدہ کی یاددہانی کرا کے خود نفل ادا کرنے مسجد میں تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو کاغذ پر یہ شعر لکھا ہوا پایا:

جملہ فنون شیخ نیرزد بہ نیم خس
راحت بدل رساں کہ ہمیں مشرب است و بس

فرمایا ------ حضرت فانی فی اللہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید نے آپ سے فنا و بقا کا فلسفہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص میری نماز جنازہ پڑھائے گا اس سے پوچھنا' وہ وضاحت کر دے گا۔

Marfat.com

جب حضرت فانی فی اللہؒ کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ تیار ہوئی تو لوگ اس فکر میں تھے کہ جنازہ کون پڑھائے گا؟ اتنے میں جنازہ گاہ کی ایک طرف سے ایک نقاب پوش شخص نمودار ہوئے' نماز کی امامت کروائی اور کسی سے بات کئے بغیر واپس چلے گئے۔ سائل بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور شہر سے تھوڑے ہی فاصلے پر انہیں جا لیا۔ سلام کہا اور اپنے شیخ کی وصیت کے مطابق مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے چہرے سے نقاب اٹھایا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ نماز کی امامت کرانے والے وہی حضرت باقی باللہ تھے جن کی نماز جنازہ ادا کی جا رہی تھی۔ مسکرا کر فرمانے لگے تم نے چارپائی پر میری میت دیکھی۔ وہ مقام فنا تھا اور اب جو دیکھ رہے ہو' مقام بقا ہے۔

فرمایا ------ حضرت امیر خسرو دہلویؒ (مرید و خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ) کا انتقال ہوا تو حضرت شاہ رکن عالم ملتانی رحمتہ اللہ علیہ دہلی میں موجود تھے۔ انہیں امیر خسرو کا جنازہ پڑھانے کے لئے عرض کیا گیا۔ انہوں نے حاضرین محفل سے مخاطب ہو کر کہا: خسرو رند مزاج شاعر تھے چلیں ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت بھی کرتے ہیں۔ شاہ رکن عالمؒ جنازہ کی امامت کے لئے مصلے پر کھڑے ہوئے تو حضرت امیر خسرو نے کفن سے ہاتھ نکال کر یہ شعر پڑھا:

ما بہ نعمت ہائے پیر خود بسندہ کردہ ایم
نیست مارا حاجت آمرزش آمرزگار

یعنی مجھے اپنے پیر طریقت کا کرم و عنایت کافی ہے' کسی دوسرے کی مہربانی کی احتیاج نہیں۔

فرمایا ------ شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں علامہ جلال الدین سیوطی نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ میرے ایک دوست کا انتقال ہو گیا۔ میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کی قبر کھودنے میں شامل تھا۔ جب کھدائی آخری مرحلے میں پہنچی تو اچانک زمین میں شگاف پڑ گیا۔ نیچے ایک نورانی چہرے والے' سبز پوش بزرگ مخملیں مسند پر بیٹھے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے آہٹ سنی تو

Marfat.com

سر اٹھا کر پوچھا کیا قیامت آگئی ہے؟ میں نے کہا ابھی نہیں آئی۔ انہوں نے فرمایا میرے معمولات میں خلل نہ ڈالو۔ اور زمین ڈھانپ دو۔

فرمایا ——— حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے والد شاہ عبدالرحیم دہلویؒ لکھتے ہیں کہ میں شیخ سعدی شیرازی کی غزل کے چند اشعار گنگنا رہا تھا۔ اچانک مقطع کا دوسرا مصرع بھول گیا۔ اشعار یہ تھے:

جز یاد دوست ہرچہ کنی عمر ضایعست　　جز سر عشق ہرچہ بگوئی بطالت ست

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر او　　علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت ست

بھولا ہوا مصرع بسیار کوشش کے باوجود یاد نہیں آ رہا تھا۔ اسی فکر میں دہلی کے ایک بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک عمر رسیدہ شخص، سر پر کلاہ دار پگڑی، ہاتھ میں عصا اور کاندھے پر نفیس کلہاڑی رکھے میرے پاس آئے اور وہ مصرع جو میں بھول چکا تھا، پڑھا:

علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت ست

میں حیران رہ گیا کہ کسی کے سامنے اظہار بھی نہیں کیا اور یہ بزرگ وہی مصرع پڑھ رہے ہیں۔ میں نے نام دریافت کیا تو نہایت شیریں انداز میں جواب دیا:

بندہ سعدی ہمیں است　　میں سعدی شیرازی ہوں

فرمایا ——— درحقیقت اولیاء اللہ بعد ممات بھی حیات ہیں۔ وہ اسی طرح ہمارے قریب ہوتے ہیں جس طرح ظاہری زندگی میں ہوتے ہیں۔ ہمارے حالات پر نظر رکھتے ہیں۔ بلکہ ظاہری زندگی کی نسبت ابدی زندگی میں تعلق رکھنے والوں پر زیادہ کرم فرماتے ہیں۔ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوۃ میں، علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں اور ابن قیم نے کتاب الروح میں اس حدیث کو نقل کیا ہے:

ان اولیا .لله لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار اخر ○

.اولیاء اللہ نہیں مرتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں۔

بیضاوی شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

واللہ لا ابالی سقط الموت علی او سقطت علی الموت

اللہ کی قسم مجھے پرواہ نہیں کہ موت مجھ پر گرے یا میں موت پر گروں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب انتقال فرمانے لگے تو ہنسے۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ کیسا ہنسنے کا مقام ہے؟ تو فرمایا کیوں نہ ہنسوں' **الان الاقی محمدا وحزبہ** ابھی میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے دوستوں سے ملاقات کروں گا۔ پھر فرمایا اولیاء اللہ موت سے نہیں ڈرتے بلکہ وہ تو خوش ہوتے ہیں کہ اس حجاب کے اٹھ جانے کے بعد محبوب کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ فانی زندگی کا سورج غروب ہوتا ہے تب ہی ابدی زندگی کا سورج طلوع ہوتا ہے جو کبھی غروب نہیں ہوتا۔ بقول اقبال:

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

احمد ندیم قاسمی کا شعر بھی اسی مضمون کی ترجمانی کرتا ہے:

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

فرمایا -------- ایک بار حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے اپنے مرید خاص حضرت جمال الدین ہانسویؒ کو رقعہ دے کر حضرت بہاء الدین ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور فرمایا رقعہ پہنچا کر جلد واپس لوٹ آنا۔ حضرت ہانسویؒ ملتان پہنچے تو حضرت زکریا ملتانیؒ نے انہیں چند روز اپنے ہاں ٹھہرا لیا۔ اس تاخیر پر حضرت بابا صاحبؒ حضرت جمال الدینؒ سے ناراض ہو گئے۔ جب وہ حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے کلام نہ کیا۔ بابا صاحب کی بے رخی کی وجہ سے سکان دربار نے بھی آپ سے بولنا ترک کر دیا۔ حالانکہ پہلے اپنی معروضات انہی کے ذریعے بابا صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ حضرت جمال الدینؒ اپنے شیخ مکرم کی ناراضگی سے بہت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ روتے دھوتے' لوگوں کی منتیں کرتے کہ کوئی ان کی سفارش کر دے۔ لیکن کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ بابا صاحب کو معافی کی

Marfat.com

درخواست کرتا۔

ایک روز بابا صاحب عشاء کی نماز ادا کر کے اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت جمال الدین بیقراری کے عالم میں حجرہ کے دروازے کے سامنے لیٹ گئے۔ تہجد کی نماز کے لئے بابا صاحب اٹھے تو آپ کا پاؤں حضرت جمال الدین کے سینے پر پڑا۔ بابا صاحب جان گئے کہ یہ جمال الدین ہی ہو سکتے ہیں۔ فرمایا جمال الدین ہے؟ عرض کیا حضور آپ کا غلام جمال معافی کا خواستگار ہے' خدارا معاف فرما دیں۔ آئندہ ایسی کوتاہی نہیں ہو گی۔ ان کی حالت زار دیکھ کر بابا صاحب کا دل پسیج گیا اور آپ نے انہیں معاف فرما دیا۔

فرمایا ------ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا انداز تربیت بہت خوب تھا۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو عوارف المعارف کا درس دے رہے تھے۔ بابا صاحب کے ہاتھ میں کتاب کا جو نسخہ تھا' اس کا خط باریک تھا یا لکھائی اچھی نہیں تھی' بعض مقامات پر آپ اٹکنے لگے۔ خواجہ نظام الدینؒ نے عرض کیا کہ: "شیخ نجیب الدین متوکل نسخہ صحیح دارد" شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ بابا صاحب یہ سن کر سخت ناراض ہوئے۔ بار بار فرماتے "درویش را قوت تصحیح نسخہ سقیم نیست"۔ کیا درویش میں خراب نسخہ کی تصحیح کی صلاحیت نہیں؟ یہ سن کر حضرت محبوب الٰہیؒ کے ہوش اڑ گئے۔ بہت پشیمان ہوئے۔ بار بار معذرت کی لیکن بابا صاحب ناراض رہے' مایوس ہو کر مجلس سے اٹھ آئے۔ دعا کرتے تھے کہ خدا کسی پر ایسا سخت دن نہ لائے اور ایسے غم میں کسی کو مبتلا نہ کرے۔ غم سے نڈھال' روتے دھوتے کئی دن گزر گئے۔ اب آنسوؤں کا ذخیرہ بھی ختم ہو گیا۔ ایک روز کنویں کی منڈیر پر آ بیٹھے۔ جی چاہا کہ کود کر جان خلاصی کر لیں لیکن کچھ سوچ کر باز رہے۔

بابا صاحبؒ کے فرزند شہاب الدینؒ نے آپ کی خستہ حالت سے بابا صاحب کو آگاہ کیا۔ جو مقصود تھا وہ پورا ہو چکا تھا۔ حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی اور جرم کی معافی ہو گئی۔ دوسرے روز حضرت نظام الدینؒ کی طلبی ہوئی اور ارشاد فرمایا "ایں ہمہ برائے کمال حال تو می کردم" میں نے یہ سب کچھ تمہیں کمال تک پہنچانے کے لئے کیا

Marfat.com

تھا پھر خلعت خاص عطا کی اور دعا سے نوازا۔ پندار و خودی کا مواد اگر اتنے کارگر نشتر کے بعد بھی نہ نکلتا تو کب نکلتا:

فکر خود و رائے خود' در عالم رندی نیست
کفر است در ایں مذہب خود بینی و خود رائی

فرمایا ------ منشی گل محمد صاحب کھیتوں میں کام کے لئے جانے سے پہلے مکان شریف پر آتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے ملنے آئے۔ میں کمرے میں چائے پی رہا تھا۔ وہ برآمدے میں پڑی ہوئی چارپائی پر لیٹے تو ان کی آنکھ لگ گئی۔ کچھ دیر بعد بیدار ہوئے تو میرے پاس آکر اپنا تازہ خواب سنایا جو ابھی ابھی انہوں نے دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کچھ نقاب پوش گھوڑوں پر سوار مکان شریف کے جنوبی گیٹ سے داخل ہوئے۔ میں نے ایک سوار سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا' مشائخ چشت ہیں اور ان کے ساتھ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے ہیں۔ میں نے بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا اور پھر سوچنے لگا کہ میاں صاحب بھی اگر موجود ہوتے تو حضور کی زیارت کرتے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ آپ ایک سفید گھوڑے پر سوار ہیں اور ان حضرات کے ہمراہ جا رہے ہیں۔

فرمایا ------ بیماری کے دنوں میں میں چک ۴۷ شمالی حاجی غلام محمد صاحب کے ڈیرے پر قیام پذیر تھا۔ خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' خلفائے راشدین کے ہمراہ' میری مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ عصر کا وقت تھا' نماز کی تیاری ہوئی۔ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اقتدا میں صحابہ کرام کے ساتھ نماز عصر ادا کی۔

فرمایا ------ ایک بار میں علاج کے لئے دہلی گیا۔ تقریباً اڑھائی سال وہاں قیام کیا۔ ملک امیر حیدر مرحوم کے ماموں محمد اعظم بادشاہی مسجد کے ایک حجرہ میں مقیم تھے' میں نے ان کے ہاں رہائش رکھی۔ دن کو اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دیتا اور رات محمد اعظم صاحب کے ہاں بسر کرتا۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار شہر سے تقریباً نو کوس کے

Marfat.com

فاصلے پر تھا۔ ایک روز میں حاضری دینے وہاں جا رہا تھا کہ راستہ بھول گیا۔ اتفاق سے کوئی مسافر بھی نہ گزرا جس سے راہنمائی لی جا سکتی راستہ بھول جانے کی پریشانی اور پیاس کی شدت سے نڈھال ہو کر بیٹھ رہا۔ اتنے میں ایک شخص نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں پانی کی جھاری (مٹی کا برتن) تھی۔ اس نے مجھے پانی دیا اور کہا میں بھی حضرت چراغ دہلیؒ کے مزار پر جا رہا ہوں' میرے ساتھ چلیں۔ میں اس کی راہنمائی میں حضرت کے مزار تک پہنچا۔ اس کی گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ پراسرار شخص ہے۔ فاتحہ خوانی کے بعد میں نے اسے بہت تلاش کیا لیکن اس کا کہیں سراغ نہ ملا۔ مردان غیب میں سے معلوم ہوتا تھا۔

فرمایا ------- مجھے دل کا عارضہ لاحق تھا۔ ایک دوست نے مشورہ دیا کہ دہلی کے معروف حکیم دوست محمد کو طبیعت دکھاؤں۔ اگلے روز صبح میں حکیم صاحب کے مطب پہنچا۔ چند مریض بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں اپنی باری کی چٹ تھی۔ میں نے بھی چٹ لی اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ میری چٹ پر ۲۲ نمبر لگا ہوا تھا۔ اتنے میں دو ملازم آئے' انہوں نے حکیم صاحب کے لئے مسند بچھائی' حقہ تیار کیا اور اخبار رکھ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حکیم صاحب بڑے شاہانہ کروفر کے ساتھ تشریف لائے اور آلتی پالتی مار کر مسند پر بیٹھ گئے۔ پہلے کچھ دیر اخبار کا مطالعہ کیا اور حقہ پیا' اس دوران کبھی کبھی کنکھیوں سے مریضوں کو دیکھ لیتے' جن کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔

اخبار سے فارغ ہو کر انہوں نے انگلی کے اشارے سے پہلے مریض کو بلایا۔ نبض دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔ پھر مریض فارغ ہو کر رخصت ہوا تو حکیم صاحب نے بڑے مزے سے حقے کے دو تین کش لگائے' تھوڑی دیر اخبار کا مطالعہ کیا اور دوسرے مریض کو اشارے سے بلایا۔ اسی طرح وہ تمام مریضوں کو اشارے سے بلاتے اور فارغ کرتے رہے یہاں تک کہ میری باری آ گئی۔ انہوں نے مجھے اشارہ کیا لیکن میں اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ انہوں نے حقے کے ایک دو کش لگا کر پھر اشارہ کیا۔ لیکن میں اپنی جگہ پر براجمان رہا۔ حکیم صاحب غصے سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ مجھے مخاطب کرتے ہوئے

Marfat.com

گرجدار آواز میں کہا کیا آپ بہرے اور اندھے ہیں' اٹھتے کیوں نہیں؟ میں بھی غصے سے بھرا بیٹھا تھا۔ کہا ہاں صاحب بہرا بھی ہوں اندھا بھی۔ آپ کے اخلاق اور قابلیت کا شہرہ سن کر چھ سو میل کا سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہوں اور آپ ہیں کہ بازاری چھوکریوں کی طرح اشاروں سے بلاتے ہیں۔ کیا شرفا کا یہی دستور ہوتا ہے۔

حکیم صاحب معاملہ سمجھ گئے۔ مسند سے اٹھ کر میرے پاس آئے' معذرت کی اور ساتھ لے جا کر اپنے پاس بٹھایا۔ انہوں نے نبض پر ہاتھ رکھا تو چونک گئے۔ اور کہا قدرت نے آپ کو بہت عمدہ دل عطا کیا ہے۔ ایسے شاہانہ مزاج کے مصارف کے لئے تو ایک ریاست درکار ہے۔ پھر پوچھا' کیا آپ قوالی سنتے ہیں؟ میں نے کہا سنتا ہوں۔ کہنے لگے' سماع چھوڑ دیں اور دیگر اوراد و وظائف بھی ترک کر دیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ کے دل کی دھڑکن بند ہو جائے گی۔ صرف نماز پڑھیں اور باقاعدگی سے سیر کریں۔

فرمایا ------- اولیا اللہ کے مزارات پر حاضری دینے کے آداب میں ایک یہ بھی ہے کہ مزار کی پائنتی ہاتھ رکھ کر **سبحان اللہ والحمد للہ ولاالہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم○**

تین مرتبہ پڑھا جائے پھر چہرے کے سامنے کھڑے ہو کر پہلے تین دفعہ آیتہ الکرسی خلدون تک پڑھنی چاہئے' اس کے بعد جو چاہیں پڑھیں۔ آیتہ الکرسی پڑھنے سے صاحب مزار کی توجہ زائر کی طرف مبذول ہوتی ہے۔

فرمایا ------- ملک قاسم علی سرہالوی مکان شریف کے نیاز مندوں میں سے تھے۔ انہیں ایک جھوٹے مقدمہ قتل میں ملوث کر دیا گیا۔ مخالف فریق معاشی و سیاسی لحاظ سے مستحکم تھا۔ انہوں نے سیاسی وسائل بروئے کار لا کر کیس اس ڈھنگ سے آگے بڑھایا کہ ملک صاحب مسلسل اس دلدل میں پھنستے چلے گئے۔ کیس کی فائل اور جج صاحب کے رویے سے اندازہ ہوتا تھا کہ فیصلہ مخالف فریق کے حق میں ہو گا اور ملک صاحب کو ناحق موت کی سزا سنا دی جائے گی۔

ملک قاسم علی کی بے گناہی اور سزائے موت کے خیال نے مجھے بے چین کر دیا۔

Marfat.com

میں نے ملک امیر حیدر مرحوم سے بات کی اور انہیں جج سے سفارش کرنے کو کہا۔ ملک صاحب نے کہا کہ میں نے پہلے سے جج صاحب سے دو سفارشیں کر رکھی ہیں۔ اگر وہ مان گئے تو قاسم علی کے لئے بھی کہہ دوں گا۔ دوران گفتگو ملک مرحوم نے کہا کہ انسان کو بڑی قدرت حاصل ہے۔ وہ کائنات کی ہر چیز کو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے۔ لیکن دوسرے انسان کو اپنی منشا کے مطابق استعمال نہیں کر سکتا۔ ملک صاحب کی اس بات سے میں فوری طور پر تو متاثر نہ ہوا لیکن تجربات و مشاہدات کے نشیب و فراز سے گذر کر اب سوچتا ہوں کہ ملک صاحب کی بات اپنے اندر کتنی صداقت رکھتی ہے۔

ملک امیر حیدر مرحوم کے رویہ سے مایوس ہو کر میں نے بذات خود جج صاحب سے ملاقات کی ٹھان لی۔ سیشن جج کی عدالت سرگودھا میں تھی۔ پتہ چلا کہ وہ رخصت پر ہیں۔ لودھراں کے رہنے والے ہیں۔ میں اور بابا مولوی میاں احمد لودھراں پہنچے--- ایک خیال' ایک جذبہ ضمیر کو جھنجھوڑ رہا تھا کہ ایک دوست جو بے گناہ ہے' سزائے موت کیوں پائے؟ جج صاحب بغیر تعارف کے بڑی خوش دلی سے پیش آئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ آپ کی عدالت میں قتل کا ایک کیس زیر سماعت ہے۔ ملزم کا نام قاسم علی ہے اور وہ بے گناہ ہے۔ اسے سیاسی رنجش کی وجہ سے مقدمے میں ملوث کیا گیا ہے۔

جج صاحب نے کہا ممکن ہے آپ طرف داری کر رہے ہوں۔ میں نے کہا جس طرح آپ اپنے گرو کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے جھوٹ بولنا اور اپنے فیصلوں میں ناحق لکھنا پسند نہیں کرتے' (جج صاحب سکھ تھے) اسی طرح میں بھی اپنے پیغمبر کی شریعت کا احترام کرتے ہوئے جھوٹ اور فریب سے نفرت کرتا ہوں اور عدل و انصاف میں طرف داری کو آخرت کا خسارہ سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر جج صاحب نے لمحہ بھر توقف کیا پھر کہا' مجھے آپ کے چہرے پر ایمان و ایقان کا جو نور دکھائی دے رہا ہے وہ بجائے خود آپ کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔ یوں سمجھئے کہ میں نے مقدمے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔

Marfat.com

چنانچہ اگلی تاریخ پیشی پر بحث کے بعد جج صاحب نے ملک قاسم علی کو باعزت بری کر دیا۔

فرمایا ---------- حضرت امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے تبحر عالم تھے۔ ان کی علمی صلاحیت و قابلیت کا شہرہ چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا تھا۔ دور دراز سے لوگ مسائل دریافت کرنے اور فتویٰ لینے ان کے پاس آتے تھے۔ مولانا کے ہاں دو منشی ہمہ وقت موجود رہتے جو فیصلے کے مطابق فتویٰ لکھتے تھے۔ آپ نے ۱۶ جلدوں میں قرآن پاک کی تفسیر "تفسیر کبیر" کے نام سے لکھی' جو بڑی مقبول ہوئی۔

کافی عرصہ دنیائے علم و حکمت کی خدمت کرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ ظاہری علم میں کمال حاصل کر لیا ہے۔ اب باطنی علم کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ یہ آرزو لے کر کسی مرد کامل کی تلاش میں نکلے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا چند روز یہ وظیفہ پڑھیں پھر بیعت کروں گا۔ مولانا نے وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ میری سر سبز و شاداب زمین میں ہرا بھرا باغ ہے' جسے ایک شیر اکھیڑ رہا ہے۔ اگلی صبح مولانا' حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا: باغ تمہارا علم ہے اور شیر' عشق۔ عشق' علم کے درختوں کو نکال باہر کر رہا ہے۔

حضرت امام رازی نے سوچا کہ میں نے علم کے پودے مشکل سے لگائے تھے۔ عشق کا شیر انہیں اکھاڑ رہا ہے۔ میں ایسے عشق کے بغیر ہی اچھا ہوں۔ آپ نے بیعت نہ کی اور واپس آ گئے۔ جب مولانا کے انتقال کا وقت قریب آیا تو شیطان نے مولانا سے سوال کیا: کیا آپ اللہ کو وحدہ لا شریک مانتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہاں میں اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ شیطان نے اس پر دلیل مانگی۔ آپ نے دلیل دی۔ شیطان نے تبحر علمی سے اسے رد کر دیا۔ آپ نے دوسری دلیل پیش کی۔ اس لعین نے وہ بھی رد کر دی۔ امام موصوف نے ۳۶۰ دلیلیں دیں۔ شیطان نے سبھی

Marfat.com

رد کر دیں۔ حضرت امام لا جواب ہو گئے۔ شیطان کے دلائل سن کر وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں تشکیک کا شکار ہو رہے تھے--- شیخ نجم الدین کبریٰ نے عالم روحانیت میں دیکھا کہ رازی شیطان کے نرغے میں ہیں۔ وہ اگرچہ بیعت نہیں ہوئے تھے لیکن بیعت کے ارادے سے ایک مرتبہ آئے تو تھے۔ چلیں اس مشکل سے انہیں نکالا جائے۔

حضرت نجم الدینؒ نے فرمایا رازی! شیطان دلیلوں سے نہیں مانے گا۔ اسے کہہ دیں کہ میں بغیر دلیل کے خدا کو وحدہ لاشریک مانتا ہوں۔ حضرت رازی نے جب شیطان سے یہ کہا تو وہ خائب و خاسر ہو کر غائب ہو گیا اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت میاں صاحب نے ارشاد فرمایا: اگر شیخ نجم الدین کبریٰ' امام رازی کی مدد کو نہ پہنچتے تو اس دار فانی سے ان کا ایمان کے ساتھ رخصت ہونا محال تھا۔ وہ فلسفے کی بھول بھلیوں میں ایمان کی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

فرمایا --------- جب کوئی درویش دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اولیائے متقدمین (عالم روحانیت میں) اس کے معمولات کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ خصوصاً اس دن کے معمولات کے بارے میں ضرور پوچھتے ہیں جس دن اس کا وصال ہوا ہو۔ اگر اس نے آخری دن اپنے معمولات ادا کئے ہوں تو اسے کاملیت کا درجہ عطا کیا جاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے معمولات وصال کے دن بھی ناغہ نہیں ہوئے تھے۔

Marfat.com

ان مشاہیر کے جذبات و احساسات، جو کسی نہ کسی حوالہ سے حضرت میاں صاحب سے تعلق رکھتے تھے۔

(محمد مسعود احمد)

Marfat.com

حضرت خواجہ غلام فخر الدین مد ظلہ العالی
آستانہ عالیہ سیال شریف (سرگودھا)

مجھے بہت سے درویشوں کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ لیکن درویشانہ صفات میں حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی شخصیت میں دو خصوصیات ایسی تھیں جو دوسرے ہمعصر اہل اللہ میں اس درجہ نظر نہیں آتیں۔ ایک خصوصیت ترک دنیا اور دوسری توکل علی اللہ ہے۔

حضرت میاں صاحبؒ کو اکثر دیکھا گیا کہ ظاہری اسباب میں سے اگر کچھ میسر نہیں ہوتا تھا' تب بھی اتنے مسرور اور مطمئن نظر آتے جیسے بہت کچھ پاس رکھتے ہوں۔ اس ضمن میں میاں صاحب نے ایک مرتبہ اپنے خواب کا واقعہ ذکر کیا کہ آپ نے طالبعلمی کے دور میں تونسہ شریف کے دوران قیام میں حصول خیر و برکت اور کشائش رزق کے لئے ایک وظیفہ شروع کیا۔ آپ کے شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں سرزنش کی کہ اسباب دنیا کے لئے وظیفہ پڑھتے ہو۔ اور ایک طمانچہ بھی مارا۔ بیدار ہوئے تو طمانچے کا درد محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے بعد آپ نے کبھی ایسا وظیفہ نہیں پڑھا۔ بلکہ فرماتے تھے کہ اس واقعہ کے بعد مادی خواہشات ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئیں۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر میاں صاحبؒ کی صاحبزادی کا رشتہ حضرت خواجہ محمد حسین معظمی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے غلام فخر الدین معظمی سے قرار پایا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے مجھے حکم دیا کہ میاں صاحبؒ کی خدمت میں خواجہ محمد حسینؒ کی خواہش کا اظہار کروں۔ میں چونکہ میاں صاحبؒ سے دوستانہ مراسم بھی رکھتا تھا' اس لئے پیغام رسانی کے ساتھ ساتھ آپ کو اس اقدام کے تمام نشیب و فراز سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہا کہ اس معاملہ میں اگر آپ برادری کی ناراضگی کا بوجھ برداشت کر سکیں تب رضامندی کا اظہار کریں۔ میاں صاحبؒ نے جواب میں کہا: "میں حضرت پیر سیال کے حکم کی عدم تعمیل کا تصور بھی نہیں کر سکتا' چاہے مجھے کتنا نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ اس

Marfat.com

معاملے میں مجھے برادری کی کوئی پروا نہیں۔"

چنانچہ برادری کے تمام افراد آپ کے اس اقدام سے ناراض ہو گئے' بلکہ انہوں نے قطع تعلق کر لیا' لیکن اس کے باوجود میاں صاحبؒ بہت مطمئن تھے۔ آپ کی استقامت کا نتیجہ تھا کہ کچھ عرصہ بعد ناخوشگوار حالات کی کالی آندھیاں خود بخود بیٹھ گئیں۔

میاں صاحب کی ذات میں مجتمع ان خصوصیات کی بنا پر فخر سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں ایک کامل مرد درویش کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے بہت سے خلفا تھے۔ جب کبھی ہم ان کے مراتب پر تبصرہ کرتے تو اس نتیجہ پر پہنچتے کہ خلفا میں حضرت خواجہ محمد حسین معظمی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت میاں صاحب درجہ کمال کو پہنچے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مقرب خادموں میں حافظ نصیر الدین (ساکن انگہ) بھی تھے۔ وہ کافی عرصہ تونسہ شریف قیام پذیر رہے۔ انہوں نے حضرت سیالویؒ کے چیدہ چیدہ خلفا کی ایک فہرست تیار کی اور ان کے مرتبہ و مقام پر سیر حاصل تبصرہ لکھا۔ جو حقیقت پر مبنی تھا۔ انہوں نے بھی اہل اللہ کی خصوصیات اور اپنے شیخ کے ساتھ نیاز و عقیدت میں حضرت خواجہ محمد حسین معظمیؒ کے بعد حضرت میاں صاحبؒ کو اپنے دیگر پیر بھائی خلفا پر فوقیت دی ہے۔

الغرض ایک کامل درویش کی تمام خصوصیات حضرت میاں صاحبؒ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

حضرت میاں صاحبؒ سراپا ذوق تھے۔ مختلف مواقع پر آپ سے کئی عمدہ اشعار سنے گئے۔ خاص طور پر وحدت الوجود کے موضوع پر اپنے اثر انگیز بیان کے دوران موزوں اور پر معنی اشعار بڑی بے ساختگی سے پڑھتے تھے۔ توحید کی کیفیت آپ پر بطور حال وارد تھی۔ مذکورہ موضوع پر میرے اس شعر کی بہت تحسین فرماتے تھے:

باہمہ جلوت پردہ نشینی
چہ عجب پیدا چہ عجب پنہاں

اللہ تعالیٰ حضرت میاں صاحبؒ کے مدارج بلند فرمائے اور ان کے مکان شریف کو ابدالآباد تک آباد رکھے۔

Marfat.com

جسٹس پیر محمد کرم شاہ (الازہری)

سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ بھیرہ (سرگودھا)

حسن جب تکلفات سے مبرا ہو اور فقر جب ریا اور تصنع سے ماورا ہو تو ان کی دلربائی اور زیبائی قلب و نظر کو تڑپا کر رکھ دیتی ہے اور ان میں ایک ایسی کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے خدنگ ناز سے دل کو بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔

حضرت میاں عبدالحمید صاحب اعلی اللہ مقامہ فی الفردوس الاعلیٰ کی ذات ستودہ صفات انہی پاک نہاد لوگوں میں سے تھی جو ان نادر خوبیوں سے آراستہ تھے۔ ان کا شمار میدان فتوت و ولایت میں "السابقون الاولون" میں ہوتا تھا۔ لیکن اپنے سے کمتر لوگوں کی دلنوازی اور حوصلہ افزائی ان کی خصوصی شان تھی۔ وہ حضرت پیر سیال لجپال قدس سرہ' کے میخانہ معرفت کے مے خواروں میں سے تھے۔ جو ہر وقت اسی نشہ سے سرشار رہتے۔

اعراس خواجگان رضوان اللہ علیہم کے مواقع پر سیال شریف میں اکثر شرف نیاز حاصل ہوتا تھا اور کئی بار آپ کے آستانہ عالیہ پر بھی شرف زیارت نصیب ہوا۔ ہر بار ان کی دلجوئی' دل درماندہ کو نئی تازگی اور توانائی سے سرشار کر دیا کرتی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اتنی تحسین فرماتے جو سمند عزم کے لئے مہمیز کا کام دیتی اور اکثر اس شعر کو اپنے حال کے موافق پاتا۔

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں
دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

Marfat.com

حضرت پیر سیال نے اپنے جن مریدان باصفا کو اپنی توجہ خاص سے سرفراز فرمایا تھا انہیں اپنی شان دلربائی سے بھی حظ وافر مرحمت فرمایا تھا۔ ہر نیاز کیش کے چہرہ پر محبوبیت کا رنگ جھلکنے لگتا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی شان رحمت کے شایاں خلد بریں میں مقام رفیع ارزانی فرمائے اور ان کے فرزند حضرت علامہ صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ العالی جو عہد حاضر کے ایک جلیل القدر عالم باعمل ہیں' ان کو صحت وکرامت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے تاکہ آپ اپنے اسلاف کرام کے فیوضات کو جرات و فیاضی سے تقسیم کرنے کے منصب پر فائز رہیں۔ آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد حمید الدین سعظمی، سجادہ نشین
آستانہ عالیہ معظم آباد (سرگودھا)

مرد درویش

حضرت میاں عبد الحمید رحمتہ اللہ علیہ، حضرت پیر سیال کے محبوب غلام اور خلیفہ مجاز تھے۔ ایک مرد کامل میں جتنی خصوصیات ہونی چاہئیں وہ علیٰ وجہ الاتم آپ کی ذات والا صفات میں موجود تھیں۔ کتب تصوف میں مرد کامل کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ اس کی خدمت میں بیٹھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ ایک میں نہیں، اس مرد درویش کی خدمت میں جس کو بھی ایک پل بیٹھنے کی سعادت مل گئی، وہ غفلت سے کوسوں دور اور یاد خدا سے معمور ہو گیا۔

مرد درویش کی یہ بھی صفت ہے کہ نہ اس سے کوئی ستم خوردہ ہوتا ہے نہ دل آزردہ۔ جہاں تک میرے ناقص علم کی رسائی ہے، دنیا میں کوئی بھی اپنا یا بیگانہ حضرت میاں صاحب سے شاکی نہیں۔ بلکہ ان کے لطف و کرم کا مرہون دکھائی دیتا ہے۔ آپ حدیث نبوی علیٰ صاحبہا التحیتہ والسلام "**المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ**" کے مصداق تھے اور بزرگان دین کے ارشاد "درویشی پردہ پوشی" کے عین مظہر۔

حصول علم کی مصروفیات کی وجہ سے مجھے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا بہت کم موقع ملا لیکن جو بھی تھوڑی بہت حاضری نصیب ہوئی وہ ناقابل فراموش ہے۔ حضرت میاں صاحب شرافت و صداقت کا مجسمہ، لطف و عنایت کا پیکر، سلف صالحین کی حقیقی تصویر تھے۔ جب معظم آباد تشریف لاتے تو میں آپ کو کسی وقت بھی یاد خدا سے غافل نہ پاتا۔ کبھی نوافل میں مشغول ہیں، کبھی اوراد و وظائف کے ساتھ رطب اللسان تو کبھی پند و نصائح میں مصروف۔ آپ کی گفتگو کا انداز بڑا نرالا تھا۔ نگاہیں جھکائے زیر لب کچھ ارشاد فرماتے تو سامعین مسحور ہو جاتے تھے۔ ہر سائل کے مافی الضمیر کو بھانپ کر اس کی دلجوئی فرماتے تھے۔

Marfat.com

مجھے حضرت میاں صاحب کی نماز جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔
حضرت شیخ الاسلام و المسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی" نے آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد میرے عم مکرم حضرت غلام فخرالدین معظمی سے مخاطب ہو کر فرمایا:
"میں نے پیرسیال" کے غلاموں میں دو درویش دیکھے ہیں' ایک آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد حسین معظمی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت میاں عبد الحمید" تھے جو اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں"۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی حضرت میاں صاحب" کے حقیقی جانشین حضرت صاجزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ العالی کو پیر سیال کے سایہ عاطفت میں' صحت و سلامتی کے ساتھ' مکان شریف کے متعلقین و متوسلین کو اپنے فیوض و برکات سے تادیر مستفیض فرمانے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت میاں صاحب" کے پوتے' ولی عہد خانقاہ مکان شریف صاجزادہ حامد عزیز صاحب کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور انھیں اپنے اسلاف کی درخشندہ روایات تابندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بجاہ طٰہٰ و یسین صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی
شیخ الحدیث دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

مجھے حضرت قبلہ میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں چند روز حاضر رہنے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کا موقعہ نصیب ہوا۔ میں نے آپ کو سراپا اخلاص اور مجسمہ مہر و وفا اور پیکر شفقت و عنایت پایا۔ طالب علمی کا دور تھا اور میرے استاد مکرم حضرت خواجہ غلام سدید الدین صاحب زیب مسند آستانہ معظمیہ معظم آباد نے بوجہ کثرت مشاغل بذات خود مزید تعلیم دینے کی بجائے کفری میں تحصیل علم کے لئے بھیجا اور حضرت میاں صاحب قبلہ کے نام نوازش نامہ لکھ کر دیا تاکہ رہائش اور خورد و نوش کا بندوبست مکان شریف پر ہو جائے اور اس سلسلہ میں کوئی دقت اور دشواری نہ ہو۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے اس نوازش نامہ کی وجہ سے اس طرح شفقت و عنایت اور اتنے احسان و اکرام کا مظاہرہ فرمایا کہ گویا میں ایک متعلم مدرسہ معظمیہ نہیں تھا بلکہ معظم آباد شریف سے کوئی صاحبزادہ تھا۔ صبح کا ناشتہ' دوپہر کا کھانا' عصر کی چائے اور رات کا کھانا عموماً بنفس نفیس گھر سے اٹھا کر لاتے اور اپنے ساتھ کھلانے کا شرف بخشتے اور فرماتے تمہاری خدمت میرے لئے سعادت ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جہاں پڑھنے کے لئے. تمہیں بھیجا گیا ہے ☆ وہ مولوی صاحب تمہیں پڑھا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ اب **لکیلا یعلم من بعد علم شیا** (وہ علم سابق کے باوجود کچھ نہ جان سکے) کے مرحلہ میں ہیں اور اگر تم یہاں سے بے نیل مرام چلے گئے تو مجھے زندگی بھر اضطراب اور قلق رہے گا۔

چنانچہ آپ کے اندازے بلکہ فراست ایمانی کے عین مطابق میرا سلسلہ تعلیم وہاں جاری ہی نہ ہو سکا۔ آپ نے ایک دوسری جگہ اپنے نواسے صاحبزادہ مکرم الدین

☆ استاد مکرم نے آپ کو مولوی خدا بخش (کفروی) کے پاس تحصیل علم کے لئے بھیجا تھا (مولف)

Marfat.com

صاحب اور جناب منشی عبدالحق صاحب کے ساتھ بھیجا تاکہ وہاں تعلیم کا انتظام ہو سکے تو رہائش اور دیگر سہولیات و ضروریات کا اپنے متعلقین کے ہاں بندوبست کر سکیں۔ مگر اس میں بھی کامیابی نہ ہو سکی۔ آپ نے بڑی رقت آمیز کیفیت میں رخصت کرتے ہوئے فرمایا: میری دعائیں ہر وقت تمہارے ساتھ رہیں گی اور اگر اللہ تعالیٰ نے سن لیں تو تم ضرور عالم بن جاؤ گے اور اس عظیم مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ پھر آپ نے کافی سارا زاد راہ نقدی کی صورت میں بھی عطا فرمایا۔

ایک غریب الوطن عام سے طالب علم کے لئے اتنی بڑی شخصیت کی طرف سے اس قدر کرم گستری اور لطف عمیم عمر بھر کے لئے اسیر محبت و الفت اور پابند نیاز و عقیدت بنانے کے لئے کافی تھا اور انہیں عنایات اور کرمنوازیوں کی وجہ سے بندہ دور دراز علاقوں میں تحصیل علم کے لئے گیا مگر قلب و روح حضرت میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی نذر رہے۔ عید کی تعطیلات پر بھی گھر آنے سے پہلے مکان شریف پر حاضر ہوتا بلکہ اکثر عید وہیں گزرتی۔ ایک مرتبہ حاضر ہوا تو فرمانے لگے میں نے عزیز احمد کو سانگھڑ خط لکھا تھا کہ عید پر گھر آنا۔ اب تم آ گئے ہو وہ نہ بھی آئیں تو کوئی بات نہیں۔ حسن اتفاق سے ایک دفعہ دونوں مکان شریف پر اکٹھے ہو گئے تو ایک بازو میں مجھے اور دوسرے میں اپنے اکلوتے فرزند ارجمند صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کو لے کر فرمانے لگے عزیز احمد یہ نہ سمجھنا کہ میں عبدالحمید کا ایک ہی بیٹا ہوں بلکہ یہ بھی تیرا بھائی ہے اور میرا پیارا بیٹا ہے۔ تم دونوں اگر بھائی بھائی بن کر رہو گے تو میری قبر ٹھنڈی رہے گی اور مجھے قبر میں بھی راحت و تسکین حاصل ہوتی رہے گی۔ آپ ہمیشہ یہی دعا دیتے کہ اللہ کریم تم دونوں کو میرے نصیب میں رکھے۔

ظاہری تعلیم کا انتظام تو کفری میں نہ ہو سکا لیکن سب سے اہم اور بنیادی تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم ہو گیا۔ آپ کے فیض صحبت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی اور محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے ساتھ ساتھ اپنے شیخ کامل کی محبت اور مشائخ سلسلہ سے عقیدت اور ادب و نیاز کے نقوش انتہائی گہرے ہو گئے اور دل حرص و ہوا اور لالچ جیسے امراض سے محفوظ ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ استاد مکرم

Marfat.com

حضرت قبلہ پیر صاحب کا یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے مجھے اس نعمت عظمٰی کے استفادہ کی راہ دکھلائی اور ایسے کامل مربی اور صاحب تربیت و ارشاد سے حصول تربیت اور استرشاد کا موقعہ فراہم فرمایا۔ جزاھما اللہ احسن الجزاء (اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے)

اگرچہ حضرت قبلہ میاں صاحب قدس سرہ العزیز کا مرکز عقیدت دربار عالیہ سیال شریف تھا۔ مگر:

در آرزوئے آنکہ بہ من آشنا شوی
آ میختم بہ ہر کہ بود آشنائے تو

استاد مکرم کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کا گہرا قلبی تعلق تھا۔ کیونکہ وہ مجاہد اعظم حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے منظور نظر تھے اور اس تعلق کی وجہ سے حضرت استاد مکرم خواجہ غلام سدید الدین رحمتہ اللہ علیہ سے نہایت۔ محبت و الفت سے پیش آتے تھے۔ اس تعلق اور ربط کا ہی اظہار تھا کہ ان کا بھیجا ہوا ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس لطف و کرم اور التفات و عنایت کا مستحق و مستوجب قرار پایا۔

بندہ جب سیال شریف میں تدریسی خدمات سرانجام دینے لگا اور اس دوران حاضری کا شرف حاصل کرتا تو حضرت میاں صاحب' پیرانہ سالی کے باوجود اور محسن قدیم اور مشفق و مربی ہونے کے باوصف مکان شریف سے نیچے اتر کر استقبال فرماتے تھے۔ ایسا کرنے سے دراصل آپ ہم نیاز مندوں کو آداب نسبت کی تعلیم دے رہے ہوتے تھے' جب اس قدر دور کی نسبت بھی آپ کے نزدیک اتنی واجب التکریم تھی تو براہ راست تعلق اور نسبت کے مستوجب تکریم اور سزاوار تعظیم ہونے کا خود اندازہ کرلیں۔

حضرت میاں صاحب خلیفہ مجاز ہونے کے باوجود لوگوں کو خود بیعت نہیں کرتے تھے بلکہ سیال شریف بیعت کرا دیتے تھے۔ جبکہ اس دور میں پیری مریدی بالعموم بڑی مرغوب چیز ہے اور اس سلسلہ میں اشتہار بازی سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ مگر آپ

Marfat.com

نے اپنے آپ کو گوشہ گمنامی میں رکھنا ہی پسند فرمایا اور بالکل الگ تھلگ مقام پر رہ کر شب و روز عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل (دنیا میں اس طرح رہو کہ گویا تم غریب الوطن اور اجنبی ہو یا راہ چلتے مسافر) کے مطابق اپنے آپ کو مسافر اور غریب الوطن سمجھتے رہے اور زبانی فرماتے بھی تھے کہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ اجنبی دیس میں ہوں اور میرا یہاں کوئی تعلق والا نہیں ہے۔ آپ کا طرز زندگی اور انداز بود و باش اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اگر کسی کی شادی ہوتی تو وہ بھی مکان شریف پر آکر دعائے خیر کرا لیتے اور مرگ ہو جاتی تو بھی یہیں پر دعائے مغفرت کرا لیتے۔ دنیا داروں سے میل جول پسند کرنا تو کجا' ان کی شکل و صورت دیکھتے ہی طبیعت پر گرانی اور ملال کے آثار نمودار ہو جاتے تھے خواہ وہ برادری کے افراد ہی کیوں نہ ہوتے۔

مکان شریف کے ہال کمرہ میں آپ بیٹھتے تھے۔ اس کا ایک دروازہ چھوڑ کر باقی تمام دروازوں میں بانس کے ڈنڈے گڑے ہوتے تھے۔ میں نے عرض کیا' اگر لوگ آئیں تو وہ کیسے حاضر خدمت ہو سکیں گے۔ فرمانے لگے: "دنیا دار لوگ آ جاتے ہیں' پریشان کرتے ہیں اور وقت بھی ضائع کرتے ہیں۔ اس لئے ان دروازوں کو بند کر رکھا ہے۔"

نہ آپ کی آمدنی کا کوئی ظاہری ذریعہ تھا نہ پیری مریدی' لیکن لنگر ہر وقت جاری رہتا تھا۔ ہر آنے والے کی مہمان نوازی ہوتی تھی اور وہ بھی پر تکلف انداز میں' جس سے فرمان خداوندی و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اسے وہی کافی ہے) کا عملی نمونہ سامنے آتا اور بعض دفعہ الفقر فخری کا سماں بھی ہوتا۔ ایک مرتبہ گھر سے چائے آئی اور عرض کیا گیا کہ گھر میں چینی نہیں تھی' اس لئے چائے بغیر چینی کے تیار کی گئی ہے۔ فرمایا' کوئی بات نہیں' آج ایسے ہی سہی۔ لیکن بخدا جب ہم آپ کی معیت میں پینے لگے تو قطعاً" محسوس نہ ہوا کہ یہ پھیکی ہے اور اس میں چینی نہیں ہے' بلکہ معمول کی طرح معلوم ہوتی تھی اور کامل مٹھاس والی۔

Marfat.com

ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے ایک عزیز دوست ☆ تھے' وہ طویل علالت کے بعد راہی ملک عدم ہو گئے۔ ایک شخص مکان شریف پر ان کی وفات کی خبر دینے کے لئے بھیجا گیا۔ جب میں نے دور سے اسے مکان شریف کی طرف آتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ کوئی اچھی خبر نہیں لا رہا اور جو خبر لا رہا ہے وہ سن کر برداشت کرنا مشکل ہے۔ اسے دور ہی رک جانے کے لئے کہا اور سوچنے لگا کہ رنج و غم اور ابتلا و آزمائش کی اس گھڑی میں کون سی چیز سہارا بن سکتی ہے۔ فوراً ذہن میں آیا:

ازیں مصائب دوراں منال و شاداں باش

کہ تیر دوست بہ پہلوئے دوست می آید

تو اس آدمی سے کہا' اب آ جاؤ اور جو کہنا ہے کہہ دو۔

خود گوناگوں اور قسم قسم کی تکالیف سے دوچار ہوتے' مگر صبر و تحمل اور ضبط کامل سے کام لیتے اور کیا مجال کہ کسی طرح کی پریشانی اور اضطراب کا اظہار ہو بلکہ "ہرچہ از دوست می رسد نیکوست" کا عملی مظاہرہ فرماتے بلکہ ضرب الحبیب حبیب (محبوب کی طرف سے سختی بھی پسندیدہ اور پیاری لگتی ہے) کے مصداق ان عوارض کو دوست کی طرف سے ہونے کی وجہ سے محبوب و مرغوب سمجھتے' علاج کراتے تو بھی محض خدام اور نیاز مندوں کے اصرار کی وجہ سے اور ان کی دلجوئی کے لئے۔ اپنے اکلوتے بیٹے (صاحبزادہ عزیز احمد صاحب) کو اس قسم کی شدید تکلیف کے دوران بھی اپنے پاس رہنے کا حکم دینا تو کجا' ان کی چھٹی کی درخواست بھی پسند نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے "تم فوراً سیال شریف جا کر اپنے تدریسی فرائض سرانجام دو' کہیں حضور شیخ الاسلام کی طبیعت اقدس پر گرانی اور ملال نہ آ جائے' میرے لئے صرف اور صرف ان کی رضا مندی اور خوشنودی ہی سب سے قیمتی اور گرانمایہ سرمایہ ہے اور میری راحت و تسکین اسی میں ہے کہ تم سیال شریف میں رہو" حالانکہ ایسے مواقع پر اپنے عزیز ترین اور اکلوتے فرزند کو دوسرا کوئی شخص اپنی نظروں سے دور کیسے کر سکتا

☆ پیرزادہ محمد حیات قاسمی (ساکن اٹک) جن سے حضرت میاں صاحب کو بہت انس تھا---
(مولف)۔

Marfat.com

تھا۔

مرض وصال میں پاس انفاس کا سلسلہ جاری فرما لیا اور بدنی تکالیف سے توجہ ہٹا کر صرف اور صرف متصرف حقیقی اور مالک ملک اور ملک لم یزل ولا یزال کی یاد میں مستغرق ہو گئے اور سب ماسوا سے حتیٰ کہ اپنے آپ سے بھی صرف نظر فرمالی۔

ایک دفعہ بندہ کفری والے چشمہ کا منبع و مرکز دیکھنے کے لئے اکیلا چل پڑا۔ پانی کی گذرگاہ کے ساتھ ساتھ چلتے چلتے ایسی جگہ جا پہنچا' جہاں اردگرد پہاڑوں کی بلند اور صاف سیدھی دیواریں تھیں اور درمیان میں پانی گہرے تالاب کی صورت میں جمع تھا' سابقہ روش ترک کر کے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے ذرا پیچھے ہٹ کر ڈھلوان حصہ سے پہاڑی پر چڑھ گیا۔ تھوڑا سا اوپر چڑھ پایا تھا کہ پاؤں پھسلنے لگے اور میں سیدھا نیچے اس گہرے تالاب کی طرف لڑھکنے لگا۔ فوراً جوتے اتار دیئے' ہاتھ پاؤں پھیلا لئے اور مقبولان بارگاہ خداوند تعالیٰ سے توسل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔ چنانچہ جلد ہی سنبھل گیا کیونکہ پاؤں کے نیچے کی کھسکتی کنکریاں منجمد ہو گئی تھیں اب ارادہ بدل گیا اور وہیں سے واپس آگیا۔ جب مکان شریف پر پہنچا تو آپ کو سخت پریشان پایا۔ آپ نے دیکھتے ہی دریافت فرمایا: کہاں گئے تھے؟ عرض کیا چشمہ کا منبع دیکھنے گیا تھا۔ فرمایا اگر نیچے گر جاتے تو؟ میں نے عرض کیا بس آپ کی دعائیں شامل حال رہیں اور محفوظ رہا۔

آپ تو یہ عرض سن کر خاموش ہو گئے مگر بندہ اس دور بین نگاہ کی جولانیوں پر مجسمہ حیرت و استعجاب بن گیا۔ مگر جب حدیث قدسی **فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ** --- الحدیث (پس جب میں اپنے بندہ کو محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے) ذہن میں آئی تو یقین ہو گیا کہ دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز اور شب و روز خدائے بزرگ و برتر کے حضور سربسجود و نیاز رہنے والی یہ ہستی واقعی مقام محبوبیت پر فائز ہے اور انوار الہیہ سے منور نگاہوں کی حامل ہے' جنہوں نے اس قدر بعد' دوری اور پہاڑوں کے حجاب و پردہ کے پیچھے سے میری سرگزشت اور پوری

Marfat.com

کیفیت ملاحظہ فرمائی۔ نیز جب آپ کے وصال کے بعد کا منظر دیکھا تو علامہ آلوسی کے اس فرمان کا مشاہدہ ہو گیا۔ قد یمنح العبد قرب النوافل لیکون الحق بصرہ الذی یبصر بہ و قد یرقی من ذالک الی قرب الفرائض لیکون نورا کبھی بندہ کو قرب نوافل کا ثمرہ عطا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ بن جاتا ہے' جس سے وہ دیکھتا ہے اور کبھی اس مقام سے ترقی کر کے قرب فرائض کے ثمر سے بہرہ ور ہوتا ہے' تو مجسم نور بن جاتا ہے--- آپ کا جسم مبارک ظاہری طور پر بھی نورانی معلوم ہو رہا تھا۔ ایک طرف گیس چل رہا تھا اور دوسری جانب آپ کا چہرہ ضیا پاش تھا اور کوئی نیاز مند بھی بار بار دیکھنے کے باوجود یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس آفتاب قلوب افروز اور مہر ولایت کے چہرہ کی چمک دمک زیادہ ہے یا اس چراغ شب افروز کی اور یہ تردد صرف ظاہری کیفیت کے لحاظ سے تھا ورنہ اس چراغ کی عمر طبعی تو صرف سحر تک تھی اور ولایت و محبوبیت کا یہ مہر دل افروز تا قیام قیامت اور ساعت قیام نصف النہار پر رہے گا:

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابدا علی افق العلی لا تغرب

Marfat.com

ڈاکٹر عبدالغنی (مرحوم)
اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

حضرت میاں عبدالحمیدؒ کی خدمت میں حاضری

ولی کامل کی خدمت میں حاضری کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ لطف و کرم کے سرچشمہ ابدی پر رسائی کے مترادف ہوتی ہے۔ ذکر دوام ان بزرگوں کے جذبہ عشق کو پر پرواز عطا کرتا ہے۔ خوش نصیبی انہیں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل قدس میں پہنچا دیتی ہے۔ اور پھر وہ ہر آن عرفان کی دولت سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اب جو نیاز مند ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، فیض نبوت کے چھینٹے اس کو بھی کیف و سرور کی نعمت عطا کرتے ہیں۔ خواہ ان کی حاضری "اتفاقاً" ہی کیوں نہ ہوئی ہو۔ سرسبز اور پرفضا مقام سے گزرتے ہوئے کس کا دل شادابی کی کیفیت سے لطف اندوز نہیں ہوتا۔

میاں صاحب مرحوم کا تصور ذہن میں لاتے ہی یہ تمہیدی الفاظ زبان پر وارد ہو گئے ہیں۔ محکمہ تعلیم میں فرائض منصبی انجام دیتے ہوئے اس ناچیز کو ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۶ء کے سالوں میں وادی سون کے مختلف مقامات پر جانا پڑتا تھا۔ اس طرح کفری پہنچا تو پتہ چلا کہ یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں، بڑے متوکل علی اللہ۔ ان کی قیام گاہ گاؤں سے باہر ہے اور مکان شریف کہلاتی ہے۔ بندہ کے دل میں بھی آرزو پیدا ہوئی کہ ملاقات کے لئے جاؤں۔ اس غرض سے جا رہا تھا تو دل میں خیال تھا کہ اللہ کے ایک بندے کو اللہ کے لئے ملنے چلا ہوں۔ مکان شریف پر پہنچا تو میاں صاحب قبلہ اندر اپنے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ ہماری حاضری کی اطلاع ملی تو آپ نے کہلا بھیجا، ویرانڈے میں موڑھے پر بیٹھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت میاں صاحب تشریف لائے۔ میانہ قد، گندمی رنگ،

Marfat.com

خاصہ بھرا ہوا جسم۔ مصافحہ فرمایا اور سامنے ایک موڑھے پر جلوہ فرما ہو گئے۔ دو ایک لمحوں کے لئے نگاہیں نیچی کیں اور پھر فرمانے لگے: سبحان اللہ کیا اعلیٰ مقصد ہے۔ اچھے اچھے صوفی یہ مقصد لے کر نہیں آتے۔ انشاء اللہ یہ قدم خالی نہیں جائیں گے۔ اس ناچیز نے اپنے دل کی کیفیت ان پر منکشف دیکھی تو بڑی عقیدت پیدا ہو گئی۔ قلب ایک خاص لگاؤ محسوس کرنے لگا۔ اہل اللہ کی توجہات باطنی سے کچھ نہ کچھ آشنا تھا اور پتہ تھا کہ چشتی بزرگوں کا فیض نگاہ میں ہوتا ہے۔ حضرت میاں صاحب کی ارادت بارگاہ سیال شریف سے تھی' جہاں سے روحانی فیض جلالپور شریف پہنچا تھا اور جہاں کی غلامی کا شرف اس ناچیز کو حاصل تھا۔ اس مناسبت نے قلبی طور پر بندہ کو میاں صاحب مرحوم کے بڑا قریب کر دیا۔ آپ کے علم و فضل کی طرف بندہ نے توجہ نہ کی۔ کیونکہ اس بات کا یقین دل میں موجود تھا کہ علم کے بغیر فقر میں حصول کمال ناممکن ہے اور میاں صاحب جب کامل و اکمل بزرگ ہیں' انہوں نے لازماً تیزی سے علم حاصل کیا ہوگا۔ بندہ تو کتابی علم سے آگے کی دنیا کی طرف متوجہ تھا' جب سالک کے سامنے عجیب و غریب حقائق ہوتے ہیں اور وہ بے اختیار ہو کر کہنے لگتا ہے:

صد کتاب وصد ورق در نار کن
روئے خود را جانب دلدار کن

بندہ ناچیز کو محسوس ہوا کہ میاں صاحب قبلہ کی نگاہیں وجہ اللہ پر لگی ہوئی تھیں اور انہیں وہ مبارک نظارے دکھائی دے رہے تھے جو ہمارے تصور سے بھی وراء الورا ہوتے ہیں۔

یہ پہلی ملاقات تھی۔ آپ سے دوسری ملاقات کا موقع اس طرح پیدا ہوا کہ اپنے محکمے کے ایک اور صاحب کے ساتھ گفتگو ہوئی اور بندہ نے باتوں باتوں میں کہا کہ یہاں ایک بلند مرتبت ولی اللہ رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کے شوق کو دیکھ کر ہم قبلہ میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ملاقات فرش پر مکان شریف کی جنوبی طرف ہوئی۔ ساتھی نے کچھ نذرانہ بھی پیش کیا۔ دو زانو ہو کر ہم بیٹھے رہے۔

Marfat.com

رسمی طور پر دو ایک باتیں ہوئیں۔ میاں صاحب سے رخصت ہوئے تو بندہ کے ساتھی سے انہوں نے مصافحہ کیا اور بندہ کی گردن پر ایسا شفقت آمیز بوسہ لیا کہ اس کی تسکین بخش ٹھنڈک اب بھی محسوس ہوتی ہے۔ واپس جا رہے تھے تو اس ساتھی نے کہا: اس سے قبل بھی محکمہ تعلیم کے ڈپٹی ڈائریکٹر ترمذی صاحب کے ساتھ کئی بزرگوں سے ملاقات کے مواقع ملے ہیں اور ہمیشہ یہی ہوا کہ توجہ ان کی طرف ہی رہتی تھی اور میں بس محروم ہی رہتا تھا۔ آج بھی یہی ہوا۔ حالانکہ میں نے نذرانہ بھی پیش کیا تھا۔ لیکن رخصت کرتے ہوئے تمہیں بوسے سے نوازا گیا اور میرے ساتھ رسمی مصافحے پر اکتفا کیا گیا۔ اپنے ہمراہی سے بندہ یہ نہ کہہ سکا کہ اہل اللہ کی نگاہ دل پر ہوتی ہے۔ اس ناچیز کی کوئی بات محترم میاں صاحب کو پسند آگئی ہوگی۔ اس لئے التفات کا یہ عالم تھا۔

اب بندہ میاں صاحب مرحوم و مغفور سے اپنی تیسری اور آخری ملاقات کا ذکر کرتا ہے۔ وہ ملاقات جس نے نقر سے متعلق اس ناچیز کے افکار کو بڑی رفعت عطا کی اور جس کے بعد ارفع قسم کے کئی حقائق نگاہوں کے سامنے آئے۔ خدا کرے ایسے صاحب حال بزرگ تاقیام قیامت موجود رہیں اور بندگان عاصی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سامان بصیرت حاصل کرتے رہیں۔ آمین۔

سردی کا موسم تھا' میں کفری پہنچا۔ مدرسے میں ٹھہرا۔ عشا کے وقت خیال آیا کہ میاں صاحب کی خدمت میں حاضری دی جائے۔ اللہ اور اہل اللہ کی باتیں ہوں گی۔ ایمان تازہ ہو جائے گا۔ چلنے لگا تو مدرس صاحبان کافی تعداد میں ساتھ ہو گئے۔ مروت کے تقاضوں نے اجازت نہ دی کہ انہیں کہتا' آپ رک جائیں۔ تاہم دل میں سخت گھبراہٹ پائی جاتی تھی کہ میاں صاجب ان تمام کے سامنے اہل فقر کی خاص باتیں کس طرح بیان فرمائیں گے۔

مکان شریف پر جنوب مشرقی بیٹھک میں نشست ہوئی۔ بندہ میاں صاحب کے بائیں جانب تھا۔ آپ کی دائیں جانب سے مدرس صاحبان شروع ہو جاتے تھے اور چاروں دیواروں کے ساتھ ساتھ بندہ تک پہنچ رہے تھے۔ اخلاق عالیہ کی بنا پر دائیں

Marfat.com

طرف سے شروع کر کے میاں صاحب محترم ایک ایک صاحب سے باری باری حالات پوچھنے لگے۔ جوں جوں سلسلہ بڑھ رہا تھا' دل میں گھبراہٹ پیدا ہوتی تھی کہ جس مصیبت سے ڈرتا تھا' وہی پیش آئی۔ انجام کار اس صاحب کی باری آگئی جو بندہ کے عین بائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ بڑا صبر آزما معاملہ تھا۔ میاں صاحب ہر ایک سے فارغ ہو گئے تو فرمانے لگے دوستو! کوئی اور بات ہے تو بے تکلف فرمایئے۔ اس پر ہر ایک نے متفق اللفظ ہو کر کہا کہ نہیں جناب اب کچھ عرض کرنا باقی نہیں۔ میاں صاحب نے فرمایا تو پھر آپ سب ذرا باہر تشریف رکھیں اور ہمیں اجازت دیں کہ ہم دونوں علیحدگی میں کوئی بات کر لیں۔ سبحان اللہ حسن اخلاق کا یہ اعلیٰ مظاہرہ تھا' کس طرح ہر ایک کی دلجوئی کی گئی اور کس اچھی تدبیر کے ساتھ خلوت کا انتظام فرمایا۔

جب تمام باہر چلے گئے تو میاں صاحب فرمانے لگے: علیحدگی اختیار کی ہے تاکہ اللہ اور اہل اللہ کی باتیں کریں------ غور کیجئے کشف الصدور کس درجے کا تھا۔ اہل اللہ کی اس صفت نے لاتعداد لوگوں کو دولت ایمان سے مالا مال کیا ہے۔ بارگاہ رسالت میں صحابہ کرامؓ کو اسی نعمت کی فراوانی نظر آتی تھی اور اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ "خیر القرون" کہلاتا ہے۔ اولیاء اللہ کو بھی یہی فیض نبوت علیٰ قدر مراتب حاصل ہوتا ہے اور پھر وہ کھلے دل سے خالصتاً" للہ اسے عام لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ ظرف ہو تو اہل اللہ کے فیض سے کوئی بھی محروم نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ازراہ کرم ہم ناقص لوگوں کو بھی وہ ظرف عطا فرمائیں' جو اولیاء اللہ سے مستفیض ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔

بیٹھک میں اب میاں صاحب تھے اور بندہ ناچیز۔ رات کا سماں اور خاموشی۔ آپ نے فرمایا ایک بار بڑے عرصے کے بعد حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر حاضر ہوا۔ خیال تھا بڑی دیر کے بعد یہ شرف نصیب ہوا ہے' آج خاص عنایات ہوں گی۔ پائنتی کی طرف بوسہ لینے کے بعد ایک جانب پہلو میں مراقب ہو کر بیٹھ گیا۔ بڑے عجز و نیاز کے ساتھ متوجہ رہا مگر باطن میں داتا صاحب قبلہ کے فیض کی طراوت پیدا نہ ہوئی' سینہ خشک ہی رہا۔ کچھ دیر مزید انتظار کی مگر لاحاصل۔ سوچا بے

Marfat.com

نیاز ہیں، ہم کیا کر سکتے ہیں۔ مایوس ہو کر الوداعی فاتحہ خوانی کی، پائنتی کی طرف بوسہ لیا اور روانہ ہو پڑا۔ جب خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے حجرہ اعتکاف کے پاس سے گزرنے لگا تو دائیں طرف سے آواز آئی "میاں صاحب اتنی بات تو نہیں جتنی آپ نے سمجھ لی ہے، میں آپ کے ساتھ ہی تو ہوں۔" مڑ کر دیکھا تو کندھے کے ساتھ داتا صاحب موجود تھے۔ نورانی چہرہ، سفید براق ریش، وہ کچھ عطا ہوا جس کا خیال تک نہ تھا۔

اس نشست میں میاں صاحب مرحوم نے اپنے اس نادر الوجود مکاشفے کا ذکر فرمایا اور پھر بندہ کو رخصت کر دیا۔ یہ آخری حاضری تھی۔ افسوس ہے بعد میں اتفاق نہ ہو سکا لیکن دل میں اس کا ایک ایسا اثر موجود ہے جو کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ جب بھی حضرت داتا صاحب نوراللہ مرقدہ، کے آستانہ عالیہ کی زیارت کے لئے جانے کی سعادت نصیب ہوتی ہے، وہاں میاں صاحب قبلہ کا یہ مکاشفہ ضرور یاد آجاتا ہے اور دل میں عقیدت و محبت بڑھ جاتی ہے۔ سمجھتا ہوں، یہ ذکر کر کے گویا اس پر تقصیر کا انہوں نے اس مقدس اور برگزیدہ ہستی سے تعارف کرا دیا تھا، جس پر ملت اسلامیہ کو ہمیشہ ناز رہے گا۔

اللہ تعالیٰ میاں صاحب قبلہ کو غریق رحمت فرمائیں، ان کے مکان شریف کو ابدالاباد تک قائم رکھیں اور اسے ظاہری باطنی خیر و برکت اور یمن و سعادت کا سرچشمہ بنائے رکھیں۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

احمد ندیم قاسمی

میں قبلہ میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کا جب تصور کرتا ہوں تو میرے سامنے نور اور خوشبو اور محبت کا ایک ایسا ہیولیٰ ابھر آتا ہے جس کی تفصیل بیان کرنا میرے بس میں نہیں--- بلکہ شاید کسی کے بھی بس میں نہیں۔ کہتے ہیں کہ انسان مکمل ہوتا ہی نہیں۔ ہزارہا خوبیوں کے باوجود اس میں کوئی نہ کوئی ایک آدھ خامی ضرور رہ جاتی ہے' مگر سالہا سال کی قربت کے باوجود حضرت میاں صاحب مغفور کے کردار و گفتار میں مجھے تو کوئی خامی کبھی نظر نہیں آئی۔ ان کی شخصیت اتنی بھرپور اور پیاری تھی کہ ان کے بارے میں سوچنے سے بھی فرحت محسوس ہوتی ہے اور قلب و ذہن میں فراخی پیدا ہونے کا احساس ہونے لگتا ہے۔

میرے عم زاد بھائی پیرزادہ محمد حیات مرحوم اور میرے برادر بزرگ پیرزادہ محمد بخش صاحب کو لوگ ایک دوسرے کا ہمزاد کہتے تھے کہ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور تک ناممکن تھا۔ بھائی محمد حیات مرحوم حضرت قبلہ میاں صاحب کے انتہائی قریبی احباب میں شامل تھے۔ اس نسبت سے برادرم محمد بخش صاحب کو بھی میاں صاحب سے قربت کا شرف حاصل تھا۔ میں عمر میں ان دونوں بھائیوں سے چھوٹا تھا اس لئے مجھے ان دونوں کے ایک ضمیمے کی حیثیت حاصل تھی چنانچہ مجھے ان کے توسط سے قبلہ میاں صاحب کے پاس بیٹھنے کی عزت حاصل ہوتی رہی۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ جہاں بھائی محمد حیات مرحوم کو قبلہ گاہی کا مقرب خاص قرار دینا چاہئے' وہاں ہم دونوں بھائی ان کے مریدوں کی صف میں شامل نہیں تھے بلکہ ان کی محبت و شفقت کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ جب بھی بھائی محمد حیات مرحوم نے مکان شریف جانے کا ارادہ باندھا' ہم دونوں بھائی انتہائی بے ساختگی کے ساتھ ان کے ہمرکاب ہو گئے اور یوں ہم بھی مکان شریف پر قبلہ میاں صاحب کی خدمت میں حاضری کی مسرت و عزت حاصل کرتے رہے۔

Marfat.com

ہم تینوں بھائیوں کے مزاج مختلف تھے اس لئے قبلہ کے ساتھ ہمارے تعلق کی نوعیت بھی مختلف تھی۔ بھائی محمد حیات مرحوم تو مکمل سپردگی کی مثال بن گئے تھے۔ قبلہ جو بھی فرماتے تھے اس پر آمنا و صدقنا کہنا ان کا وظیفہ حیات تھا۔ ان کے مقابلے میں بھائی محمد بخش صاحب' حضرت کے انتہائی احترام کے ساتھ ساتھ کمال بے تکلفی سے بھی کام لے لیتے تھے اور عقیدت کی اس انتہا کو پسند نہیں کرتے تھے جہاں سے توہمات جنم لیتے ہیں اور توہمات تصوف کا حصہ کبھی نہیں رہے۔ رہا میں' تو میری حیثیت ایک لاڈلے اور شوخ بچے کی تھی جو اپنے بھائیوں کے علاوہ قبلہ میاں صاحب کے ساتھ بھی کوئی بے ضرر شرارت کرنے سے باز نہیں آتا تھا اور اپنے لطیفوں سے انہیں اتنا محظوظ کرتا تھا کہ وہ دیر تک کھل کر ہنستے رہتے تھے۔

ایک بار انہوں نے بھی میری شوخی طبعی کو امتحان میں ڈالا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ ہم تینوں بھائی مکان شریف پر حاضر ہوئے۔ کھانا کھانے کے بعد ہم دیر تک آپ کی گفتگو سنتے رہے جو فارسی کی متصوفانہ شاعری اور بزرگان تصوف کے ملفوظات کے حوالوں سے مزین تھی۔ ہمارے لئے مکان شریف کی مسجد کے پہلو کے کمرے کے سامنے کھلی جگہ پر بستر لگائے گئے تھے۔ جب ہم اپنے اپنے پلنگوں پر بیٹھنے والے تھے تو آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "احمد شاہ صاحب۔ یہاں رات کو جنات اپنے مشاغل میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کا ایک شغل یہ ہے کہ وہ مہمانوں کے ساتھ شوخیاں کرتے ہیں۔ جب مہمان سوتے ہیں تو ان کی اوڑھی ہوئی چادریں کھینچ لیتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کے پاؤں کے انگوٹھے پکڑ کر ہلاتے بھی ہیں۔ آس پاس ان کے قہقہوں کی آواز بھی سنی جا سکتی ہیں۔ عموماً وہ مہمانوں میں سے کم عمر کے مہمان کو اپنا ہدف بناتے ہیں۔ آپ دونوں بھائیوں سے چھوٹے ہیں اس لئے عین ممکن ہے کہ رات کو جنات آپ سے کھیلیں' چنانچہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچائیں گے شب بخیر۔"

مجھے معلوم تھا کہ آپ محض مذاق فرما رہے تھے مگر کہیں اندر سے ایک خوف کی آواز بھی آتی تھی کہ ممکن ہے یہ صورت سچ مچ پیدا ہو جائے۔ بھائی محمد حیات صاحب کو تو آپ کے ارشاد پر صدقِ یقین تھا البتہ بھائی محمد بخش صاحب کے مزاج کی

Marfat.com

حقیقت پسندی اور حوصلہ مندی نے انہیں اس نتیجے تک پہنچایا کہ "تم حضرت صاحب کے ساتھ مذاق کرنے کی جسارت تک کر بیٹھتے ہو اس لئے انہوں نے بھی جوابی کارروائی کی ہے اس لئے آیۃ الکرسی پڑھو اور اطمینان سے سو جاؤ۔"

آیۃ الکرسی میرا بڑا سہارا ثابت ہوئی سو میں اطمینان سے سو گیا۔ صبح کو اذان ہوئی تو آنکھ کھلی۔ آپ مسکراتے ہوئے میرے قریب تشریف لائے اور پوچھا۔ "کیوں احمد شاہ صاحب' رات جنات نے پریشان تو نہیں کیا؟" اور میں نے عرض کیا۔ آئے تھے قبلہ۔ ان کا ایک ہجوم آیا تھا۔ میرے اوپر سے چادر کھینچی تو میں نے کہا۔ یہ کیا بدتمیزی ہے۔ تم جن کے مرید ہو وہ ادھر مکان شریف کے اندر ہیں۔ ہم غریبوں سے تو ان کا مہمان بننے کا قصور سرزد ہوا ہے۔ کچھ کہنا ہے تو حضرت صاحب سے جا کر کہو' سنا ہے وہ تو شب زندہ دار ہیں۔ مصلے پر تشریف رکھتے ہوں گے۔ انہی کی خدمت میں حاضری دو اور مجھے بخشو ورنہ میں ایک ہی آیۃ الکرسی سے تمہیں بھسم کر کے رکھ دوں گا۔ میری یہ یاوہ گوئی سن کر آپ بڑی بے ساختگی سے ہنسے اور دیر تک متبسم رہے۔ ناشتے پر انہیں میری بات پھر یاد آگئی اور دیر تک ہنستے ہنساتے رہے۔

کبھی کبھار حضرت صاحب مجھ سے میرا کلام بھی سن لیتے تھے۔ میری شاعری کا آغاز تھا مگر آپ میرے بعض اشعار کے ایسے ایسے مفہوم بیان کرتے تھے کہ ان اشعار کا تخلیق کار دم بخود ہو کر رہ جاتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ تخلیق فن کے لمحوں میں کیا میں اتنی بلندیوں تک پہنچ جاتا ہوں اور اتنی گہرائیوں میں اتر جاتا ہوں۔ مگر یہ سب ان کی کرم فرمائی کے کرشمے تھے۔

بھائی محمد حیات صاحب اور حضرت صاحب کے درمیان ایک طرح کا لاسلکی کا رابطہ قائم رہتا تھا۔ ہمارا گاؤں انگہ بھی ایک پہاڑ پر آباد ہے اور ادھر کفری کا بھی اسی طرح کا محل وقوع ہے۔ بیچ میں ایک زرخیز وادی ہے۔ دونوں دیہات کے درمیان چار پانچ میل کا فاصلہ ہو گا۔ شام کے بعد ہم لوگوں کی نظریں کفری میں مکان شریف پر لگی رہتی تھیں پھر ادھر سے تیز ٹارچ کے جلنے بجھنے کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ ادھر سے بھائی محمد حیات صاحب بھی اپنی لمبی ٹارچ کو کفری کی سمت جلانے بجھانے لگتے تھے۔ دونوں حضرات کے درمیان کچھ اشارے سے مقرر تھے کہ اگر ٹارچ اتنی بار جلے تو اس

Marfat.com

کا یہ مفہوم ہو گا اور اتنی بار جلے تو وہ مفہوم ہو گا۔ یوں ان کے درمیان نامہ و پیام جاری رہتا تھا۔ بھائی محمد حیات صاحب ٹارچوں کے ان پیغامات کے بعد اس طرح کی اطلاعات دیا کرتے تھے کہ کل قبلہ میاں صاحب نے مکان شریف پر ہم تینوں کو بلایا ہے یا کل قبلہ صاحب انگہ تشریف لا رہے ہیں۔ یا آپ چند روز کے لئے سیال شریف جا رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

انگہ تشریف لاتے تھے تو مختلف مقامات پر فروکش ہوتے تھے۔ بھائی محمد حیات صاحب کے بالاخانے کے علاوہ مستری نور محمد کے ہاں بھی رک جاتے تھے اور بعض دوسرے عقیدت مندوں کو بھی نوازتے رہتے تھے۔ بھائی محمد حیات صاحب کے بالاخانے پر کچھ دیر رکتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ چائے کا ایک پیالہ پی لیتے تھے پھر واپس روانہ ہوتے تھے تو ان کے عقیدت مند ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے تھے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رک رک کر ایک ایک کو رخصت کرتے جاتے تھے حتیٰ کہ ہم تین بھائی ان کے ہمسفر رہ جاتے تھے۔ انگہ سے دو ڈھائی میل دور پہنچ کر ہمیں واپس جانے کی اجازت دیتے تھے۔ ایک بار ایسے ہی موقعے پر میں نے عرض کیا کہ ”آج تو آپ نے اتنا بہت سا چلایا ہے کہ انگہ دور رہ گیا ہے اور مکان شریف قریب آگیا ہے سو وہیں لے چلئے کہ آپ کے ہاں کی چائے لاجواب ہوتی ہے۔“

گاؤں سبھرال کے ایک بزرگ کی زمینیں وادی میں تھیں جہاں انہوں نے کنواں کھدوا رکھا تھا۔ وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور حضرت صاحب کے پرانے عقیدت مند تھے۔ آپ کبھی کبھار وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ہمیں بھی وہیں بلا لیتے تھے۔ ایک بار جب شام کے بعد کا اندھیرا چھا گیا اور آپ ہمیں واپس مکان شریف لا رہے تھے تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ”ادھر مشرق کی طرف دیکھئے احمد شاہ صاحب۔ آپ کو کیا نظر آ رہا ہے؟“ میں نے دیکھا تو دور جیسے بہت بڑا الاؤ روشن تھا۔ میں نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے آگ جل رہی ہے۔ فرمایا ”سردیوں کا موسم بھی نہیں ہے کہ کسان آگ تاپ رہے ہیں۔ سخت گرمیاں ہیں۔ پھر یہ الاؤ کیسا؟“ میں نے کہا ”اجازت دیجئے تو میں جا کر تفتیش کر لیتا ہوں۔“ مسکرا کر فرمایا ”یہ جنات کی کارروائی ہے۔ اب دیکھئے۔ آگ ایک دم بجھ گئی ہے۔“ آگ واقعی بجھ گئی تھی۔ نہ جانے مجھے

Marfat.com

کیا سوجھی کہ ایک واہیات بات کر دی۔ میں نے کہا "قبلہ! آپ جنات کی باتیں تو کرتے رہتے ہیں کبھی پریوں کی بات بھی تو کیا کیجئے۔" آس پاس کے لوگوں پر تو سناٹا سا چھا گیا مگر آپ نے بالکل برا نہیں مانا۔ فرمایا "وہ تو احمد شاہ صاحب آپ کے شعروں میں خاصی افراط سے موجود رہتی ہیں!"

یوں سمجھئے کہ حضرت قبلہ میاں عبدالحمید صاحب محبت' شفقت اور شائستگی کا ایک پیکر تھے۔ آپ مجسم حسن و خیر تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنے ہمہ جہت خوبصورت انسان بہت کم۔۔۔۔ بہت ہی کم دیکھے ہیں۔ ان کی حیثیت ایک مینارۂ نور کی تھی جو چار طرف روشنی ہی روشنی پھیلاتا ہے۔ وادی سون اس روشنی میں اب تک نہا رہی ہے کیونکہ آپ کے صاحبزادے میاں عزیز احمد صاحب کی صورت میں یہ مینارۂ نور اب تک سربلند کھڑا ہے۔ خدا اس مینارۂ نور کو ہمیشہ سلامت رکھے۔

Marfat.com

پیرزادہ محمد بخش قاسمی
ریٹائرڈ انسپکٹر مدارس، فیصل آباد

"حضرت میاں عبدالحمید صاحب رحمتہ اللہ علیہ"

۱۹۴۳ء کا موسم گرما عروج پر تھا۔ علاقہ سون سکیسر کے باشندے اتنی شدید گرمی اور خشک سالی کے عادی نہ تھے۔ فصلیں ابھی تک نہیں بوئی جا سکی تھیں۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی۔ ہر کسی کی آنکھیں آسمان پر لگی تھیں۔ چوپالوں پر اسی صورت حال کا تذکرہ تھا۔ ہر گاؤں میں نماز استسقاء ادا کی جا رہی تھی۔ پیروں فقیروں سے دعائیں کروائی جا رہی تھیں۔ غربا میں کھانا تقسیم ہو رہا تھا لیکن بادل غائب تھے۔ آسمان سپاٹ تھا۔

ہم دو بھائی (راقم الحروف اور پیرزادہ محمد حیات مرحوم) کالج سے بی۔اے کرنے کے بعد اپنے گاؤں انگہ آئے ہوئے تھے۔ اس خشک سالی کی وجہ سے ہم بھی پریشان تھے۔ ایک روز ہم نے سنا کہ ہمارے گاؤں کے لوگوں نے باہم مشورہ کے بعد کفری گاؤں کا رخ کیا ہے۔ ان لوگوں نے کفری میں مکان شریف پر جا کر نماز ظہر کے بعد حضرت میاں عبدالحمیدؒ سے بارش کے سلسلے میں دعا کے لئے عرض کیا۔ حضرت میاں صاحب مسکرائے اور وہیں مصلے پر بیٹھے ہوئے آپ نے بارگاہ رب العزت میں علاقہ سون کے لوگوں کی پریشان حالی کو ایسے پر اثر انداز میں پیش کیا کہ مسجد میں موجود حضرات کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ آپ نے لوگوں کو صبر کی تلقین فرمائی اور خدائے رحیم و کریم کے دربار میں اپنی مصیبتوں کو خود پیش کرنے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے فرمایا۔ تمام لوگ نہایت ہی مطمئن اور پر اعتماد واپس لوٹے کہ حضرت میاں صاحب نے ان کی عرضداشت بارگاہ رب العالمین میں نہایت موثر انداز میں پیش کی ہے۔ اس لئے بارش ضرور ہو گی۔ وہ لوگ ابھی واپس کا نصف سفر ہی طے کر پائے تھے کہ مغرب کی طرف سے ایک سیاہ دھبہ آسمان پر نمودار ہوا جو "آناً فاناً" ایک

Marfat.com

گھٹا کی شکل اختیار کر گیا۔ لوگوں کے دل مسرت سے لبریز ہو گئے۔ ابھی وہ لوگ انگہ کی زیرین پہاڑی کے دامن تک ہی بمشکل پہنچے تھے کہ چھما چھم بارش شروع ہو گئی اور بادل یوں ٹوٹ کر برسا کہ پہاڑی ندی نالے گرجتے اور دہاڑتے ہوئے پہاڑوں سے نیچے خشک پیاسی زمینوں کو سیراب کرتے ہوئے جھیل سکیسر کے ساکن پانی کو متلاطم کرنے لگے۔ علاقہ پر بہار آ گئی۔ چہرے مسرت سے دمک اٹھے۔

ہم نے دعا کی یہ برکت سنی اور دیکھی تو حضرت میاں صاحب کی زیارت کے لئے بے قرار ہو گئے لیکن فوری طور پر کوئی ایسا موقع نہ مل سکا۔ موسم سرما آیا تو میرے خالہ زاد بھائی حاجی حافظ نصیرالدین جو بچپن سے تونسہ شریف کی گدی سے منسلک ہو گئے تھے اور پھر وہاں سے حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین سیال شریف کے ہاں منتقل ہو گئے تھے' انگہ تشریف لائے۔ حضرت برادرم حاجی صاحب مرحوم ہم سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور جب کبھی اپنے گاؤں تشریف لاتے' زیادہ وقت ہمارے ساتھ ہی گزارتے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ آؤ تمہیں اپنے ایک دوست سے ملوا لاؤں جو کفری میں رونق افروز ہیں۔ ہم دونوں بھائی ان کی معیت میں کفری پہنچے۔ ہم اندر سے خوفزدہ تھے کہ بزرگ لوگوں کی یہ مجلس شاید ہمیں قبول نہ کرے کیونکہ ہم جوان تھے۔ نماز پڑھتے تو تھے لیکن اتنے پابند نہ تھے۔ داڑھی صاف تھی اور اس زمانے کے فیشن کے مطابق مونچھوں کو تاؤ دے رکھا تھا۔ اس وقت مکان شریف پر ایک مختصر سی کچی مسجد تھی۔ اس سے ملحق ایک چھوٹا سا حجرہ تھا جو مٹی سے لپا ہوا تھا۔ یہاں طالب علم اور درویش لوگ رہا کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحب کا اپنا ایک مختصر سا کمرہ الگ تھا۔ ہم اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت نوجوان' ستھرے سفید لباس میں ملبوس' خوبصورت آنکھوں میں مقناطیسی اثر لئے' قالین پر بیٹھا مطالعہ میں مصروف ہے۔ یہ حضرت میاں صاحب تھے۔ حضرت حاجی صاحب کو دیکھتے ہی فوراً اٹھے اور ان سے بغلگیر ہو گئے۔ ہم دونوں ایک طرف مودب کھڑے تھے اور حضرت میاں صاحب کی مسحور کن شخصیت کے رعب کی وجہ سے دل میں نادم تھے کہ ہم کہاں آ گئے۔ مختصر سے تعارف کے بعد ہم مودب بیٹھ

Marfat.com

گئے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ چھوٹا سا کمرہ نہایت نفاست سے سجایا گیا تھا۔ پلنگ پر صاف چادر بچھی تھی۔ فرش پر دری اور اس کے اوپر ایک چھوٹا سا ایرانی قالین بچھا تھا جس پر دو گاؤ تکیے رکھے تھے۔ ایک طرف جائے نماز تھی۔ الماریوں میں کتابیں ترتیب سے سجی تھیں اور پلنگ کے ساتھ اگالدان رکھا تھا۔

دونوں حضرات بزرگان دین اور ملکی سیاست پر گفتگو کرتے رہے اور ہم خاموش بیٹھے یہ سوچتے رہے کہ بظاہر سادہ اور دیہاتی زندگی میں رنگے ہوئے ان حضرات کے پاس کتنا علم ہے؟ خصوصاً حضرت میاں صاحب کی دھیمی گفتگو اور ہر نکتہ کو بیان کرنے کا انداز بہت ہی دلکش تھا۔

شام ہو گئی۔ کھانے سے فارغ ہو کر علاقہ کے بہت سے معمر اور جوان حضرات حضرت میاں صاحب کی مجلس سے فیض یاب ہونے کے لئے آگئے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ نماز عشاء کے بعد ہمیں حکم ہوا کہ مسجد کے ملحقہ حجرہ میں جا کر سو جائیں۔ ہم دونوں اٹھے اور تھوڑی دیر کے لئے مکان شریف سے باہر نکل گئے کیونکہ ہمیں سگریٹ پینے کی سخت طلب ہو رہی تھی۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس تمام محلّہ میں کوئی شخص نہ حقہ سگریٹ پیتا تھا اور نہ ہی کسی کے گھر کے اندر کوئی حقہ تھا کہ آتے جاتے مہمانوں کے لئے وقف ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں جب ہم خاصے بے تکلف ہو گئے تو حضرت میاں صاحب نے مسجد کے ایک غسل خانہ کو ہمارے حقہ، تمباکو اور آگ کے لئے وقف فرما دیا اور نجانے کہاں سے یہ تینوں چیزیں ہمارے لئے فراہم کیں۔ وہ یوں ہوا کہ ایک دن میں اٹھا تو فرمانے لگے کہ باہر جانے سے پہلے مسجد کے شرقی غسل خانہ میں ضرور جھانک لیں۔ میں وہاں گیا تو دیکھا کہ وہاں حقہ تمباکو موجود ہے اور آگ بھی موجود ہے۔ میں حضرت صاحب کی اس خاص نوازش سے بے انداز متاثر ہوا۔ اور سوچ میں پڑ گیا کہ جو چیز اوروں کے لئے منع فرمائی میرے لئے کیوں جائز قرار دی بلکہ خود فراہم فرمائی۔ شاید یہ ان کی بے پناہ محبت کا ثبوت تھا۔ بہرحال جب ہم سگریٹ پی کر واپس آئے تو دو چار طالب

Marfat.com

علم ہمارے پاس آئے اور ہمیں حجرہ میں رات گزارنے سے منع کرنے لگے۔ وہ کہنے لگے کہ اس حجرہ میں جنات کا بسیرا ہے اور یہ عرصہ سے اجاڑ پڑا ہے۔ جو طالب علم حضرات پہلے وہاں سویا کرتے تھے' وہ اب مسجد کے اندر سوتے ہیں اور حجرہ خالی کر دیا گیا ہے۔ پہلے تو ہم ڈر سے گئے لیکن پھر ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ حضرت میاں صاحب نے یہیں سونے کا حکم دیا ہے' اس لئے ہم یہیں سوئیں گے۔ ہم پہلے دن ہی حکم عدولی کے مرتکب نہیں ہونا چاہتے تھے۔ ہم حجرہ میں گئے' مٹی کا دیا روشن تھا۔ صاف ستھرے بستر بچھے تھے۔ ہم آرام سے لیٹ گئے اور اس دن کے تجربات و مشاہدات پر گفتگو کرتے سو گئے۔ صبح اس وقت آنکھ کھلی جب موذن نے نماز کے لئے بلایا۔ طالب علم حضرات ہم دونوں کو حجرہ سے بخیریت نکلتا دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔

صبح جب ہم ناشتہ کے لئے اکٹھے ہوئے تو حضرت میاں صاحب ہمیں دیکھ کر مسکرائے اور پوچھا "سناؤ' جوانو رات کیسے گزری؟" ہم نے عرض کیا کہ ہم تو تمام رات آرام سے سوئے۔ فرمانے لگے "کسی نے تنگ تو نہیں کیا؟" اور جب ہم نے عرض کیا کہ ہمیں خوفزدہ تو ضرور کیا گیا تھا لیکن آپ کا وجود گرامی ہمارے سامنے تھا۔ اس لئے ہم نے اس طرف دھیان ہی نہیں دیا اور آرام سے رات کاٹی۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ یہاں آپ کو وہ مخلوق تنگ نہیں کر سکتی۔ آپ کی گفتگو سے ظاہر تھا کہ جنات آپ کے تابع ہیں۔

ناشتہ کے بعد حاجی صاحب نے اجازت لی اور ہم وہاں سے واپس آ گئے۔ چونکہ قبلہ حاجی صاحب سے بے تکلفی تھی' اس لئے حضرت میاں صاحب کے متعلق بہت کچھ استفسار کیا' لیکن آپ نے ہمیں صرف اتنا کہا کہ یہ نوجوان بہت بڑا عالم' عابد اور صاحب درد ہے' رہیں باقی باتیں سو وہ تم دونوں بعد کی ملاقاتوں میں خود معلوم کر لو گے۔

حاجی صاحب ایک دو دن کے قیام کے بعد واپس سیال شریف تشریف لے گئے اور ہم دونوں بھائی اس کے بعد کافی دنوں تک کفری نہ جا سکے۔ ایک دن ہم اپنی

Marfat.com

چوپال پہ بیٹھے تھے کہ ایک آدمی حضرت میاں صاحب کا پیغام لایا کہ فوراً کفری آئیں۔ پیغام میں ایسا مقناطیسی اثر تھا کہ ہم وہیں سے کھنچے چلے گئے اور کفری پہنچ گئے۔ کھیتوں سے ایک پگڈنڈی مکان شریف تک جاتی تھی۔ اس کے سرے پر حضرت میاں صاحب بنفس نفیس موجود پائے۔ ہمیں دیکھ کر خوش ہوئے' گلے لگایا اور شکایت کی کہ حاجی صاحب کے جانے کے بعد ہم لوگ کفری کیوں نہیں آئے۔ آخر انہیں خود بلانا پڑا۔ ہم آپ کے پیچھے پتھریلا راستہ طے کر کے مکان شریف پہنچے۔ مسجد میں طالب علم حضرات دینی کتب پڑھ رہے تھے اور کئی ایک نوجوان تلاوت قرآن حکیم میں منہمک تھے۔ ہم آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے حجرہ میں داخل ہو گئے۔ ہم سے بڑی پیاری باتیں کیں اور ہمارا دل موہ لیا۔ وہ رعب اور دبدبہ جو پہلے دن ہم نے محسوس کیا تھا' یکسر ختم ہو گیا۔

اب ملاقات کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ یا تو ہم ہر دوسرے تیسرے روز مکان شریف پر حاضری دیتے یا پھر حضرت میاں صاحب خود تشریف لے آتے۔ ہم نے متفقہ طور پر پیغام رسانی کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا۔ وہ اس طرح کہ نماز عشاء کے بعد مکان شریف سے ٹارچ کی روشنی ہو گی جو پانچ سیکنڈ رہے گی۔ اگر یہ روشنی دوسری دفعہ اتنے ہی وقفہ کے بعد پھر ہو تو مطلب ہے کہ خیریت ہے اور مصروفیت ہے۔ اور اگر تین دفعہ یہی روشنی اتنے ہی وقفہ سے ہو تو اشارہ ہوتا تھا کہ کل صبح میں آجاؤں گا۔ اور اگر چار دفعہ ہو تو مطلب کہ تم صبح آ جاؤ۔ اس غرض کے لئے ایک طاقتور ٹارچ حضرت میاں صاحب کے پاس تھی اور ایک ہم نے خرید لی۔ اس طرح ہم بھی روزانہ انہیں اشاروں کے جواب اسی طرح ٹارچ کی روشنیوں سے دیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ ۱۹۴۸ء تک جاری رہا۔ واضح کر دوں کہ مکان شریف اور ہمارے مکان انگہ میں بالکل سیدھ میں تھے۔ مکان شریف جنوب کی طرف تھا جو شہر سے الگ تھلگ ایک اونچے مقام پر ہے۔ اس طرح ہمارا مکان بھی اونچائی پر تھا اور راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

دوران ملاقات اور مسلسل آمدورفت سے ہم محسوس کرتے تھے کہ ہمیں ایک

Marfat.com

ایسی نعمت بے بہا مل گئی ہے جو شاید ہی کسی کی قسمت میں ہو۔ حضرت میاں صاحب کے ماتھے پر غیر معمولی اور مرعوب کن دمک تھی جو بھی سامنے آتا' مسحور ہو جاتا۔ آپ کی خوبصورت شبیہہ' ستھرا لباس' پگڑی باندھنے کا دلکش انداز' چلنے میں وقار' باتوں میں شیرینی' ہر کسی کا دل موہ لینے کو کافی تھی۔ اور یقیناً اس نور اور حسن میں خالق کون و مکان کے جلال و جمال کا پر تو تھا۔

ایک دن ہم ایسے وقت وہاں پہنچے جب آپ کسی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے۔ ہم بھی چپکے سے ایک کونہ میں دبک گئے۔ ہم نے دیکھا کہ حاضرین کے جسم ساکت تھے' زبانیں گنگ تھیں اور ان کی صرف پتلیاں متحرک تھیں۔ وہ دیر تک مشاہدۂ حق سے مشرف ہوتے رہے۔ حضرت میاں صاحب کے چہرۂ مبارک پر عجیب چمک اور ایک عجیب روشنی تھی۔ ان کی شخصیت میں ایک ایسا رعب' دبدبہ اور ہیبت تھی کہ جب تک وہ خود نہ چاہتے' محفل میں کسی کو زبان ہلانے کا یارا نہ تھا۔

ایک روز مجھے فرمانے لگے کہ کوئی شعر سناؤ۔ میں نے مصحفی کا یہ شعر پیش کیا۔

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہو گا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

شعر سننا تھا کہ آپ بے خود سے ہو گئے اور تقریباً نصف گھنٹہ آنکھیں بند کئے ساکت بیٹھے رہے۔ بھائی محمد حیات مرحوم نے مجھے ٹھوکا مارا کہ یہ شعر نہیں سنانا تھا۔ ایسے صاحب درد حضرات کا کوئی پتہ نہیں کہ وجد میں آجائیں اور دنیا و مافیہا سے بے خبر نجانے کیا کر گزریں۔ ہم خوفزدہ ہو گئے لیکن نصف گھنٹہ کے بعد آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ شعر دہراؤ۔ چنانچہ تعمیل ارشاد ہوئی اور پھر ان گنت بار یہی شعر میری زبانی سنا اور دیر تک وجد میں رہے۔ آخری بار جب انہوں نے پھر شعر دہرانے کے لئے فرمایا تو میں نے اپنے بھائی احمد ندیم قاسمی کا یہ شعر پڑھ دیا:

یہ کس کے ہاتھ کے ہیں منتظر خدا جانے
لرزتے رہتے ہیں پردے حریم جاناں کے

Marfat.com

شعر سنتے ہی آپ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور دیر تک بالکل بے سدھ پڑے رہے۔ جب آنکھیں کھولیں تو جھوم جھوم کر شعر کا پہلا مصرعہ "یہ کس کے ہاتھ کے ہیں منتظر خدا جانے" خدا جانے کتنی بار دہرایا۔

ایک دفعہ مجلس میں مجھ سے فرمانے لگے کہ آج بجائے شعر کے کوئی لطیفہ سناؤ۔ جوانوں کے پاس عموماً ایسے لطائف ہوتے ہیں جن میں عریانی ہوتی ہے یا بے مقصدیت۔ اس لئے میں نے کچھ پس و پیش کیا لیکن دوسرے حکم کے بعد انکار کی گنجائش نہ رہی۔ میں نے عرض کیا کہ ایک میراثی مر گیا۔ قبر میں منکر نکیر حساب لینے آگئے۔ جب انہوں نے میراثی سے پوچھا کہ "تیرا رب کون ہے؟" تو میراثی کہنے لگا "ابھی آپ کے ہم شکل دو فرشتے یہی سوال مجھ سے پوچھ کر گئے ہیں۔ میں ہر فرشتے کو تو جواب دینے سے رہا۔" فرشتوں کے اصرار کے باوجود وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ فرشتے درگاہ خداوندی میں پہنچے اور اس انوکھی میت کی روداد پیش کی۔ چنانچہ میراثی کی طلبی بارگاہ رب العزت میں ہوئی۔ میراثی آیا تو وہاں بھی اس نے اپنے موقف کو دہرایا۔ رحمت خداوندی جوش میں آئی اور فرمایا کہ مردہ بخش دیا گیا ہے۔ اسے سیدھا جنت میں لے جاؤ کیونکہ یہ اپنے اصول کا بہت ہی پکا ہے۔ زندگی میں جھوٹ بولتا رہا اور مرنے کے بعد بھی اپنے اصول پر قائم ہے اس ثابت قدمی کی بنا پر اس کے تمام گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ لطیفہ سن کر حاضرین تو خاصے محظوظ ہوئے لیکن حضرت میاں صاحب کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ کچھ وقت بعد فرمایا "کتنا بااصول تھا وہ قابل تعظیم مراثی۔ جو اگرچہ غلط راستہ پر تھا لیکن مرنے کے بعد بھی اپنے اصول پر قائم رہا۔ اور ایک ہم ہیں کہ ہمارا کوئی اصول ہی نہیں۔ خدا اور اس کے پیارے رسولؐ کے احکامات کو ہم یکسر فراموش کر چکے ہیں اور ہم میں کوئی ایسی خوبی نہیں جو رحمت خداوندی کی مستحق ہو۔ قربان جائیں اس میراثی پر جس نے ایک اصول کو ہمیشہ اپنائے رکھا۔" آپ نے معرفت کے دقیق مسائل پر ایسی مدلل تقریر فرمائی کہ تمام لوگ دم بخود اور ہمہ تن گوش بنے رہے۔ شاید اپنے اپنے کردار و اخلاق کے متعلق گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔

Marfat.com

ایک شام ہم دونوں بھائی کفری پہنچے۔ حضرت میاں صاحب اکیلے باہر تشریف فرما تھے۔ چونکہ شام ہونے والی تھی۔ یہ بات واضح تھی کہ ہم رات یہاں بسر کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں۔ آپ نے اپنے نجی خادم کو بلایا اور اسے فرمایا کہ اندر گھر میں جا کر کہہ دو کہ دسترخوان پر دو آدمیوں کا مزید کھانا بھی چنا جائے گا۔ خادم اندر گیا اور واپس آکر کہنے لگا کہ حضرت! آج گھر میں آٹا نہیں ہے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا ''اللہ دے گا۔ فکر نہ کرو'' اور پھر اسی وقت اسے کہا کہ ''دیوانے دیکھتے نہیں وہ دروازہ کے باہر آٹا کی بوری جو پڑی ہے کسی کو ساتھ لے آؤ اسے اٹھا کر اندر پہنچا دو۔'' ہم حیران رہ گئے۔ ہماری موجودگی میں وہاں قطعاً'' کوئی آدمی نہیں آیا تھا جو بوری رکھ جاتا۔ لیکن اب آٹا کی بوری ہمارے سامنے پڑی تھی۔

ایک دن نماز ظہر کے بعد ہم باہر درخت کی چھاؤں میں بیٹھے تھے۔ حضرت میاں صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان' بزرگانہ تیوروں کے ساتھ سر اور پاؤں سے ننگے' صرف ایک گہرے سبز رنگ کے چغہ میں ملبوس مکان شریف مین داخل ہوئے۔ حضرت میاں صاحب فوراً اٹھے اور اس درویش کو اپنے حجرہ کے اندر لے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ اس درویش کا چغہ گھٹنوں تک گیلا تھا اور گھٹنوں کے اوپر بالکل خشک۔ حالانکہ یہ گرمی کا موسم تھا اور پسینہ سے تو چغہ کو کمر سے اوپر گیلا ہونا چاہئے تھا مگر ہم حیران بیٹھے رہنے کے سوا اور کیا کر سکتے تھے۔ دس پندرہ منٹ کے بعد وہ درویش حضرت میاں صاحب کے ساتھ باہر آئے اور پھر نظروں سے غائب ہو گئے۔ جب حضرت میاں صاحب دوبارہ ہمارے درمیان آکر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے پوچھا کہ یہ درویش کون تھے اور ان کا چغہ گھٹنوں سے نیچے کیوں گیلا تھا۔ فرمانے لگے کہ یہ بزرگ ابھی ابھی دریائے سندھ عبور کر کے کابل سے آ رہے تھے۔ اس لئے چغہ گھٹنوں سے نیچے تک گیلا ہو گیا۔ اب تک وہ دہلی پہنچ چکے ہوں گے۔ ہم دم بخود تھے لیکن یہ عقیدہ اور بھی پختہ ہو گیا کہ ابھی کرۂ ارض اولیاء اللہ سے تہی نہیں ہوا۔

آپ نے تمام عمر کسی سے کبھی کوئی نذرانہ قبول نہیں کیا۔ تعویذ دیتے تھے لیکن

Marfat.com

مفت۔ زمین بھی اتنی نہ تھی کہ تمام اخراجات پورے ہوتے۔ ہم حیران ہوتے تھے کہ یہ تمام خرچ کہاں سے آتا ہے لیکن پوچھنے کی جرات کبھی نہ کی۔

جب حضرت میاں صاحب کی صاحبزادی کی شادی جناب صاحبزادہ غلام فخرالدین صاحب کے ساتھ ہونی قرار پائی تو ہم دونوں بھائیوں کو فرمایا کہ جہیز کے لئے کپڑا' زیور' برتن وغیرہ تم دونوں کے ذمہ ہے۔ جتنی رقم ضرورت ہو' مجھ سے مانگ لیا کریں۔ اس وقت ہمیں ایک ہزار روپیہ عنایت فرمایا کہ ابتدائی اخراجات کے لئے ہے۔ دوچار دنوں کے بعد یہ رقم ختم ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ عصر کے بعد اور رقم دے دوں گا۔ یہ تمام وقت ہم آپ کے ساتھ رہے لیکن عصر کی نماز کے بعد آپ نے ایک ہزار روپیہ مزید ہمیں دیا۔ **علی ہذا القیاس** جب بھی ہم رقم مانگتے' فوراً مل جاتی۔ بعض حضرات کا خیال تھا کہ آپ یہ رقم مصلیٰ کے نیچے سے اٹھاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہم اس راز کو نہ پا سکے۔

حضرت میاں صاحب نے اپنے مجاہدات کا کبھی ذکر نہ کیا۔ البتہ بعض اوقات تمثیلاً" فرماتے کہ ایک درویش نے یہ مجاہدہ کیا اور یہ ثمر پایا۔ آخر ہم اس راز کو پا گئے کہ اس تمثیل کے درویش وہ خود ہوتے تھے۔

ایک دن فرمانے لگے کہ آج رات میں دھوکا اور فریب کا شکار ہو گیا تھا لیکن رب رحیم نے بچا لیا۔ وہ اس طرح کہ نماز عشاء کے بعد ایک بزرگ صورت آدمی آیا۔ اس کے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ پٹھان ہے اور ان کے خیمے کفری گاؤں سے ذرا نیچے سرسبز میدان میں لگے ہیں۔ اس کی بیٹی پر جنات کا اثر ہے اور اس وقت وہ بہت ہی تکلیف میں ہے۔ اس نے درخواست کی کہ میں اس کے ساتھ اس کے خیمہ تک جاؤں۔ انسانی ہمدردی کے تحت میں اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا۔ رات سخت تاریک تھی۔ آسمان پر بادل بھی تھے اس لئے ستاروں کی روشنی مفقود تھی۔ ہم چلتے گئے۔ وہ بوڑھا آدمی آگے آگے اور میں اس کے پیچھے۔ حتیٰ کہ ہم کنوؤں کی قطار سے ہٹ کر تقریباً ڈیڑھ میل تک گئے۔ مجھے کوئی خیمہ نظر نہ آتا تھا۔

Marfat.com

کسی کسی وقت تو خیال آتا تھا کہ کہیں دھوکا ہی نہ ہو لیکن اللہ والوں کا کون دشمن ہوتا ہے۔ ہم جا رہے تھے کہ بوڑھا اچانک غائب ہو گیا۔ لالٹین کی روشنی ختم ہو گئی اور میں گھٹا ٹوپ اندھیرے میں تنہا رہ گیا۔ قدم رک گئے۔ آگے دیکھتا ہوں تو ایک فٹ کے فاصلہ پر ایک پرانا اندھا کنواں ہے۔ اگر میں ایک بھی قدم بڑھاتا تو یقیناً کنویں میں گر جاتا۔ میں ابھی کھڑا سوچ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہوا اور یہ جن مجھے دھوکا سے یہاں کنوئیں میں گرانے کے لئے کیوں لایا' تو کیا دیکھتا ہوں کہ کئی ایک مرد اور عورتیں ہاتھوں میں لالٹین لئے میرے گرد حلقہ بنائے کھڑے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی مدد شامل تھی کہ لاحول ولاقوۃ پڑھتے ہی ہجوم غائب ہو گیا۔ البتہ میرے مکان شریف پہنچنے تک قہقہوں کی آوازیں آتی رہیں۔

ہم کتنا عرصہ رشد و ہدایت کے اس چھتنار سے خوشہ چینی کرتے رہے اور یہ خوبصورت مجالس جاری رہیں۔ بھائی محمد حیات فروری ۱۹۴۹ء میں وفات پا گئے۔ اس کی دائمی جدائی کا حضرت میاں صاحب نے بہت ہی گہرا اثر لیا اور خاموش خاموش رہنے لگے۔ میں بھی اس ماحول سے گھبرا گیا کہ جہاں بھائی محمد حیات ----- جو میرا محبوب بھی تھا--- کے ساتھ دن اور راتیں گزاری تھیں وہ کاٹ کھانے کو آتا تھا۔ میں ملازمت کے سلسلہ میں وسط پنجاب میں چلا گیا اور حاضری دنوں کے بجائے مہینوں اور سالوں کے بعد ہونے لگی۔

آپ کے مزاج کا جو مطالعہ کیا اس کے چند ایک اہم پہلو یہ پائے گئے:

- آپ کے مزاج میں بہت نرمی تھی اور میں نے آپ کو کبھی غصہ میں نہیں دیکھا۔
- رواداری' خوش خلقی' مزاح اور معاف کر دینے کی خصوصیات آپ کے مزاج کے روشن مینار تھے۔
- آپ نے کبھی کسی کے لئے بددعا نہیں کی۔
- آپ نے بے شمار لوگوں کو نیکی کی راہ دکھائی اور ان کے دل و دماغ کو روشن کیا۔
- جب بھی کوئی عقیدت مند بیمار ہوتا' یا تکلیف میں ہوتا' آپ مزاج پرسی کے لئے ضرور جاتے۔

Marfat.com

○ غریب لوگوں کے غم اور خوشیوں میں شرکت لازماً فرماتے۔

○ آپ نے نہ تو گوشہ نشینی اختیار کی اور نہ ہی اپنے عقیدت مندوں کو اس طرف آنے کا مشورہ دیا۔

○ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی ذمہ داریاں بھی پوری کرو اور دین کی بھی۔

○ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دوست سے کبھی ناراض نہ ہو۔ اس کی زیادتی اور لغزش کو دل میں جگہ نہ دو۔

○ رزق حلال پر ہمیشہ زور دیتے رہے۔

○ فرماتے تھے کہ محنت' مزدوری' تجارت کو عار نہ سمجھو۔ اس میں بڑی برکات ہیں۔

○ نہایت ہی صفائی پسند تھے اور پاک صاف رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

○ اپنے عقیدت مندوں پر زور دے کر فرماتے تھے کہ ہر محتاج' مسافر اور غریب رشتہ دار کی امداد کرو۔

بالاخر یہ چاند گہنا گیا۔ خالق حقیقی نے آپ کو اپنے ہاں بلا لیا۔ جنازہ میں شامل معتقدین کی تعداد گنتی ناممکن تھی۔ علاقہ کا کوئی جوان یا بوڑھا ایسا نہ تھا جو جنازہ میں شرکت کے لئے نہ پہنچا ہو۔ اک نور تھا جو مکان شریف کو اپنے ہالہ میں لئے ہوئے تھا۔ اللہ! اللہ!

تو تو اس شہر سے جاتا ہے ولے یہ ڈر ہے
ہووے جانے سے ترے شہر نہ ویران کہیں

Marfat.com

معین نظامی
خانقاہ معظمیہ، معظم آباد، ضلع سرگودھا

"نام بعضی نفرات
روشنم می دارد.....
قوتم می بخشد......
نام بعضی نفرات
رزق روحم شدہ است
وقت هر دلتنگی
سویشان دارم دست
جرئتم می بخشد
روشنم می دارد"

اپنی زندگی کی جن بعض خوش نصیبیوں پر، میں دلی فخر محسوس کرتا ہوں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھے کچھ پاکباز درویشوں کو بہت قریب سے دیکھنے کی سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی ہے۔ ان میں حضرت خواجہ خان محمد تونسوی، حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی اور حضرت خواجہ غلام سدیدالدین معظمی جیسے کامل و اکمل اکابر شامل ہیں۔ ایسے اہل اللہ سے نسبت و ارادت، میرے لئے صحیح معنوں میں تسکین قلب و روح کا سامان ہے۔ ان عاشقان پاک طینت سے وابستگی ہی افتخار حیات اور ان سے عقیدت و محبت پر ہی مدار نجات ہے۔ بقول سعدی:

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بدان را بہ نیکان ببخشد کریم

اس حوالے سے، حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی میرے لئے ایسی ہی غیر معمولی حد تک جگمگاتی ہوئی معنویت کا حامل ہے کہ ان کی تابندہ یادوں سے میری تنہائیاں اب تک اکتساب نور و نکہت کرتی ہیں اور ان کا خیال اس تھکی ہاری زندگی میں اب تک میرا حوصلہ بڑھاتا ہے۔

حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ میرے تعلق خاطر کے چار بڑے

Marfat.com

اسباب ہیں:

پہلا سبب، چشتی نظامی سلسلہ طریقت سے آپ" کی وابستگی اور آستانہ عالیہ سیال شریف سے ارادت ہے۔ چونکہ خانقاہ معظمیہ کی شمع بھی اسی چراغ معرفت سے روشن ہوئی ہے، اس لئے ربط باہمی بدیہی ہے۔ ایسا اشتراک عقیدت، اگر اس میں اخلاص شامل ہو تو ہمیشہ جذبہ اخوت و محبت کا باعث بنتا ہے، وگرنہ معاصرانہ چشمک؛ ہوتے ہوتے شراکت و رقابت بلکہ بغض و عداوت تک جا پہنچتی ہے۔ عام طور پر موخر الذکر صورت ہی سامنے آتی ہے اور جانبین میں سرد مہری بڑھنے لگتی ہے۔

اس حوالے سے حضرت میاں صاحب" کے کئی ذیلی فضائل و محاسن بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ آپ" صاحب خلافت و اجازت تھے۔ معاصر مشائخ سے مخلصانہ روابط رکھتے تھے اور کئی اکابر مشائخ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔

دوسرا سبب، میرے جد اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ سے آپ" کی انتہائی گہری دوستی ہے۔ حضرت خواجہ محمد حسین" خانقاہ معظمیہ کے دوسرے سجادہ نشین اور جمال ظاہر و باطن کے اعتبار سے حاصل خانوادہ تھے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ماورائی نوعیت کا اضطراب آپ" کا وصف خاص تھا۔ آپ" میں اور حضرت میاں صاحب" میں کمال درجے کی ذہنی ہم آہنگی اور وجدانی مشابہت تھی۔ دونوں حضرات، مجاہد ملت حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین ثالث سیالوی" کے خلیفہ مجاز اور اقران و اماثل میں ممتاز تھے۔ پیر بھائی ہونے کے باوجود، دونوں ایک دوسرے کا یوں احترام کرتے تھے جیسے اپنے شیخ کا کیا جاتا ہے۔ دونوں حضرات اکثر و بیشتر ایک دوسرے کے ہاں جاتے اور قیام فرماتے۔ حضرت خواجہ محمد حسین" کی تسبیح بدست تصویر، حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی مدظلہ العالی نے اس وقت بنائی تھی جب آپ" مکان شریف کفری میں حضرت میاں صاحب" کے ہاں گئے ہوئے تھے۔

میرے دل میں حضرت میاں صاحب" کی ذات گرامی کے لئے اتنا ہی انس و محبت ہے، جتنا حضرت خواجہ محمد حسین" کے لئے۔ میرے لئے ان دونوں حضرات میں تفریق کرنا بہت مشکل ہے۔ حتیٰ کہ اس وقت حضرت میاں صاحب" کا ذکر خیر قلمبند کرتے

Marfat.com

ہوئے بھی میرا احساس و شعور اس کیف آفریں روحانی تجربے سے سرشار ہے کہ گویا میں حضرت خواجہ محمد حسینؒ کا تذکرہ کر رہا ہوں:

انا من اھوی ومن اھوی انا
نحن روحان حللنا بدنا
ایھا السائل عن قصتنا
لو تراہ لم تفرق بیننا
فلذا ابصرتنی ابصرتہ
وافا ابصرتہ ابصرتنا

تیسرا سبب' حضرت میاں صاحبؒ کے خاندان سے میرے خانوادے کا شرف قرابت داری ہے۔ میرے پدر نسبتی صاجزادہ محمد مکرم الدین معظمی' جو میرے والد بزرگوار کے چچازاد بھائی اور بہنوئی بھی ہیں' حضرت مغفور کے نواسے ہیں۔ یوں' مودت قربیٰ بہرحال طے شدہ ہے۔

چوتھا اور اہم ترین سبب' ان تمام نسبتوں سے قطع نظر' آپؒ کے اخلاق و کردار کی عظمت اور شخصیت کی وجاہت و جاذبیت ہے۔ آپؒ ہر اعتبار سے ذاتی طور پر بھی قابل محبت اور لائق عقیدت تھے۔ صاف' سادہ اور باوقار لباس' خوبصورت خدوخال' آنکھیں یوں جیسے بدن کی خانقاہ میں دو تنہائی پسند عبادت گزار' ہونٹوں پہ ہلکی سی بے نیازانہ مسکراہٹ' لب و لہجے میں انکسار اور گھلاوٹ' گفتگو میں شائستگی' تازگی اور تاثیر' چال میں بے پناہ خوداعتمادی' نمازوں میں مجسم خشوع و خضوع' مزاروں کی حاضری میں سراپا ادب و احترام' آداب شناسی' مردم داری اور مہمان نوازی میں باکمال' نصیحت کرتے تو یوں جیسے کوئی طبیب حاذق سنجیدگی سے علاج تجویز کر رہا ہو' تسلی دیتے تو یوں لگتا جیسے کسی نے روح کے تہ خانے میں اتر کر آنسوؤں کا چشمہ بند کر دیا ہے' اب آدمی بھلا ایسے انسان کا اسیر محبت نہ ہو تو کیا کرے؟

آپؒ کے انتقال کے وقت میری عمر تقریباً تیرہ سال تھی اور میں ساتویں جماعت کا طالب علم تھا۔ لڑکپن کا زمانہ تھا۔ محدود مبلغ علم' اس وقت محدود تر تھا۔ اس لئے

Marfat.com

آپؒ کے ارشادات و ملفوظات میرے ذہن میں محفوظ نہیں ہیں' البتہ کچھ یادیں ضرور باقی ہیں' جو ایک واضح اور بھرپور مجموعی تاثر قائم کرنے میں کافی حد تک مد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

میرے جدامجدؒ حضرت خواجہ حافظ غلام سدیدالدین رحمتہ اللہ علیہ' مناظر فطرت اور سیر و سفر کے بہت دلدادہ تھے۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۵ء تک مسلسل چار سال یہ معمول رہا کہ آپؒ اہل خانہ اور خدام سمیت' گرمیوں کا موسم وادی سون سکیسر میں گزارتے۔ میں آپؒ کے دامن تربیت سے وابستگی کی وجہ سے اکثر و بیشتر سفر میں بھی ساتھ رہتا۔ چنانچہ وادی سون سکیسر میں قیام کے دوران بھی میں ہمرکاب رہا۔ آپؒ شہر کے ہنگاموں میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ آپؒ کی خواہش کے مطابق' حضرت میاں صاحبؒ آپؒ کی رہائش کا انتظام وادی میں کسی پر سکون کنوئیں پر کرا دیتے۔ ان چار برسوں میں بالترتیب بابا احمد دین مرحوم' صوبیدار غلام محمد اور حاجی غلام قمرالدین مرحوم کے کنوؤں پر قیام رہا۔ حاجی صاحب کے ہاں دو بار ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ بابا فضل کریم شور کوٹی مرحوم' غلام احمد خان' سید نسیم شاہ لانگری صاحب اور کئی دوسرے خادم ساتھ تھے۔ حضرت میاں صاحبؒ نے اپنا خادم خاص غلام حسین بھی آپؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔

اس ماحول کی خوبصورتی میرے لئے ناقابل فراموش ہے۔ شگفتہ و شاداب سبزے کی فراوانی' تازہ اور شفاف پانی کی روانی' گھنیرے سایہ دار پیڑوں میں رنگ برنگے خوبصورت پرندوں کی نغمہ خوانی' انار' سیب' انگور' بادام' خوبانی' آلو بخارا' آڑو' ناشپاتی اور شہتوت کے ثمربار پودے' سرگوشیاں کرتی ہوئی ٹھنڈی ہوائیں' بل کھاتی ہوئی پگڈنڈیاں' سبزہ و گل میں سرسراتے ہوئے سانپ' رہٹ کی پر اسرار آواز' بادلوں کی آوارہ خرامی' پس منظر میں دور دور تک اونچے نیچے پہاڑوں کی سرمئی فصیل اور ان کے دامن میں ایک خوبصورت نیلی جھیل!

صبح صادق اور غروب آفتاب کے وقت اور چاندنی راتوں میں عجیب طلسماتی سماں ہوتا تھا۔ سبزے کے مخملیں فرش زمردیں پر محفلیں جمتیں۔ عقیدت مندوں کا تانتا

Marfat.com

بندھا رہتا۔ معظم آباد سے حضرات و احباب آتے۔ دستر خوان ہر وقت کشادہ رہتا۔ کنوئیں کے حوض میں ٹھنڈے پانی سے نہایا جاتا۔ درختوں کے سائے میں دوپہریں گزرتیں۔ باجماعت نمازیں ہوتیں۔ حکیم صالح محمد مرحوم' شکر کوٹ سے ہر روز علی الصبح آجاتے اور سر شام واپس جاتے۔

حضرت میاں صاحب'' بھی ہفتے عشرے میں ایک آدھ بار کفری سے وہاں تشریف لاتے اور ایک دو روز قیام فرماتے۔ یہ دن بڑی گہما گہمی میں گزرتے۔ وقت گزرنے کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔ میرے جدامجد'' اور حضرت میاں صاحب کے لئے آمنے سامنے چارپائیاں بچھا دی جاتیں۔ حاضرین ارد گرد حلقہ باندھ لیتے۔ کبھی تصوف و معرفت کی باتیں ہیں تو کبھی بزرگان دین کے تذکرے۔ کبھی شعرو شاعری کا دور چلتا تو کبھی نیرنگی سیاست پر بات ہوتی۔ ان دنوں سقوط ڈھاکہ' اس کے نتائج و عواقب' جنگی قیدی اور شملہ معاہدہ وغیرہ جیسے موضوعات اہم تھے۔ اخبارات آتے۔ ریڈیو پر باقاعدگی سے خبریں سنی جاتیں۔ اس دوران لوگ تعویذ بھی لیتے' دم بھی کراتے اور فقہی مسائل بھی پوچھ لیتے۔ ساتھ ہی میری تعلیم بھی جاری رہتی۔ فارسی کے ابتدائی اسباق تھے' جو حضرت جدامجد'' خود پڑھاتے۔ سکول کا کام خصوصاً ریاضی (جس میں' میں نے ہمیشہ فیل ہونے کا ریکارڈ قائم رکھا) استاد منشی عبدالحق صاحب مرحوم اور میاں محمد صاحب کی نگرانی میں ہوتا۔ پڑھائی سے جو وقت بھی بچتا' ان محفلوں میں گزرتا۔ باتیں میری سمجھ میں آتیں یا نہ آتیں' ان حضرات کے قرب کا لطف مجھے مسحور کئے رکھتا۔ میں جب بھی سورۂ صافات' سورۂ طور اور سورۂ واقعہ کی یہ آیات تلاوت کرتا ہوں تو مجھے ان محفلوں کا منظر یاد آجاتا ہے:

"فی جنت النعیم ○ علی سرر متقبلین ○ یطاف علیھم بکاس من معین ○ بیضاء لذۃ للشربین "○ (۳۷: ۴۳-۴۶)

اور:

"متکئین علی سرر مصفوفۃ" (۵۲ : ۲۰)

اور:

Marfat.com

"علیٰ سرر موضونۃ○ متکئین علیہا متقبلین "○ (۵۶ : ۱۵،۱۶)

ایک دن ظہر کے بعد، بابا احمد دین مرحوم کے کنوئیں پر بوڑھے شہتوت کے نیچے محفل جمی ہوئی تھی۔ حضرت میاں صاحبؒ بھی تشریف رکھتے تھے۔ کئی دن سے بارش نہیں ہوئی تھی۔ خاصا حبس تھا۔ کسی نے حضرت جدامجدؒ سے بارش کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپؒ نے فرمایا:

"حضرت میاں صاحبؒ پر پانی پھینکیے، شاید اسی بہانے بارش ہو جائے!" بات آئی گئی ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد ملک شیر محمد نے حوض سے بالٹی بھر پانی لے کر حضرت میاں صاحبؒ پر ڈال دیا۔ آپؒ کا ردعمل صرف ایک مسکراہٹ تھی! اب میں بے تابی سے نتیجے کا منتظر تھا۔ واقعی دیکھتے ہی دیکھتے گہری کالی گھٹائیں چھا گئیں اور اتنا ٹوٹ کر برسیں کہ مہمانوں کے لئے لگائے گئے خیمے، یوں لگتا تھا جیسے آب رواں پر تیر رہے ہوں۔

حضرت میاں صاحبؒ مکان شریف کے تمام متوسلین و مراجعین کو حضرت صاحب معظمیؒ سے نیاز مندی اور عقیدت رکھنے کی تلقین کرتے تھے۔ گرمیوں میں خانہ بدوش پٹھانوں کے قافلے وادی سون میں خیمہ زن ہو جاتے ہیں۔ ان میں اکثریت پیر پرستوں کی ہوتی ہے۔ یہ لوگ بڑی محبت سے مکان شریف پر حاضری دیتے ہیں۔ اس زمانے میں اکثر پٹھان مکان شریف کے حوالے سے حضرت جدامجدؒ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ ایک بار ایک بزرگ خان بابا نے انتہائی محبت سے ہم سب کی دعوت کی۔ پٹھانوں کے روایتی کھانے افراط سے تھے۔ آخر میں قہوہ پیش کیا گیا۔ مجھے ان لوگوں نے موتیوں کی لڑیوں کے بہت سے تحائف دیئے۔ حضرت میاں صاحبؒ نے بھی اس دعوت میں شرکت کی۔ میں دیکھتا تھا کہ آپؒ طعام کے اول و آخر میں، التزام سے ہاتھ دھونے کا اہتمام کرتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے نوالے لیتے اور خوب چبا کر تناول کرتے۔

ایک بار وادی کے دیہاتوں میں مویشیوں کی کوئی وبا پھوٹ پڑی۔ عوام نے حضرت میاں صاحبؒ سے دعا کے لئے کہا تو آپؒ نے فرمایا: "حضرت صاحبؒ یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ آپؒ سے کڑا دینے کی درخواست کی جائے۔" آپؒ کی اجازت سے دیہاتوں میں اعلان کرا دیا گیا۔ مقررہ وقت پر لوگ دور دور سے اپنے ڈھور ڈنگر لے کر وادی میں جمع ہو

Marfat.com

گئے۔ انگہ کو جانے والی سڑک کے ساتھ والا میدان جانوروں سے بھر گیا۔ حضرت جدامجدؒ نے گھوڑے پر سوار ہو کر کڑا دیا۔

حضرت میاں صاحبؒ نے کنوئیں پر ہمیں اپنی طاقتور دوربین بھی دے رکھی تھی۔ میں اس سے پرندوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھتا' اور آتے جاتے مسافروں کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہتا۔ کئی دن حضرت میاں صاحبؒ کنوئیں پر تشریف نہ لاتے تو دور سے ہر آنے والے کو دیکھ کر میں سوچتا کہ شاید آپؒ آ رہے ہیں۔ دوربین کی مدد سے فوراً اس کی تردید یا تصدیق ہو جاتی تھی۔

صوبیدار غلام محمد صاحب کے کنوئیں پر حضرت جدامجدؒ بہت سخت بیمار پڑ گئے۔ ان دنوں میں حضرت میاں صاحبؒ سخت مضطرب اور ملول رہے۔ یوں لگتا تھا جیسے آپؒ شدید تکلیف میں ہیں۔ حضرت جدامجدؒ وہاں سے سیال شریف یا کسی ناگزیر تقریب میں شرکت کے لئے کہیں اور جاتے تو آپؒ کی عدم موجودگی میں حضرت میاں صاحبؒ ہر لحاظ سے ہماری ضروریات کا خیال رکھتے۔ اکثر خود تشریف لا کر خبر گیری کرتے۔ کبھی کبھی صاحبزادہ محمد مکرم الدین صاحب کو پتہ کرنے بھیجتے۔

آپؒ کے انتقال پرملال کی خبر سن کر مجھے بہت صدمہ ہوا تھا۔ یہ احساس محرومی دامن گیر رہا کہ اب آپؒ کی زیارت کبھی نہیں ہو سکے گی۔ بچگانہ قسم کے شعروں میں' میں نے آپؒ کو غائبانہ خراج عقیدت پیش کیا۔ ایک قطعہ تاریخ وصال بھی کہا۔ فنی اعتبار سے تو ظاہر ہے ان تخلیقات کی کوئی اہمیت نہ تھی' مگر جذباتی سطح پر وہ میرے لئے بہت اہم تھیں۔ افسوس کہ وہ میرے پاس محفوظ نہیں ہیں۔

حضرت میاں صاحبؒ کی ذات میں اکثر خوبیاں غیر معمولی تھیں۔ فقر و استغناء آپؒ کی قلندرانہ طبیعت کا جوہر خاص تھا اور یہی آپؒ کی زندگی کا نمایاں ترین وصف ہے۔ "الفقر فخری" کی قبائے شاہی عمر بھر آپؒ کے زیب تن رہی۔ عاشقانہ وارفتگی کی سرشاری میں تنگی معیشت کا کانٹا کبھی آپؒ کے دل میں نہیں چبھا۔ ہوس زر کی آلودگی نے آپؒ کی جمعیت خاطر کو کبھی پراگندہ نہیں کیا۔

Marfat.com

ذوق مطالعہ اور شوق شعر و سخن بھی آپؒ کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ آپؒ کو کتابوں سے بہت محبت تھی۔ اچھی اچھی عمدہ مذہبی و ادبی کتابیں جمع کرنے میں دلچسپی تھی۔ اسی اشتراک ذوق کی بناء پر آپؒ میرے والد محترم حضرت صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب سے خصوصی شفقت و محبت رکھتے تھے۔ آپؒ نے میرے والد گرامی کو دیوان غالب چغتائی ایڈیشن مرحمت فرمایا تھا' جو آپؒ کی گرانقدر یادگار کے طور پر میرے پاس محفوظ ہے۔

میرے نزدیک حضرت میاں صاحبؒ کی سب سے بڑی اور ناقابل یقین کرامت یہ ہے کہ آپؒ رسمی طور پر صاحب خلافت اور ہر اعتبار سے اس منصب جلیلہ کے اہل ہونے کے باوجود' لوگوں کو بیعت نہیں کرتے تھے اور یہ حقیقت بھی بلاشبہ کرامت سے کم نہیں ہے کہ اس کے باوجود آپؒ کی خانقاہ کی رونق روز افزوں رہی۔ لوگ پروانہ وار آپؒ کے گرد جمع رہتے تھے:

ہر کجا چشمہ ای بود شیرین
مردم و مرغ و مور گرد آیند

تاریخ تصوف میں خانقاہ' دکان زرگری کی بجائے ہمیشہ ایک غیر متنازعہ فیہ مقدس مذہبی و سماجی ادارہ رہی ہے۔ اس کے دروازے' مسلک و مشرب کے امتیاز کے بغیر پوری انسانیت کے لئے کھلے رہے ہیں۔ مولانا رومؒ کے جنازے میں مسلمانوں کے علاوہ یہودیوں' عیسائیوں اور آتش پرستوں کی کثیر تعداد شریک تھی تو شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے لنگر خانے کے انچارج کو اس اجتہاد پر سخت سرزنش کی تھی کہ اس نے سابقہ معمول کے مطابق طوائفوں کو لنگر کا کھانا کیوں نہیں بھیجا!

خانقاہ اور صاحب خانقاہ کو اب بھی اتنا ہی عالی ظرف ہونا چاہئے۔ دکھے ہوئے دلوں پر مرہم محبت رکھنا ہی ان کا اولین فریضہ ہونا چاہئے۔ مشہور امریکی کالم نگار Van Buren Abigail نے کہا ہے کہ مسیحی عبادت گاہوں کو گناہگاروں کا ہسپتال ہونا چاہئے' نہ کہ زہاد کا عجائب گھر:

"A Church is a hospital for sinners, not a museum for saints."

Marfat.com

دنیا کے ہر مذہب و مسلک کی عبادت گاہ کا یہی منصبی تقاضا ہے۔

موجودہ دور میں خانقاہوں کی حالت بہت ابتر ہے اور ان کی معنوی تابانی ماند پڑتی جاتی ہے۔ سجادہ نشینان گرامی کا یہ حال ہے کہ:

ترک دنیا بہ مردم آموزند
خویشتن سیم و غلہ اندوزند

حضرت میاں صاحبؒ کی خانقاہ کا معاملہ سراسر استثنائی ہے۔ وہاں کی فضاؤں میں جمود اور افسردگی کے آثار نہیں ہیں۔ نہ اسے جلب زر اور کسب منفعت کا وسیلہ بنایا گیا ہے اور نہ ہی استخواں فروشی کر کے سیاست چمکائی گئی ہے۔ خدا کرے اس کی اصالت برقرار رہے۔

حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کے کلمات قدسی پہ اختتام کلام کرتا ہوں:

نمی بینم نشاط عیش در کس
نہ درمان دلی' نی درد دینی

خدا زان خرقہ بیزار است صدبار
کہ صدبت باشدش در آستینی

گر انگشت سلیمانی نباشد
چہ خاصیت دہد نقش نگینی

درون ہا تیرہ شد' باشد کہ از غیب
چراغی برکند خلوت نشینی

Marfat.com

صاحبزادہ محمد مکرم الدین معظمی ☆

معظم آباد - سرگودھا

۱۹۵۷ء میں پرائمری سکول دھدھڑ سے استاد محترم عبدالحق صاحب کے زیر سایہ پرائمری کا امتحان پاس کرنے کے بعد دینی تعلیم کے لئے مجھے حضرت میاں صاحبؒ سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔ طالب علمی کے ابتدائی دور میں مجھے آپ کو خلوت و جلوت میں دیکھنے کا موقع نصیب رہا۔

برادر عزیز صاحبزادہ محمد مسعود احمد کی فرمائش پر آپ کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں اپنے تاثرات تحریر کرنے کا ارادہ تو کر چکا ہوں لیکن سراپا حیرت ہوں کہ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں؟ جبکہ اپنی تنگ دامنی کا احساس اور سوء حافظہ کی کمزوری بھی دامن گیر ہے۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین تو از تنگی داماں گلہ دارد

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت طیبہ کے یوں تو ان گنت پہلو ہیں لیکن بغرض اختصار چیدہ چیدہ شمائل تحریر کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

حضرت میاں صاحب آہ سحر گاہی اور نالہ نیم شبی میں فرید العصر تھے۔ صحت و علالت اور سفر و حضر میں شب زندہ دار تھے۔ اوقات سحری میں جب کیف و مستی عروج

☆ صاحبزادہ محمد مکرم الدین، حضرت میاں صاحبؒ کے نواسہ ہیں اور آپ کے تلمیذ بھی۔ حضرت میاں صاحبؒ انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے اپنی زندگی کا کافی عرصہ حضرت کی خدمت میں گزارا اور آپ ہی سے تربیت پائی۔ اسی تربیت کا فیضان ہے کہ موصوف درویش، حلیم الطبع، سراپا شفقت و رافت اور خلیق و ملنسار ہیں۔ متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ شعلہ بیان خطیب بھی ہیں۔ مولف کتاب کے بڑے بھائی ہیں ----- (محمد مسعود احمد)

Marfat.com

کو پہنچتی تو آہوں اور آنسوؤں کا تانتا بندھ جاتا تھا اور والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما (اور وہ لوگ جو اپنے رب کے لئے راتیں حالت سجدہ و قیام میں گزار دیتے ہیں) کی عملی تصویر نظر آتے تھے۔ سحری کے وقت زبان مبارک پر عموماً بطور دعا و التجا یہ الفاظ جاری و ساری ہوتے تھے:

"اے حقیقت مرا بخود بکش ومرا از خود باخود رہا کن"

کبھی مستی و بے خودی کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا:

درکلبہ درویشی در محنت بے خویشی بگذار مرا بامن ہر سو مکن افسانہ

اور کبھی شب تار میں یہ نغمہ دھیمی اور مست آواز میں سمع نوازی کرتا ہوا فضاؤں میں بکھر جاتا:

بطفیل ہمہ قبولم کن اے الہ من و الہ ہمہ
قطرۂ زابر رحمت تو بس است از پئے شستن سیاہ ہمہ
خسرو از تو پناہ می جوید اے پناہ من و پناہ ہمہ

اور اکثر و بیشتر حضور والی ہند خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی دعا: "اللھم انی اسئلک وان لا اسئل سواک" (اے اللہ میں تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں اور تیرے سوا کچھ بھی نہیں چاہتا) ورد زبان ہوتی۔ وظیفہ دلائل الخیرات کے دوران اگر بات کرنے کی اشد ضرورت پیش آتی تو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بانداز عجز و نیاز ان الفاظ سے اجازت طلب فرماتے: "دستور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" بوقت اجازت طلبی یوں محسوس ہوتا تھا کہ تاجدار حرم سامنے جلوہ افروز ہیں اور حضرت میاں صاحب کسی دوسرے سے ہمکلام ہونے کے لئے بپاس ادب' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ اجازت طلب کر رہے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے راقم کو "مکرو"☆ کے نام سے یاد فرما کر کہا کہ تمہارے جد

☆ حضرت میاں صاحب اکثر پیار اور شفقت سے صاجزادہ مکرم الدین صاحب کو "مکرو" کہہ کر مخاطب کرتے تھے ـــــ (محمد مسعود احمد)

Marfat.com

امجد حضرت خواجہ محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ صاحب حال و وصال بزرگ تھے۔ ایک دفعہ میرے والد گرامی (حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ) نے حافظ میاں محمد صاحب (ساکن ڈھاکہ) سے فرمایا کہ حافظ صاحب میرا جی چاہتا ہے کہ آپ حضرت خواجہ محمد حسین کی خیریت دریافت کرنے معظم آباد حاضری دیں۔ حافظ صاحب یہ سن کر اسی وقت عازم سفر ہوئے اور تیسرے روز معظم آباد پہنچے۔ حضرت خواجہ محمد حسین کچے محل کے سائے میں تشریف فرما تھے اور اوراد سے فارغ ہو کر وظائف' غلاف میں بند کرتے ہوئے اس شعر کی تکرار کر رہے تھے:

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکیست اینجا

چون وصل در نگنجد ہجران چہ کار دارد

حافظ میاں محمد صاحب دست بستہ آپ کے پیچھے کھڑے یہ شعر سن رہے تھے۔ جب آپ حافظ صاحب کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے قدم بوسی کی۔ آپ نے دریافت فرمایا: "حافظ صاحب' کب آئے ہو؟" عرض کیا: "حضور ابھی حاضر ہو رہا ہوں۔" پھر آپ نے مکان شریف کی خیریت دریافت کی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے حافظ صاحب کو واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حافظ صاحب جب مکان شریف پر پہنچے اور والد گرامی کو خواجہ محمد حسینؒ سے ملاقات اور آپ کے شعر کی تکرار کا واقعہ عرض کیا تو حضرت والد محترم نے فرمایا: "حافظ صاحب اسی حال و کیفیت کی آگاہی کے لئے میں نے تمہیں معظم آباد بھیجا تھا"۔☆

شفقت و رافت علی الخلق کے باب میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ آپ سب سے زیادہ مجھ پر ہی مہربان ہیں۔ آپ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ مشکل ہوتا ہے کہ اولاد کسی کی ہو اور کوئی دوسرا ان کے مستقبل کا فیصلہ بلا اجازت ولی کرے۔ مگر میرا چشم دید واقعہ ہے کہ ایک صاحب آپ کی خدمت میں

☆ اس شعر میں حضرت خواجہ محمد حسینؒ کے روحانی مقام کی رفعت و عظمت کا اشارہ تھا۔۔۔ (محمد مسعود احمد)

Marfat.com

حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ میں نے تمہاری بچی کی نسبت فلاں صاحب کے ساتھ طے کر دی ہے۔ تم اس پر راضی ہو؟ یہ سنتے ہی ان کی آنکھیں بھر آئیں اور دست بستہ عرض کرنے لگے: "حضور! یہ تو ایک بچی ہے' اگر میری دس بچیاں ہوتیں اور آپ اپنی مرضی سے ان کی نسبت کر دیتے تو بھی مجھے قطعاً" اعتراض نہ ہوتا' بلکہ فخر سے میرا سر بلند ہو جاتا۔"

حضرت میاں صاحب حاجت مند حاضرین کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ فرماتے' جب میں نوافل و وظائف یا دوپہر کے آرام سے فارغ ہو کر دیکھوں کہ سائل اور حاجت مند میری انتظار میں بیٹھے ہیں تو مجھے بہت کوفت ہوتی ہے کہ انہیں انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی کیونکہ وہ اپنے ارادے سے نہیں آتے' مامور من اللہ آتے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ بہت مشفقانہ اور رحمدلانہ سلوک فرماتے تھے۔

آپ کے لکھے ہوئے تعویذات میں بڑی تاثیر ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ جو شخص اس غرض سے حاضر ہوتا اسے دوبارہ حاضری کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ ایک آسیب زدہ کو اس کے متعلقین آپ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے تعویذ لکھ دیا کہ اس کے گلے میں باندھ دو۔ چند دن بعد انہوں نے عدم افاقہ کی شکایت کی۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ جن کہتا ہے مجھے علم ہے کہ تم میاں صاحب سے تعویذ لائے ہو لیکن اس قسم کے تعویذات کا ردعمل میرے پاس موجود ہے۔ یہ سن کر آپ مسکرائے اور نیا تعویذ لکھ کر دیتے ہوئے فرمایا: "اسے مریض کے گلے میں باندھ دو' اب انشاء اللہ جن نہیں آئے گا۔" تعویذ کیا تھا؟ فارسی کے چند الفاظ تھے:

"ہرچہ کند خود کند   بندہ عاجز چہ کند"

مریض کے اہل خانہ کا بیان ہے کہ جب ہم نے یہ تعویذ مریض کے گلے میں باندھا تو جن کی چیخیں نکل گئیں اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم اب میں اس کے قریب نہیں آؤں گا' خدارا مجھے معاف کر دیں اور پھر ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ گیا۔

کوئی غرض مند اگر دنیاوی کام لے کر میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں آتا تو

Marfat.com

اسے بھی محرومی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا۔ ہر جائز کام کے لئے آپ بلاتوقف سفارشی خط تحریر فرما دیتے تھے۔ نوازش نامہ میں مکتوب الیہ کو، خواہ وہ جس درجہ کا بھی ہوتا، بڑے اچھے القاب سے نوازتے تھے۔ ایک مرتبہ راقم سے کسی سائل کے لئے لاہور کے ایک اعلیٰ افسر کے نام حکمنامہ تحریر کرا رہے تھے۔ جب کام کی نوعیت و اہمیت تحریر ہو چکی تو آخر میں درج ذیل کلمات لکھنے کا حکم فرمایا:

اگر در ہوا پری مگسے باشی وگر بر آب بروی خسے باشی
کار کسے کن تا کسے باشی

اپنے شیخ مکرم حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی" کے ساتھ آپ کو جو عقیدت و ارادت تھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ خواجہ سیالوی" کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام کی حاضری کا منظر آنکھوں میں سما جاتا، جس کا ذکر حدیث پاک میں ان الفاظ سے ملتا ہے کانهم علی رؤسهم الطیور (گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔) اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری کے وقت آپ پر خوف و رجا کی سی کیفیت طاری رہتی تھی۔ جب کبھی حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی" مکان شریف پر نزول اجلال فرمانے کے بعد واپس تشریف لے جاتے تو حضرت میاں صاحب ترسیدہ انداز میں دوسروں سے استفسار کرتے کہ تم کیا سمجھتے ہو، میرے حضرت راضی اور خوش واپس گئے ہوں گے؟ جب مخاطب یہ جواب عرض کرتا کہ آپ یہاں بہت خوش رہے ہیں اور بڑے راضی گئے ہیں تو چہرہ انور خوشی سے تمتما اٹھتا اور فرماتے کہ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

حضرت سیالوی" کے مکان شریف پر قیام کے دوران سوائے ضروری مواقع کے حضرت میاں صاحب آپ کی خدمت میں بالکل نہیں بیٹھتے تھے اور نہ ہی اس سیماب صفت عاشق کو اپنے کمرہ میں چین نصیب ہوتا تھا بلکہ حضور سیالوی" کی قیام گاہ کے ارد گرد ایک عجیب اضطراری کیفیت میں چلتے پھرتے رہتے تھے کہ مبادا خدمت میں کوئی کوتاہی رہ جائے۔ اپنے تربیت یافتہ غلاموں کو حکم فرماتے کہ تم حضرت کی خدمت میں رہو اور ہر طرح سے آپ کا خیال رکھو۔

Marfat.com

اسی طرح کے ایک موقع پر حضور شیخ الاسلامؒ نے حضرت میاں صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "میاں صاحب! آپ کو اپنی اور آپ کی پسند کا شعر سناؤں؟" پھر یہ شعر پڑھا:

بغیر نرگس خوابیدۂ بتان ترکی
کدام خفتہ کہ غارت برد دل بیدار

پھر دوسرا شعر پڑھا:

گریہ حافظ چہ سازد پیش استغنائے دوست
کاندرین طوفاں نماید ہفت دریا شبنمے

اس دوران حضرت میاں صاحب بڑی نیازمندی اور عجز سے ہمہ تن گوش رہے۔ بس دو قطرے آنسوؤں کے گوشہ چشم سے ٹپکے اور آستین میں جذب ہو گئے۔

اللہ کے ذکر سے حضرت میاں صاحب کو حد درجہ شغف تھا۔ دوران گفتگو وقفہ کے دوران بھی ذکر جاری رہتا تھا۔ ایک مرتبہ شیر محمد حجام مرحوم☆ حجامت کے دوران ذکر سے حرکت کرتے ہوئے ہونٹوں کی وجہ سے لبیں تراشنے میں دقت محسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر آپ تھوڑا سا توقف فرما لیں تو میں لبیں تراش لوں۔ آپ نے ان کے خطرۂ دل سے مطلع ہو کر فرمایا۔ حضرت شرف الدین بو علی قلندرؒ دوران حجامت ذکر میں مشغول تھے اور ان کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔ حجام نے عرض کیا: حضور! اگر آپ تھوڑی دیر سکوت فرمائیں تو میں لبیں تراش لوں۔ حضرت قلندرؒ نے فرمایا: جو ہونٹ ذکر خدا سے رک جائیں ان کا کٹ جانا ہی بہتر ہے۔

☆ مرحوم شیر محمد حجام نے تمام عمر حضرت میاں صاحب کی بے لوث خدمت کی۔ انہوں نے آپ کی حجامت کا الگ سامان بنوا رکھا تھا' جسے کسی دوسرے کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو بے غرض خدمت کا اجر دے۔ اب ان کے بیٹے غلام احمد صاحب اسی عقیدت و محبت کے ساتھ مکان شریف کی خدمت کر رہے ہیں۔ یقیناً ان کے والد مرحوم کی روح' ان کی خدمت دیکھ کر خوش ہوتی ہو گی ـــــ (محمد مسعود احمد)

Marfat.com

خوش وقت آنکساں کہ ہمہ روز تا بہ شب
تسبیح و وردشاں است ہمہ دوست دوست دوست

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اگر میں ایک لمحہ کے لئے بھی مکان شریف کو سیال شریف اور معظم آباد کے آستانوں کا حصہ نہ سمجھوں تو میرا یہاں پل بھر رہنا دشوار ہو جائے پھر ارشاد فرمایا: ایک دفعہ خواب میں مجھے تمہارے جد اعلیٰ حضرت خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ حاضرین محفل میں آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد حسینؒ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت خواجہ معظم الدینؒ کے ہاتھ میں ایک دستار تھی' جسے آپ نے حضرت خواجہ محمد حسینؒ کو اور مجھے ایک ایک سرے سے باندھنے کا حکم دیا۔ ہم نے تعمیل ارشاد کی۔☆ پھر آپ نے سامنے بیٹھے ہوئے قوال سے کچھ سنانے کو کہا۔ قوال نے جو غزل پیش کی' اس کا ایک مصرع مجھے اب بھی یاد ہے:

ہمارا ملک تیرا ہے ' تمہارا ملک میرا ہے

حضرت میاں صاحب یا آپ کے کسی نیاز مند نے کوئی نیا کام شروع کرنا ہوتا تو آپ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پہلے استخارہ کراتے تھے دیوان حافظ شیرازی کا نہ صرف شوق سے مطالعہ فرماتے بلکہ اس سے فال بھی نکالتے تھے۔ فال کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر خواجہ حافظ کی روح کو ایصال ثواب کرتے اور مقصد ذہن میں رکھ کر دیوان حافظ کھولتے تھے۔ دائیں صفحہ کے پہلے یا ساتویں شعر سے فال کا تعین فرماتے تھے۔

ایک بار آپ بہت مسرور نظر آ رہے تھے۔ چہرۂ انور خوشی سے جگمگا رہا تھا' فرمایا:

☆ حضرت خواجہ محمد حسینؒ کے فرزند اصغر صاجزادہ غلام فخرالدین معظمی کی شادی حضرت میاں صاحب کی صاجزادی سے ہوئی تھی۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت خواجہ معظم الدینؒ نے ہمیں (خواجہ محمد حسین اور میاں صاحب) جو دستار بندھوائی تھی' اس کی تعبیر شاید یہی تھی---- (محمد مسعود احمد)

Marfat.com

آج میں بڑی جسارت کر بیٹھا ہوں مگر حافظ شیرازی نے حوصلہ افزائی میں کمال کر دکھایا۔ مجھے ہمیشہ اپنی آخرت کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ جب آخرت کا خیال آتا تو دل دھڑکنے لگتا تھا کہ نہ جانے بارگاہ بے نیاز میں کس سلوک کا مستحق ٹھہرایا جاؤں؟ کئی مرتبہ دیوان حافظ اٹھایا کہ فال دیکھوں لیکن جرات نہیں ہو پاتی تھی۔ آخر آج حوصلہ کر کے فال نکالی تو یہ شعر دیکھ کر مطمئن ہو گیا ہوں:

زاہد بصد غرور سلامت نبرد راہ
رند از رہ نیاز بہ دارالسلام رفت

حضرت میاں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ درویش اور دنیادار میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ اگر دنیادار سے مروت سے پیش آیا جائے تو اس میں رعونت بڑھتی ہے۔ لیکن درویش سے اچھا سلوک کیا جائے تو وہ زیادہ متواضع اور مشکور ہوتا ہے۔

آخر میں بعجز تمام سعدی کے شعر پر اپنے تاثرات کا سلسلہ ختم کرتا ہوں:

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایان
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنان باقی

Marfat.com

محمد فاروق (مرحوم)
پی۔ اے۔ ایف بیس میانوالی

ذکر جمیل

میں نے مئی ۱۹۶۲ء کے پہلے ہفتہ میں اپنی ٹریننگ مکمل کی تو میری پوسٹنگ سکیسر بیس پر ہوئی۔ زندگی میں پہلی مرتبہ وادی سون کو دیکھا اور کفری کے پاس سے گذرتا ہوا سکیسر ایئر بیس پہنچا۔ ابتدائی طور پر جن دوستوں سے تعارف ہوا' ان میں مختار احمد صاحب بوچھال والے بھی تھے۔ چند دن بعد معلوم ہوا کہ کفری میں ایک بزرگ ہیں' جن کے مختار صاحب بڑے معتقد ہیں۔ اکثر لوگ انہیں مختار کے باوا جی کہہ کر یاد کرتے ہیں۔

انہی دنوں حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ ایک جلسہ کی صدارت کے لئے سکیسر تشریف لائے۔ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر کا انتظام میرے ذمہ تھا۔ دوسرے روز میں گھر جانے والا تھا۔ بس پر سوار ہوا۔ گارڈ روم پر جلسہ میں شرکت کرنے والے چند مہمان بھی موجود تھے۔ ان کے لئے سیٹیں خالی کر دی گئیں۔ میں نے بھی اپنی سیٹ چھوڑ دی۔ کفری موڑ پر کئی حضرات بس سے اترے۔ محترم حافظ عبدالمجید (مرحوم) کورڈھی والے بس کے ڈرائیور تھے۔ انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ بزرگ جو بس سے اتر کر گاؤں کی طرف جا رہے ہیں مختار کے باوا جی ہیں۔ پھر کہا کبھی ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا۔ میں حضرت باوا جی صاحب ☆ کو جاتے دیکھتا رہا اور دل میں تہیہ کر لیا کہ ان کی خدمت میں ضرور حاضری دوں گا۔

ایک رات میں نے خواب میں والد مرحوم کو دیکھا کہ کسی مسجد میں ہم نماز عصر با جماعت ادا کر رہے ہیں۔ والد صاحب میرے دائیں طرف کھڑے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر بڑی شفقت فرما رہے ہیں۔ خواب کا یہ منظر میرے ذہن میں محفوظ ہو گیا۔

☆ حضرت میاں صاحب کو عام طور پر باوا جی صاحب کہہ کر یاد کیا جاتا تھا۔۔۔ مولف

Marfat.com

جولائی ۱۹۲۳ء میں پہلی مرتبہ سکیسر سے کفری کے لئے اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ حضرت باواجی صاحب کی خدمت میں حاضری دوں۔ بس کے ڈرائیور سید محمد اسلم شاہ صاحب تھے۔ کفری موڑ پر مجھے اتارتے ہوئے انہوں نے مکان شریف کی نشاندہی کی۔ جب میں مکان شریف پر پہنچا تو ظہر کی نماز ہو چکی تھی اور آپ وظائف میں مشغول تھے۔ اس کے باوجود مجھے طلب فرمالیا۔ تعارفی کلمات کے بعد آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ آپ کا کرم دیکھ کر میں بھی بے تکلف ہو گیا۔ ان دنوں مجھے ایک دوست کی "کم نگاہی" کا شکوہ تھا۔ آپ نے فرمایا کسی کے ساتھ اتنا تعلق بھی نہیں بڑھانا چاہیے کہ کم نگاہی کی شکایت پیدا ہو۔ پھر فرمایا: نہ کسی کی چار دیواری کے اندر داخل ہو اور نہ کسی کو اپنی چار دیواری میں داخل ہونے کی اجازت دو۔ دوستانہ تعلقات اپنی جگہ لیکن شرع محمدیؐ کا احترام فرض ہے۔

اس دوران عصر کی نماز کا وقت ہوا تو میں مسجد میں داخل ہوا۔ خدا شاہد ہے' وہی مسجد تھی جو خواب میں نظر آئی تھی۔ نماز کے لئے صف بندی ہوئی تو حضرت باوا جی صاحب میری دائیں جانب تھے' لیکن آپ کے اور میرے درمیان ایک اور صاحب کھڑے تھے۔ اچانک آپ نے انہیں اپنے دائیں آنے کو کہا اور خود بالکل میرے ساتھ دائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ میں نے بے خودی کی کیفیت میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپ نے مجھے اپنے کمرے میں یاد فرمایا اور مسکراتے ہوئے کہا کہ خواب میں تمہارے والد مرحوم نے مجھے تمہاری سرپرستی کے لئے کہا تھا--- میں اس دن سے آپ کو اپنا روحانی باپ سمجھتا ہوں۔

۱۹۶۶ء کے اواخر میں ہمارا ایک خاندانی مسئلہ بحران کی صورت اختیار کر گیا۔ میں بہت پریشان تھا۔ اس سنگین مسئلہ کے حل کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ آپ کو عرض کیا تو فرمایا کہ بفضل خداوند کریم سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا پھر آپ کی دعا سے وہ معاملہ نہ صرف بخیر و خوبی حل ہو گیا بلکہ ہمیں کسی کے سامنے جھکنا بھی نہ پڑا اور ہماری عزت بھی قائم رہی--- حضرت باوا جی صاحب ہمیشہ نیت صاف رکھنے اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینے کو کہا کرتے تھے۔

Marfat.com

آپ کی شخصیت کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ حاضر ہونے والا ہر شخص یہی محسوس کرتا تھا کہ آپ مجھ پر سب سے زیادہ شفقت فرماتے ہیں۔ آپ کی شفقت و محبت سے کوئی بھی محروم نہیں رہتا۔ بڑی خندہ پیشانی سے لوگوں کے مسائل سنتے اور مناسب انداز میں مشورہ عطا کرنے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے۔

ایک مرتبہ محفل میں کسی شخص سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا' شیطان لعین کے ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہا کرو۔ وہ آسمان پر ہاری ہوئی جنگ کا بدلہ زمین کے باسیوں سے لینا چاہتا ہے اور اس ضمن میں ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔

حضرت باواجی صاحب میں موقع و محل کی مناسبت سے عمدہ اشعار کہنے کا بڑا ملکہ تھا۔ ایک دفعہ ایک شعر پڑھا۔ میں نے عرض کیا' حضور سمجھ نہیں آئی۔ فرمایا لکھ لو۔ وہ شعر یہ تھا:

سنگ کیوں لعل ہوا؟ نیر اعظم کی نگاہ
دانہ کیوں سبز ہوا؟ مکرمت ابر سیاہ

آپ فرماتے تھے کہ جب کسی کو مخاطب کیا جائے تو پورے نام سے کیا جائے۔ ہم لوگ باتوں ہی باتوں میں کسی کا ادھورا نام لیتے تو یاد دہانی فرماتے تھے۔

آپ نے فرمایا کسی نئی جگہ جاؤ تو درود شریف پڑھو۔ کسی سواری پر سوار ہوتے وقت کم از کم ایک مرتبہ درود پاک پڑھنا چاہئے۔ اس کی برکت سے دوران سفر انسان حادثات یا ناگہانی واقعات سے محفوظ رہتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا موسم کا نیا پھل کھاؤ یا نئی سبزی پکاؤ تو درود شریف پڑھو۔ اس سے اس کے مضر اثرات سے بچے رہو گے۔

آپ نے ارشاد فرمایا' قبرستان سے گزرو تو کم از کم ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ اخلاص اس میت کے لئے پڑھو جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ ایک دفعہ اخبار میں کسی شخص کی لاش کی تصویر چھپی جو دریا سے ملی تھی اور اس کے ورثا یا جائے رہائش کا علم نہیں تھا۔ آپ نے اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ کسی شخص سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں رکھنی چاہیں کہ ہر شخص کی کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں اور وہ توقعات پر پورا نہ اترے تو دکھ ہوتا ہے۔

Marfat.com

منشی عبدالحق
نوشہرہ (خوشاب)

حضرت باوا جی صاحب نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا' وہ کیا زندگی ہے جس میں دنیاوی آسائشیں میسر ہوں۔ پیٹ بھرنے کو اچھا کھانا ملے۔ تن ڈھانپنے کو اچھا لباس دستیاب ہو اور مال و دولت کی فراوانی زندگی کو پر تکلف بنا دے بلکہ زندگی یہ ہے کہ جو کچھ میسر ہو' راہ خدا میں لٹا دیا جائے۔ ایک وقت کھانے کو ملے تو دوسرے وقت کی فکر نہ ہو۔ بس خالق و رازق کے کرم پر بھروسہ ہو۔ اسباب دنیا جمع کرنے کو اچھے مستقبل کی ضمانت سمجھنا کم عقلی کی دلیل ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کے زمانے میں مسجد نبوی میں سونے چاندی اور روپے پیسے کے ڈھیر لگ جاتے تھے۔ لیکن حضور کو اس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا تھا جب تک آپ سب کچھ تقسیم نہ کر دیتے۔ اس میں سے اپنے لئے کچھ بچا کے نہیں رکھتے تھے۔ خود کئی کئی دن فاقہ فرماتے تھے۔

میں اکثر مکان شریف پر حاضر رہتا تھا۔ میرا مشاہدہ ہے کہ بعض اوقات، حضرت باوا جی صاحب کے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن آپ اپنی اس حالت کا کسی کے سامنے ذکر نہیں کرتے تھے۔ بلکہ افشائے راز کو خیانت سمجھتے تھے۔

ایک دفعہ گھر میں آگ جلانے کے لئے لکڑیاں نہیں تھیں۔ خادم نے ایک دو بار یاد دہانی کے لئے عرض کیا۔ آپ بس اتنا کہہ دیتے' اللہ کریم مسبب الاسباب ہے' کوئی نہ کوئی بندوبست ہو ہی جائے گا۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ اہل خانہ پریشان تھے کہ کھانا کس طرح تیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انتظام فرما دیا۔ بابا شیر محمد کھدری والا ایک گٹھا لکڑیوں کا سر پر اٹھائے مکان شریف پر حاضر ہوا۔ اسے دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا: زندگی میں اکثر اس طرح کے مواقع آئے ہیں کہ گھر میں کچھ نہیں ہوتا تھا'

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے عالم غیب سے کچھ نہ کچھ بھیج دیا۔

حضرت باوا جی صاحب لوگوں کی امانتیں اپنے پاس رکھنے سے اجتناب کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔ تقسیم ہند و پاک کے موقع پر کئی ہندو جو آپ کی روحانی عظمت اور امانتداری کے قائل تھے۔ بہت سا روپیہ پیسہ' زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء آپ کے پاس امانتاً" رکھنے کے لئے آئے اور عرض کیا کہ فسادات کے بعد اگر ہم زندہ رہے تو اپنا مال سنبھال لیں گے بصورت دیگر یہ سب کچھ ہماری طرف سے لنگر کی نذر سمجھا جائے۔ ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے مال و دولت اور جائیداد پر قابض ہونے کی فکر دامن گیر رہتی تھی' یہ سن کر آپ نے فرمایا: یہ پیر سیال کا لنگر ہے' اسے تمہارے نذرانوں کی احتیاج نہیں اور امانت رکھنا میرے مزاج کے خلاف ہے۔

ایک دفعہ دوپہر کو آپ نیند سے بیدار ہوئے تو طبیعت پر ملال کے اثرات تھے۔ میرے دریافت کرنے پر فرمایا' جب میں سو کر اٹھا تو موت کا ہولناک منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ لمحہ بھر توقف کے بعد پھر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ انتہائی کرم ہے کہ اس نے مخلوق میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشری صورت میں بھیجا۔ آپ نے انسانی زندگی کے تمام تقاضے پورے کئے' زمانے کے نشیب و فراز سے گذرے اور وصال کے بعد مزار انور میں آرام فرما ہیں۔ اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات و وصال کے مراحل علم میں نہ ہوتے اور حضور کا وجود اقدس دنیا میں موجود نہ ہوتا تو موت کا تصور زیادہ خوفناک ہوتا۔

پھر فرمایا میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو فرشتوں کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں۔ بس لمحہ بھر حضور کے دیدار کا اشتیاق موت کی مشکل گھڑی کو آسان بنا دیتا ہے۔

حضرت باوا جی صاحب کو قدرت کی طرف سے شعر شناسی کا عجیب ملکہ ودیعت تھا۔ ایک مرتبہ میں نے یہ شعر عرض کیا:

Marfat.com

کتنا مزاج یار خوشامد پسند ہے
وہ روٹھتے ہیں یوں کہ منایا کرے کوئی

تو آپ تڑپ اٹھے۔ بار بار مجھ سے شعر پڑھوایا اور کافی دیر تک وجدانی کیفیت میں آنکھیں بند کئے خود بھی زیر لب شعر کا تکرار کرتے رہے۔

(نوٹ)

ابھی "ہوالحمید" کی کتابت ہو رہی تھی کہ ۸ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ / ۴ دسمبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ میرے استاد محترم منشی عبدالحق صاحب عالم بقا کو سدھار گئے۔ **(اناللہ وانالیہ راجعون)**

اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے مراتب بلند فرمائے

منشی صاحب قبلہ متوکل علی اللہ' پیکر تسلیم و رضا' سراپا مروت و وفا اور بڑے خوددار شخص تھے۔ انہیں اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ سے جس درجہ عقیدت تھی اس کی مثال کم ملتی ہے۔ حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کی خانقاہ سے منشی صاحب مرحوم کی جو قلبی وابستگی تھی' وہ مکان شریف کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ انہوں نے حضرت میاں صاحب کی خدمت و محبت میں اپنا تن من دھن سب کچھ تج دیا۔ اسی بے لوث خدمت اور ایثار و وفا کا نتیجہ ہے کہ انہیں اپنے محبوب میاں صاحبؒ کے روضہ اقدس میں آپ کے قدموں میں دفن کیا گیا۔ تدفین کے بعد حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب سجادہ نشین' آستانہ عالیہ نے ان کے صاحبزادے مولانا نور الحق حمیدی صاحب کی دستاربندی کرائی۔

(محمد مسعود احمد)

Marfat.com

مولانا غلام حسین،
عربی ٹیچر، سبھرال (خوشاب)

(غلام حسین صاحب نے ۸ سال حضرت میاں صاحب کی خدمت میں گذارے۔ انہیں آپ کو جلوت و خلوت میں دیکھنے کی سعادت حاصل ہے۔ آج کل محکمہ تعلیم میں بطور عربی ٹیچر فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں۔)

گرمی کے موسم میں اکثر پٹھان، دعا و برکت کے لئے حضرت باوا جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نذرانہ پیش کرتے تو آپ نذرانہ کے روپیہ کو چوم کر، کچھ اپنی جیب سے اس میں شامل کر کے لوٹا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ نذرانہ میری طرف سے قبول کریں۔ غریب سائلوں کی مالی امداد بھی فرماتے تھے۔

آپ پڑوسیوں کے حقوق کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے۔ ان کی تکلیف سے رنجیدہ خاطر ہو جاتے تھے۔ فرماتے ہمسایہ کی غمخواری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مکان شریف پر مشائخ کے اعراس ہوتے۔ کھانا تیار ہوتا تو مجھے حکم فرماتے کہ مکان شریف کے تمام پڑوسیوں کو کھانے پر مدعو کریں اور کھانے کے دوران بنفس نفیس ان کی خدمت میں سرگرم رہتے۔

عرس شریف کے موقع پر فرماتے، سب سے پہلے بچوں اور مسافروں کو کھانا کھلانا چاہئے۔ بچوں کی دلجوئی سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے۔

آستانہ عالیہ سیال شریف سے عقیدت و احترام کا یہ عالم تھا کہ وہاں رہنے والے ہر شخص کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ مرض وصال میں حافظ محمد رفیق جھنگوی، جو ان دنوں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کے طالب علم تھے، پنکھا ہلانے لگے۔ آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا "عزیز پنکھا نہ ہلاؤ، تم سیال شریف سے آئے ہو، مجھے گنہگار کیوں کرتے ہو؟"

سیال شریف سے مہمان آتے تو ان کی خدمت خود کرتے، فرماتے یہ میرے مخدوم ہیں۔ ان کی خدمت میں خود کروں گا۔ سیال شریف عرس کے موقع پر ختم

Marfat.com

شریف کی دو اڑھائی گھنٹے کی محفل میں' بیماری کے باوجود بڑے ادب سے دو زانو بیٹھے رہتے' دوران محفل کبھی آپ کو آلتی پالتی مار کر بیٹھے نہیں دیکھا گیا۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا اگر انسان خدا اور رسول پر کم از کم اتنا بھروسہ ہی کر لے' جتنا وہ اپنے غریب ہمسائے پر کر سکتا ہے تو بھی وہ خسارے میں نہیں رہ سکتا۔ اسے خیر ہی خیر نصیب ہو۔ اور اگر وہ خدا و رسول خدا پر مکمل اعتقاد رکھے تو وہ مقام ولایت پر فائز ہو سکتا ہے۔

ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں استغفار اس طرح پڑھتا تھا:

استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ

خواب میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی تو آپ نے ایک دوسری ترکیب سے پڑھنے کی تلقین فرمائی:

استغفرا للہ الذی لا الہ الا ھوالحی القیوم من کل ذنب و اتوب الیہ ○

اس کے بعد میں اس طرح پڑھتا ہوں۔

آپ کی خدمت میں کوئی شخص حاضر ہوتا اور دوران گفتگو یہ کہتا کہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں' دعا فرمائیں۔ تو آپ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے یہ الفاظ منظور فرمائے۔

آپ کو صحابہ کرام سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ صبح ناشتے کے وقت اکثر ایک بلی چپکے سے آپ کے کمرے میں داخل ہوتی اور چارپائی کے نیچے بیٹھ جاتی تھی۔ آپ تھوڑی سی چائے اور روٹی اسے کھلاتے تھے۔ فرماتے تھے' حضورؐ کے محبوب صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلیوں سے بہت انس تھا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بلی غائب ہو گئی۔ کسی نے بتایا کہ وہ مر گئی ہے۔ تو آپ کو رنج ہوا۔

Marfat.com

ملک محمد اکرم خان
ایڈووکیٹ' عدالت عالیہ لاہور

جب میں چوتھی جماعت کا طالب علم تھا تو پہلی مرتبہ والد مکرم کے ہمراہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے بہت شفقت فرمائی اور یہ شفقت تا زیست رہی۔

حضرت میاں صاحب اوصاف حمیدہ کا بحرزخار تھے اور کمال انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کے اوصاف کے ذکر کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر چند حروف لکھنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت میاں صاحب کو اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بے مثال عقیدت تھی۔ ایک دفعہ آپ کے تینوں صاحبزادگان' حضرت خواجہ محمد حمید الدین صاحب مدظلہ' صاحبزادہ مجد الدین صاحب اور صاحبزادہ نصیر الدین صاحب مکان شریف کی مسجد میں نماز ظہر کے لئے جماعت کی انتظار میں تشریف فرما تھے۔ حضرت میاں صاحب نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوئے تو صاحبزادگان احتراما کھڑے ہو گئے۔ حضرت میاں صاحب قبلہ نے دیکھا تو وہیں بیٹھ گئے اور عرض کی حضور مجھے کیوں گنہگار کرتے ہو۔

سیال شریف حاضر ہوتے تو آپ کی عاجزی اور انکساری دیکھنے کے قابل ہوتی۔ بہت آہستہ چلتے اور آہستہ بولتے تھے۔

اگر آپ پریشان ہوتے اور حضرت پیر سیال کی اولاد میں کسی کی زیارت ہو جاتی تو ہشاش بشاش ہو جاتے تھے۔ صاحبزادہ غلام فخر الدین معظمی کے صاحبزادے نجم الدین صاحب کا انتقال ہو گیا۔ (مرحوم حضرت میاں صاحب کے نواسہ تھے) میاں صاحب قبلہ بہت پریشان تھے۔ حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی کے صاحبزادے غازی صلاح الدین صاحب تعزیت کے لئے تشریف لائے' میں بھی ہمراہ تھا۔ انہیں

Marfat.com

دیکھ کر حضرت میاں صاحب بہت خوش ہوئے' فرمایا حضرت پیر سیال کے نور نظر کو دیکھ کر میری پریشانی ختم ہو گئی ہے۔

آپ نے فرمایا' اہل اللہ کے عرس کی تقریب میں حاضر ہونے والا اگر ختم شریف میں حاضر نہیں ہوتا تو اس کی حاضری ادھوری رہ جاتی ہے۔

میرے والد محترم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت پیر سیال کی رضا مندی کی دعا کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں آپ کے لئے حضرت پیر سیال کی رضامندی کی ضمانت دیتا ہوں۔

آپ کے مزاج میں استغنا اور خود داری بہت تھی۔ عبدالحمید باجوہ صاحب' ایس پی سرگودھا کئی بار (اپنا تعارف کرائے بغیر) سائل کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ موصوف بڑے رعب اور دبدبے والے افسر تھے' لوگ ان کے نام سے بھی ڈرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ ملاقات کر کے رخصت ہوئے تو حاضرین میں سے کسی نے آپ کو بتا دیا کہ یہ ایس پی سرگودھا ہیں جو پہلے بھی کئی مرتبہ آپ کے پاس آ چکے ہیں۔ چنانچہ اگلی مرتبہ جب وہ حاضر ہوئے اور گفتگو کے دوران انہوں نے عرض کیا کہ حضور میرے لائق کوئی حکم ہو تو بے تکلف ارشاد فرمایئے۔ جواب میں آپ نے فرمایا:

"میرا صرف ایک حکم ہے کہ میں درویش ہوں' آپ کے یہاں آنے سے مجھے کوفت ہوتی ہے' آئندہ یہاں آنے کی زحمت نہ فرمائیں۔"

Marfat.com

غفور احمد چشتی

اچھرہ۔ لاہور

بچپن میں میری آنکھیں اکثر خراب رہتی تھیں۔ میں چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا تو ایک دن آنکھوں میں شدید جلن اور درد محسوس ہونے لگا۔ والد صاحب ہسپتال لے گئے دوا وغیرہ ڈلوائی۔ لیکن افاقہ نہ ہوا۔ کسی نے سرہال میں ایک بزرگ کا ذکر کیا کہ وہ آنکھوں کا دم کرتے ہیں اور دوا بھی دیتے ہیں۔ انہوں نے بھی دم وغیرہ کیا مگر درد بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ تکلیف کی وجہ سے میری آنکھیں بند تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے دل کی آنکھیں کھول دیں دل میں اچانک خیال آیا کہ مجھے حضرت باوا جیؒ صاحب کے حضور جانا چاہئے۔

ابا جی سے عرض کیا خدارا مجھے جلدی مکان شریف لے چلئے۔ لہٰذا ہم پیدل ہی مکان شریف کی طرف چل پڑے۔

دوپہر کے وقت مکان شریف پہنچے۔ حضرت باوا جیؒ صاحب بنگلہ شریف کے شمالی کمرے میں تشریف فرما تھے۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ والد صاحب نے عرض کیا بچے کو بہت تکلیف ہے۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ میرا سر اپنی گود میں رکھ کر بہت شفقت فرمائی اور فرمایا پریشان نہ ہوں انشاء اللہ جلدی ٹھیک ہو جائیں گے۔ پھر آپ نے دم فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ آنکھیں کھول دو۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو کسی قسم کا درد یا جلن نہیں تھی۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد **فکشفنا عنک غطاء ک فبصرک الیوم حدید** ○ یہ آیت کریمہ سات مرتبہ اول آخر درود شریف پڑھ کر آنکھوں پر دم کیا کریں۔

آپ کی زبان سے نکلے ہوئے اس ارشاد کی برکت سے میں نماز کا پابند ہو گیا اور

Marfat.com

آنکھوں کی بیماری سے بھی ہمیشہ کے لئے نجات مل گئی۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا ہر نماز کے بعد

کھیعص اور حم عسق

یہ حروف مقطعات انگلیوں کے پوروں پر اس ترتیب سے پڑھیں کہ "ک" چھنگلی سے پڑھنا شروع کریں اور "ص" انگوٹھے پر ختم کریں اور پھر اس کے الٹ "ح" انگوٹھے سے پڑھنا شروع کریں اور "ق" چھنگلی پر ختم کریں۔ پھر انگلیوں کے پوروں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرلیں کبھی بینائی کمزور نہیں ہوگی اس عمل کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج تک میری بینائی بھی کمزور نہیں ہوئی۔

اس ناچیز کو حضرت باوا جیؒ صاحب کے دیگر کمالات میں سے ایک بات نے ہمیشہ بہت متاثر کیا کہ مکان شریف پر حاضر ہونے والا ہر آدمی خواہ وہ امیر ہے یا غریب' اس کے ساتھ آپؒ اس شفقت سے پیش آتے کہ وہ یہ سمجھتا کہ حضرت مجھ پر سب سے زیادہ مہربان ہیں اور مجھے سب سے عزیز رکھتے ہیں یہی کیفیت اس فقیر کی تھی۔ لیکن آپ کے وصال مبارک پر میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ دور دراز علاقوں سے لوگ جوق در جوق آ رہے تھے۔ اکثر لوگوں کو تو ہم جانتے بھی نہیں تھے۔ مگر ہر آنے والا بہ آواز بلند یہ کہہ رہا تھا کہ حضرت باوا جیؒ صاحب مجھ پر سب سے زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا خاصہ ہے۔

اس دور زوال میں جبکہ پیری مریدی بھی ایک پیشہ بن چکی ہے الا ماشاء اللہ' اللہ تعالیٰ کے چند نیک بندوں کے سوا اکثر پیران عظام لوگوں کو اپنا مرید بنانے کے چکر میں ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت باوا جیؒ صاحب اس کے برعکس مکان شریف پر حاضر ہونے والے لوگوں کے دلوں میں ان کے اپنے شیخ کی محبت پیدا کرتے اور ان کو اپنے شیخ سے تعلق مضبوط کرنے کا درس دیتے۔ ہمارا روحانی تعلق چونکہ گولڑا شریف سے تھا اس لئے جب بھی حاضری ہوتی آپ ہمیں ہمارے پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و کمالات سناتے اور نسبت مضبوط کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ

Marfat.com

نے فرمایا کاش کوئی بابو جی علیہ الرحمہ کے ملفوظات قلمبند کرتا تو یہ ملت اسلامیہ کے لئے ایک گراں قدر سرمایہ ہوتا۔ پھر فرمایا صاحبزادوں کی تربیت کرنا بہت مشکل کام ہے۔ مگر حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے اپنے صاحبزادے کی خوب تربیت فرمائی ہے۔ الحمدللہ آپ کے جانشین حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب "الولد سر لابیہ" کے مصداق اپنے عظیم باپ کی سچی تصویر ہیں اور اپنے بزرگوں کی روایت کے امین ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر اس آستان پاک کو تادیر سلامت رکھے جو ہم سب کے سروں پر بہت بڑا چھتنار ہے۔ آمین بجاہ نبی الکریم

Marfat.com

قاری محمد امین
خطیب جامع مسجد، نوشہرہ

میں پہلی مرتبہ ۱۹۷۳ء میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شوال کی سات تھی اور صبح کے نو بجے تھے۔ آپ بنگلہ شریف میں مشغول وظائف تھے۔ دس بجے کے قریب فارغ ہوئے تو دروازہ کھلا اور آپ نے منتظر لوگوں سے ملاقات کی، تقریباً ۱۲ بجے تک آنے جانے والوں کا تانتا رہا۔ میں آپ کی شخصیت کے اس پہلو سے بہت متاثر ہوا کہ لوگوں کے مسائل بڑی توجہ سے سنتے اور انہیں مفید مشوروں سے نوازتے۔ عجیب و غریب حالات سنتے ہوئے بالکل نہیں اکتاتے تھے۔

نماز ظہر کے بعد میں نے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: آج میری عید ہے، رات یہیں قیام کرو۔ میں تعمیل ارشاد میں ٹھہر گیا۔ مغرب کی اذان سے تھوڑا قبل آپ نے روزہ افطار کیا اس دن آپ کو شوال کا چھٹا اور آخری روزہ تھا۔ افطاری کے وقت بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے، جس نے مجھ جیسے نحیف و ناتواں کو حضور کی سنت (شوال کے روزے) ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

ایک مرتبہ مجھے حضرت میاں صاحب کی معیت میں آپ کے شیخ مکرم حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کا عرس تھا۔ میں ان دنوں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں زیر تعلیم تھا۔ حضرت میاں صاحب دارالعلوم میں تشریف لائے۔ عصر کے قریب آپ آستانہ عالیہ پر حاضری کے لئے جانے لگے تو ماسٹر میاں محمد صاحب (کفری) اور میں بھی ہمراہ ہو لئے۔ جب ہم دربار شریف پر پہنچے تو حضرت خواجہ قمرالدین رحمتہ اللہ علیہ بنگلہ شریف کے باہر چارپائی پر بیٹھ کر وضو کر رہے تھے۔ لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے دیکھا کہ میاں

Marfat.com

صاحب لوگوں کے پیچھے انتظار میں کھڑے ہیں تو آپ نے پیر بھائیوں سے میاں صاحب کو راستہ دینے کے لئے کہا۔ جب آپ قدم بوس ہوئے تو حضرت شیخ الاسلامؒ نے پہلا سوال یہ کیا کہ میاں صاحب! مختار علی ☆ سے ملاقات ہوئی ہے؟ حضرت میاں صاحب اس غیر متوقع سوال سے گھبرا گئے۔ کانپتے ہوئے جواب دیا حضور ابھی تک ملاقات نہیں ہو سکی۔ پھر حضرت شیخ الاسلامؒ نے مکان شریف کی خیریت دریافت کی اور نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے۔

دربار شریف حاضری کے بعد جب ہم دارالعلوم جا رہے تھے تو میاں صاحب نے فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام کو اپنے غلاموں کی بڑی فکر رہتی ہے۔ مجھ سے آپ کے استفسار میں دراصل یہ تنبیہہ تھی کہ پیر بھائیوں کو ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہونا چاہیے۔

☆ مختار علی صاحب حضرت مولانا محمد علیؒ خلیفہ مجاز حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین ثالث سیالویؒ ذ سجادہ نشین سرکی شریف (وادی سون) کے صاحبزادے ہیں۔ پاک آرمی میں ملازم تھے۔ ۱۹۷۱ء کی پاک انڈیا جنگ میں بنگال سے قید ہوئے تھے اور نئے نئے رہا ہو کر گھر آئے تھے۔

Marfat.com

مولانا نور الحق حمیدی
خطیب بلوچ سنٹر، ایبٹ آباد

حضرت میاں صاحب قدس سرہ کی نورانی صحبتوں سے یہ ناکارۂ خلائق تین سال تک فیضیاب ہوتا رہا۔ آپ کے ان گنت ارشادات میں سے چند ملفوظات نذر قارئین ہیں:

حضرت میاں صاحب نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ ہماری برادری کا ایک شخص جو میرے پاس آنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اکثر مکان شریف پر آتا، وضو کرتا اور سیدھا مزار شریف پر (صاحب ملفوظ کے والد گرامی کا مزار) حاضر ہوتا اور فاتحہ پڑھ کر لوٹ جاتا تھا۔ ایک دن میں اور پیرزادہ محمد حیات قاسمی گرم کمرہ میں بیٹھے تھے۔ وضو کر کے زور سے کھانستا ہوا مزار شریف کی طرف چلا گیا۔ اس کی اس حرکت سے طبیعت میں بے حد انقباض پیدا ہوا۔ ناگاہ ہم نے دیکھا کہ حضرت والد گرامی قدس سرہ ہمارے پاس رونق افروز ہیں اور فرما رہے ہیں کہ وہ تو اینٹیں چومتا پھرتا ہے، میں تمہارے پاس بیٹھا ہوں۔

ایک روز حضرت میاں صاحب ہال کمرے میں رونق افروز تھے۔ دیگر لوگوں کے ساتھ یہ ناکارہ بھی حاضر خدمت تھا۔ ایک صوفی صاحب حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے مخصوص مشفقانہ انداز میں ان سے خیریت دریافت کی۔ دوران گفتگو آپ نے ان سے پوچھا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف باقاعدگی سے حاضری دیتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں عرصہ دراز تک سیال شریف سے وابستہ رہا ہوں لیکن میں نے وہاں سے کوئی فیض نہیں پایا۔ اس لئے اب میں نے ایک اور پیر صاحب سے تعلق جوڑا ہے اور فیض یاب ہوا ہوں۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ آپ سراسر جلال بن گئے۔ چہرہ اقدس گلنار ہو گیا اور آپ نے صوفی صاحب کو بے شمار قہر آلود کلمات سے نوازا۔ لیکن یہ قہر و جلال ان کے دل کی دنیا آباد کر گیا۔ وہ زار و قطار رو رو کر معافی مانگ رہے تھے کہ اب میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر اپنے اس گناہ کا کفارہ ادا کروں گا۔

Marfat.com

مولانا غلام قمرالدین سرہالوی
جامعہ امجدیہ' کراچی

حضرت میاں صاحب کی خدمت میں مجھے تقریباً اڑھائی سال حاضری کا شرف حاصل رہا ہے۔ میں نے آپ کو جلوت و خلوت میں دیکھا ہے۔ آپ کی شخصیت کا سب سے بڑا وصف شریعت کی پابندی تھا۔ اس گئے گذرے دور میں نام نہاد صوفیا نے' جو **الذباب فی الشباب** کا نمونہ پیش کرتے ہیں' شریعت اور طریقت کو علیحدہ کر رکھا ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ طریقت کے ہوتے ہوئے شریعت کی ضرورت نہیں--- یہ ان کا دھوکا ہے۔ سلف صالحین کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو انھوں نے پہلے شریعت کا علم حاصل کیا' پھر تصوف کی تلاش کی۔

حضرت میاں صاحب نے بھی بزرگوں کے اس طریقہ کو اپنایا۔ آپ تمام عمر شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا رہے۔ آپ کے سامنے اگر کوئی شخص خلاف شرع کام کرتا تو سختی سے منع فرماتے تھے۔

ایک دفعہ ہم سبق پڑھ رہے تھے۔ چونکہ میری حاضری نئی نئی تھی اور میں آپ کے مزاج سے متعارف نہیں تھا۔ دوران سبق مجھے جمائی آئی اور میں منہ پر ہاتھ رکھنا بھول گیا تو آپ نے سرزنش فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جمائی کو روکو اگر آ جائے تو منہ پر الٹا ہاتھ رکھو تاکہ شیطانی اثرات سے محفوظ رہو۔ آپ کی پرخلوص تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آج تک مجھے وہ حکم یاد ہے اور میں اس پر عمل کی کوشش کرتا ہوں۔

Marfat.com

شیر شاہ چشتی
ریونیو آفیسر واپڈا (ریٹائرڈ) ڈھاکہ

سلطان التارکین حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ میری نظر میں حضرت پیر سیال کے عظیم خلیفہ ہیں۔ میں ۱۹۶۳ء سے آپ کے انتقال تک مکان شریف پر حاضر ہوتا رہا۔ آپ کی ملاقات سے دل کو بڑی تسکین حاصل ہوتی تھی۔ جو مسئلہ بھی وہاں لے کر جاتا' آپ کی دعا و برکت سے فوراً حل ہو جاتا۔ اب بھی کوئی عقدہ درپیش ہو تو آپ کے مزار پر حاضری دینے سے حل ہو جاتا ہے:

بر آستان تو ہر کس رسید' مطلب یافت

آپ کی شخصیت کا جاذب پہلو عبادت میں استقامت ہے۔ آپ کو جب بھی دیکھا تو مصروف عبادت دیکھا۔ مشائخ کے اوراد و وظائف کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ صحت و بیماری اور سفر و حضر میں کبھی ناغہ نہیں کیا۔

حضرت میاں صاحب دلوں کے احوال جانتے تھے۔ ایک دفعہ میں مغرب کے بعد نوشہرہ سے مکان شریف پر حاضری کا ارادہ لے کر چل پڑا اور دل میں یہ تہیہ کیا کہ اگر میاں صاحب نے جاتے ہی چائے نہ پلائی تو فوراً واپس آ جاؤں گا۔ چنانچہ جب میں حاضر ہوا تو آپ گرم کوٹھی میں اوابین پڑھنے کے بعد آگ تاپ رہے تھے۔ میں قدم بوس ہوا۔ کچھ وقت بعد صاحبزادہ عزیز احمد صاحب آئے' جو ابھی کمسن تھے۔ حضرت میاں صاحب نے ان سے مخاطب ہو کر کہا عزیز احمد! تمہارا بھائی شیر شاہ آیا ہے۔ اس کے لئے گھر میں کھانا کہو اور سنو! یہ فقیر آدمی ہے کھانے کے بعد چائے کا بھی کہہ دینا۔

میں یہ سن کر حیران رہ گیا کہ میرے دل کا ارادہ آپ نے بھانپ لیا۔

Marfat.com

ملک محمد اجمل خان
ورکس مینجر' واہ فیکٹری' واہ کینٹ

میں نے جب سے ہوش سنبھالا' حضرت میاں صاحب کی حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ آپ جس شفقت و محبت سے ملاقات کے لئے اپنے پاس بلاتے' اس سے محسوس ہوتا کہ آپ عظیم محسن و مشفق ہیں۔

ایک وفعہ میں خانگی حالات کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ تسکین قلب کے لئے مکان شریف پر حاضر ہوا تو آپ نے روحانی طور پر میرے حالات سے آگاہ ہو کر مجھے گلے لگا لیا اور میرے عرض کرنے سے پہلے تسلی دیتے ہوئے فرمایا' میں تمہاری تکلیف سے باخبر ہوں' حوصلہ رکھیں اللہ کریم کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔۔۔ آپ کے یہ کلمات سن کر میرے دل سے بوجھ اتر گیا۔

ایک اور موقعہ پر آپ نے بہت شفقت فرمائی۔ میرا چار ماہ کا بچہ فوت ہو گیا۔ مجھے اس سے بہت انس تھا۔ اس کے اچانک انتقال سے میں بہت غمگین رہتا تھا۔ ایک دن اسی بے قراری میں مکان شریف پر حاضر ہوا تو حضرت میاں صاحب نے ایسے موثر انداز میں اظہار افسوس کیا کہ میرے دل سے صدمے کا اثر زائل ہو گیا۔

حضرت میاں صاحب کی زندگی کے آخری دور میں مجھے آپ کے ہمراہ معظم آباد حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ رات آستان پاک پر بسر کی۔ صبح جب حضرت خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ) کے مزار پر حاضری ہوئی تو آپ نے میرے لئے خصوصی دعا فرمائی اور بعد میں فرمایا کہ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو تو پہلے معظم آباد حاضری دیں اور حضرت خواجہ معظم الدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حضور پیر سیال کی بارگاہ میں سفارش کے لئے عرض کریں کہ آپ حاضری قبول فرمائیں۔ تب سیال شریف حاضر ہوں تو حاضری یقیناً قبول ہو گی۔

Marfat.com

میاں احمد

دفتر آئی۔ جی۔ پولیس۔ لاہور

مجھ عاجز گناہگار نے جب سے ہوش سنبھالا' صدر شریعت' رہبر طریقت' واقف رموز معرفت و حقیقت حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ کی پرنور محافل میں نیاز مندانہ حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ خوش قسمتی سے میرا سارا خاندان حضرت میاں صاحبؒ سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتا تھا۔ مجھے اپنے دادا مرحوم' نانا جان اور والد محترم کے ساتھ اکثر و بیشتر آپؒ کی زیارت کی سعادت حاصل رہی۔

میری چشم تصور میں آج بھی وہ روح پرور مناظر مجسم ہیں کہ آپؒ عقیدت مندوں کے حلقے میں' چراغ انجمن بنے ہوئے' حاضرین کو پرفیض اور پرتاثیر ملفوظات سے نواز رہے ہیں۔ آپؒ کی باتیں' براہ راست دلوں میں اتر کر زنگار غفلت اتار رہی ہیں۔ آپؒ کا کوئی لمحہ بھی یاد خداوندی سے خالی نہیں تھا۔ خلوت میں ہیں تو استغراق و انہماک طاری ہے' جلوت ہے تو اس چشمہ بخشش و عطا کا زلال معرفت جاری و ساری ہے:

آپؒ **"والذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا"** "اور **رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ**" کا عکس مجسم تھے۔ مکان شریف سے اکثر احمد دین صاحب مرحوم کے کنوئیں پر سبھرال تشریف لاتے تھے۔ چلتے ہوئے **"یمشون علی الارض ھونا"** کا نقش رواں ہوتے تھے۔

آپؒ کے کلمات طیبات سن کر اللہ پاک یاد آ جاتا تھا۔ اولیائے سلف کے جو احوال و اذکار کتابوں میں پڑھے تھے یا بزرگوں سے سنے تھے' سب کے سب اپنی تمام تر صداقتوں اور رعنائیوں کے ساتھ حضرت میاں صاحبؒ کے پیکر جمیل سے جھلکتے تھے۔ اس محبت و سرور سے خدائے بزرگ و برتر اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ والیہ وسلم کی باتیں کرتے کہ عشق الٰہی اور محبت رسولؐ دلوں میں جاگزیں ہو جاتی

Marfat.com

تھی۔ جو شخص اخلاصِ باطن سے آپؒ کے ارشادات گرامی سے مستفیض ہوتا تھا' اس کا ایمان وایقان اتنا مستحکم ہو جاتا تھا کہ کسی نوعیت کے نقصان کا اندیشہ باقی نہیں رہ جاتا تھا۔

آپؒ کے کشف کا واقعہ میرے لئے ناقابلِ فراموش ہے۔ اس کا تذکرہ' یارانِ طریقت کے لئے نافع ہو گا' اس لئے عرض کرتا ہوں:

غالباً "[illegible]ء میں میرے نانا ڈاکٹر حافظ محمد سراج الدین صاحب شملہ سے لاہور آئے۔ میں بزرگانِ چشت" کا شجرہ طریقت پڑھ رہا تھا۔ کہنے لگے "کیا پڑھ رہے ہو؟ سناؤ!" میں نے سنایا تو غصے میں آ کر فرمانے لگے: "تم تو مرتد ہو گئے ہو' جہنم کے گڑھے میں گر گئے ہو' تم اسے واسطے اور وسیلے دیتے ہو' جو ان کا محتاج نہیں ہے!" میں نے اپنی بساط کے مطابق ان کو مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی' مگر ان کے دل کی گرہ نہ کھلی۔

چند دن کے بعد ہم سسرال گئے۔ ہم نے مل کر حضرت باوا جی صاحب" کی خدمت میں حاضری دی۔ میرے والد صاحب بھی ساتھ تھے۔ حضرتؒ نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا: "اچھا آپ وہی سراج الدین ہیں' جو سکول پڑھنے نوشہرہ جاتے تھے اور مجھے نوشہرہ والے پل کے قریب ملتے تھے! دیکھیں اللہ کے نیک بندوں کی شان میں بے ادبی اور گستاخی نہ کیا کریں" ! پھر آپؒ نے یہ شعر ارشاد فرمایا:

چون خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکان زند

یعنی جب خداوند عالم کی طرف سے کسی کی بدبختی آتی ہے تو وہ پاک لوگوں کی شان میں گستاخی کی طرف مائل ہو جاتا ہے!

اندازہ فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب اور میرا معاملہ لاہور میں ہوا اور آپؒ نے کئی دن بعد' مکان شریف پر اسے اپنی نگاہ بصیرت سے حل فرمایا دیا۔ واپسی پر میرے والد صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ: "یہ ہے اللہ والوں کی شان! حضرت میاں صاحبؒ نے کتنے دلکش انداز میں بات آپ کو سمجھا دی۔"

میں نے حضرت میاں صاحبؒ کی محبت' میں آپؒ کے غلاموں کی فہرست میں نام

Marfat.com

درج کرانے کے لئے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ تحریر کرنے کی جسارت کی ہے۔ اللہ کریم ہم گنہگاروں کو مقبولان بارگاہ کی سچی محبت عطا فرمائے اور کل قیامت کے دن ان کے نعلین برداروں میں محشور کرے۔ (آمین ثم آمین)

Marfat.com

ملک مقبول الٰہی (مرحوم)
سمراں (خوشاب)

۱۹۳۳ء میں میری عمر گیارہ سال تھی- میں اس وقت سے ۱۹۷۷ء تک حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں- حضرت میاں صاحب کی ذات خیر و برکت' محبت و مروت' شفقت و رافت کا مظہر تھی- آپ کے قول و فعل میں تضاد نہیں تھا- سخاوت رگ رگ میں رچی بسی تھی- شاید ہی کوئی سوالی ہو جو آپ کے دروازے سے خالی ہاتھ لوٹا ہو-

آپ عاجزی کا پیکر تھے- خود چارپائی پر بیٹھے ہوتے اور کوئی شخص نیچے بیٹھنے لگتا تو اسے چارپائی پر بٹھاتے تھے-

انگریزی بود و باش سے سخت متنفر تھے- اگر کوئی مغربی تہذیب کا دلدادہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو فرماتے پتہ نہیں مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے- انگریزی تو بغیر معنوں کے نہیں پڑھتے لیکن قرآن بغیر معنوں کے پڑھتے ہیں- انگریزی قانون سے تو سب متعارف ہیں لیکن قانون خداوندی کی ابجد بھی کوئی نہیں جانتا-

آپ سیاہ لباس سے نفرت فرماتے تھے- فرماتے سیاہ لباس دوزخیوں کا لباس ہے- سادہ اور سفید لباس زیادہ پسند فرماتے تھے-

Marfat.com

قاضی مشتاق احمد
سجادہ نشین، سہرال (خوشاب)

مجھے کافی عرصہ تک حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل رہا ہے۔ میں نے کبھی آپ کو خلاف شرع کام کرتے نہیں دیکھا۔ آپ کی شخصیت کے جس پہلو نے مجھے بہت متاثر کیا وہ یہ ہے کہ آپ الجھے ہوئے اور پیچیدہ مسائل کو آن واحد میں سلجھا دیتے تھے۔

ایک دفعہ میں کسی گھریلو مسئلہ میں بہت پریشان تھا اور اس کا حل بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا' تو آپ نے فرمایا' دنیا کے معاملات میں جتنا پریشان ہو گے' اتنا الجھو گے۔ جب دنیا سے قطع تعلق کر کے کارساز حقیقی پر اپنے معاملات چھوڑ دو گے تو پریشانیاں خود بخود رفع ہو جائیں گی۔

کارساز ما بہ فکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

آپ کے الفاظ نے میرے دل و دماغ میں ایک خوشگوار انقلاب برپا کر دیا اور آپ کی دعا و برکت سے میرے تمام مسائل خود بخود حل ہو گئے۔

Marfat.com

چاہئے تو یہ تھا کہ اس حصہ میں صرف حضرت میاں صاحب کے خطوط ہی نقل کئے جاتے لیکن آپ کی لائبریری سے بعض مقتدر شخصیات کے وہ خطوط بھی دستیاب ہوئے ہیں، جو مختلف مواقع پر آپ کے نام لکھے گئے تھے۔ چونکہ ان خطوط سے حضرت میاں صاحب کا مرتبہ و مقام اجاگر ہونے کے ساتھ ساتھ مکان شریف کی تاریخ کے بعض اہم واقعات کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ اس لئے انہیں بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

(محمد مسعود احمد)

Marfat.com

مکتوب حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی"
بنام حضرت میاں عبدالحمید"

باسمہ سبحانہ عم احسانہ

[illegible]

[illegible]

صدر [illegible] [illegible] صاحب [illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مکتوب [illegible] [illegible]

دارالب [illegible] معروف [illegible] [illegible] [illegible] معروف [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] مشائخ علیہم رضوان اللہ [illegible] علیہم [illegible] [illegible]

[illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] است

[illegible] [illegible] است [illegible] ملاقات [illegible] [illegible] است از [illegible]

[illegible] مقام [illegible] [illegible] [illegible] پردازم

[illegible] (والسلام [illegible]) [illegible] خدمت [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] الی اللہ [illegible] فانما [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] والسلام [illegible]

[illegible] ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ

محمد قمرالدین السیالوی [illegible]

Marfat.com

باسمہ سبحانہٗ ثم اثنائہٗ

صوری و معنوی فضائل و کمالات نشان، مکرمی میاں صاحب عبدالحمید صاحب سجادہ نشین مکان شریف، کلری ــ عمّ اللہ تعالیٰ میامنکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دعوات و انفاس ترقی مدارج و تزئین ظاہری و باطنی و آداب تحیات بجا آوردہ، معروض کہ الحمدللہ علی منہ و آلائہ، مجاری اوقات مقرون بہ تحامد است و شکر و محمود آوانی بفضلہ و منہ، بہ توجہات مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہ عافیت والمرجو منہ سبحانہ و تعالیٰ عنہ، ولا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم

مکرما! محترما! دار آخرت چونکہ بہ دار دنیا مقارنت با فصل دارد، وہر "آتی" عنوان "دانی" است و حال بی وقار راچہ اعتبار کہ تحمل آن خرسندی یار است، باند پس ملاقات احباء کہ فی الجملہ از متممات است، از مغتنمات است، چہ عجب کہ در اقل مدت مقام "کشوالی" رایت سازم و تلاقی را بہانہ پردازم!

ثانیاً آنکہ مسرت اللہ جوائی (واللہ اعلم تا کجے)، حاضر خدمت سراسر برکت شدہ، مقصد خود مفصلاً بالمواجہ بیان خواہد نمود، و بہ تحصیل مرام خود فائز خواہد شد۔

"عرضت حاجتی الی اللہ ثم الیک فان اعطیت فاللہ ہو المعطی وانت مشکور، وان منعت فاللہ ہو المانع وانت معذور!"

ختم نمیقہ بہ کلام فیض انجام حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ ام

والسلام فقط

محمد قمرالدین السیالوی غفرلہ ۲۱ ــ ربیع الآخر ۸۳ھ

Marfat.com

ترجمہ مکتوب

ترقی مدارج اور ظاہری و باطنی آرائش کی ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ ' مخلصانہ آداب بجا لاتے ہوئے ' عرض ہے کہ میں اللہ کے احسان اور اس کے انعام و اکرام کی حمد کرتا ہوں ' میرے اوقات اس کی حمد و شکر میں بسر ہو رہے ہیں اور میرے لمحات خدا کے فضل و کرم اور مشائخ عظام کی توجہات کے صدقے خیر و عافیت سے گزر رہے ہیں۔

اور میں بارگاہ خداوندی سے امید کرتا ہوں کہ آپ کی صورت حال بھی بالکل ایسی ہی ہو گی۔۔۔

مکرم و محترم! چونکہ دار آخرت ' بغیر کسی فاصلے کے ' دار دنیا سے بالکل ملا ہوا ہے اور ہر آنے والا لمحہ ' گزرے ہوئے لمحے کا عنوان ہے اور بے وقار حال کا کیا اعتبار کہ ' اسے رضائے محبوب حاصل ہے یا نہیں؟ لہٰذا دوست احباب کی ملاقات جو واقعی نعمتوں میں سے ہے ' غنیمت ہے۔ کیا عجب کہ میں بہت تھوڑی مدت کے دوران "دکھوائی" میں گھر بنا لوں اور ملاقات کا بہانہ ہو جائے گا!

دوسرا یہ کہ مسمات "اللہ جوائی" (اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کب تک) آپ کی سراپا برکت خدمت میں حاضر ہو کر ' اپنا مقصد تفصیل سے بالمشافہ بیان کرے گی اور اپنی مراد پا لے گی۔

"میں نے اپنی حاجت اللہ سے بیان کی اور پھر آپ سے ' اگر آپ عطا کریں گے تو حقیقت میں اللہ عطا کرنے والا ہو گا اور آپ شکریے کے مستحق ہوں گے ' اور اگر اس میں کوئی رکاوٹ ہوئی تو وہ بھی اللہ کی طرف سے ہو گی ' آپ معذور ہوں گے!"

میں نے یہ تحریر حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ کے کلام فیض انجام پر ختم کی ہے۔

Marfat.com

مکتوب: حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی ؒ
بنام حضرت میاں عبدالحمید ؒ

باسمہ سبحانہ عم احسانہ

از سیال شریف
۱۵ ۰ ۶ ۰ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ

عزیز محترم مولانا عبدالحمید صاحب سجادہ نشین [illegible] شریف سلمہ اللہ

بعد سلام مسنون و دعوات باجابت مقرون واضح الرائے۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف
میں مدرسین [illegible] نہیں ہو سکا جو منصب [illegible] با اطمینان
کا باعث ہو۔ عزیز [illegible] احمد جو مدرس تھے [illegible] مناسب ہی
[illegible] فرصت تھی [illegible] خدمت سر انجام دیں اور [illegible]
[illegible] کوشش فرمائیں
[illegible] اطمینانی [illegible] کا ازالہ کر سکیں [illegible]
[illegible] کا باعث ہے
[illegible] آمد و خرچ [illegible]
آستانہ عالیہ [illegible]
[illegible]
[illegible] سوال [illegible]
[illegible] فرصت [illegible]
[illegible] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

[illegible] قمرالدین سیالوی [illegible]

Marfat.com

باسمہ سبحانہ ' عم احسانہ

از سیال شریف

۱۵ ماہ شوال المکرم ۱۳۸۵ھ

مخلصی و محترمی مولانا عبدالحمید صاحب سجادہ نشین کفری شریف سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعوات باجابت مقرون ماھوا المرام ۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں مدرس ہنوز حاصل نہیں ہو سکا' جو سخت بدنامی اور انتہا درجہ بے اطمینانی کا باعث ہے۔ عزیز عزیز احمد جو ہر لحاظ سے موزوں اور ہر طرح مناسب ہیں' کیوں نہ پہلی فرصت میں یہ خدمت سرانجام دیں اور ہماری تشاویش کو رفع فرمائیں۔ رہا یہ مسئلہ کہ آستانہ اقدس کہ مدرسہ میں رہنے سے ادب باقی نہ رہنے کا تخیل؟ تو ایک سخت بے اطمینانی اور تشویش کا ازالہ کر سکنے کے باوجود ازالہ نہ کرنا فی نفسہ کس قدر اذیت کا باعث ہے۔

دوسرا مدرسہ ایک الگ اور مستقل ادارہ ہے جس کے آمد و خرچ وغیرہ تمام امور آستانہ اقدس سے جدا اور الگ ہیں۔ صورۃ بھی اچھے خاصے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں کسی مدرس کے مشاہرہ یا رہائش کا انتظام آستانہ اقدس سے بالکل غیر متعلق ہے۔ سوء ادبی کا سوال ہی کیا ہو سکتا ہے؟

لہٰذا درخواست ہے کہ پہلی فرصت میں عزیز کو دارالعلوم تک پہنچا دیں ورنہ......!

فقیر محمد قمرالدین

سجادہ نشین سیال شریف

Marfat.com

مکتوب: حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی مدظلہ
بنام حضرت میاں عبدالحمید

[illegible]

[illegible]

محترمی جناب میاں عبدالحمید صاحب [illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ [illegible] نامہ بخدمت حضرت [illegible]
[illegible] آیا ہے [illegible] گم ہو گیا ہے۔ [illegible]
[illegible] ارسال خدمت کر دیا تھا۔ اب [illegible]
[illegible] ہے۔ لہذا آپ کی طرف تحفہ تبرک [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] والسلام
حضرت صاحب [illegible]
عزیز [illegible]
[illegible] مولوی عبداللہ صاحب
[illegible] مخصوص [illegible]
[illegible] مبارک [illegible] رکھی ہے
[illegible]

[illegible]

Marfat.com

از سیال شریف

۱۹ ذوالحجۃ الحرام ۵۵ ھ

محترمی جناب میاں صاحب زاد اللہ قدرہ'

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ کل آپ کا اخلاص نامہ بخدمت حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ پہنچا۔ اور سنا ہے کہ ایک عنایت نامہ میری طرف بھی آیا ہے' لیکن مجھے ملا نہیں۔ کہیں گم ہو گیا ہے۔ خیر میں نے تبریک نامہ تو کل ہی ارسال خدمت کر دیا تھا۔ اب حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ نے آپ کی طرف تہنیت نامہ لکھنے پر مامور فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ کی طرف سے تحفہ تبریک تولد فرزند ارجمند بادرازی عمر قبول کریں۔

ہماری لنگر کی دو عنان گھوڑی (ایک حضرت صاحب کی سبزہ گھوڑی اور ایک میری کمیت گھوڑی) چوری ہو گئی تھیں۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ و برکات خواجگان مل گئی ہیں اور واپس ہمارے پاس بھی پہنچ گئی ہیں۔

حضرت صاحب قبلہ کا ارشاد ہے کہ عزیز مولود کا نام عزیز احمد ہی رکھا جائے۔ اللہ اس میں برکت دے۔

غلام فخر الدین

بفرمان حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ

یہ خط لکھ چکا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ مل گیا اور مافیہا سے مطلع ہوا۔ مولوی حبیب اللہ صاحب تونسہ شریف گئے ہوئے ہیں۔ مخصوص سرٹیفکیٹ حاصل ہونے کی مبارکباد محفوظ رکھی ہے۔ واپسی پر ان کے پیش کی جاوے گی۔

Marfat.com

مکتوب: حضرت خواجہ محمد حسین معظم آبادی رحمۃ اللہ علیہ
بنام حضرت میاں عبدالحمید

۷۸۶
باسمہ سبحانہ و تعالیٰ جل مجدہ

بکرم فرمائے بر حال نیازمنداں جناب حضرت میاں صاحب العالی مدظلہ

بعد از ادائے آداب نیازمندانہ عرض آنکہ جناب کا سرفراز نامہ قاضی صاحب نوشہروی والا شریف لا کر حاضر ہوئے حالات ہوا مسکین دعا گو ہے اللہ تعالیٰ آپ جمیع مقاصد حسنہ سرانجام فرمائے ۔ اور آپ کے مخالفین کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے تا کہ مسکین کو بھی مسرت ہو ۔ ایک چیز کیلئے دعا فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے اور اپنے محبوب کا دیوانہ بنا دیوے اب تو جناب دیوانگی کی رسد ضرورت ہے ۔ آپ تو واصل ہونے کی وجہ سے اطمینان میں ہیں ۔ لیکن یہ مجبور کیا کرے مجبور آپ کے دعائے وصل و تقرب چاہتا ہے ۔ اس سے زیادہ کیا عرض کرے بندہ ہر وقت ایک حرص میں متلذذ تو ہے لیکن عرس شریف حضور حضرت غریب نواز تابک علیہ الرحمۃ عرس شریف میں حاضری کی کوشش کر رہا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے

از عزیزاں کیلئے عزیزاں کو دعوات محمد حسین مجددی الوحی

Marfat.com

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ جل مجدہ'

کرم فرمائے برحال نیاز منداں جناب حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی

بعداز ادائے آداب نیاز مندانہ عرض اینکہ جناب کا سرفراز نامہ قاضی صاحب نوشہروی والہ تشریف لا کر کاشف حالات ہوا۔ مسکین دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے جمیع مقاصد حسب منشا سرانجام فرمائے اور آپ کے مخالفین کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے تاکہ مسکین کو بھی مسرت ہو۔ اس ناچیز کے لئے دعا فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ' اپنے اور اپنے محبوب کا دیوانہ بنا دیوے۔ اب تو جناب دیوانگی کی اشد ضرورت ہے۔ آپ تو واصل ہونے کی وجہ سے اطمینان میں ہیں لیکن مہجور کیا کرے۔ مہجور آپ سے دعائے وصل و تقرب چاہتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا عرض کرے۔ بندہ ہر وقت ایک مرض میں مبتلا تو ہے لیکن عرس شریف حضور حضرت غریب نواز ثالث علیہ الرحمتہ پر حاضری کی کوشش کرے گا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

از عزیزاں تسلیمات : عزیزان کو دعوات

محمد حسین مہجور مرولوی

Marfat.com

مکتوب حضرت میاں عبدالعزیزؒ بنام حضرت میاں عبدالحمیدؒ

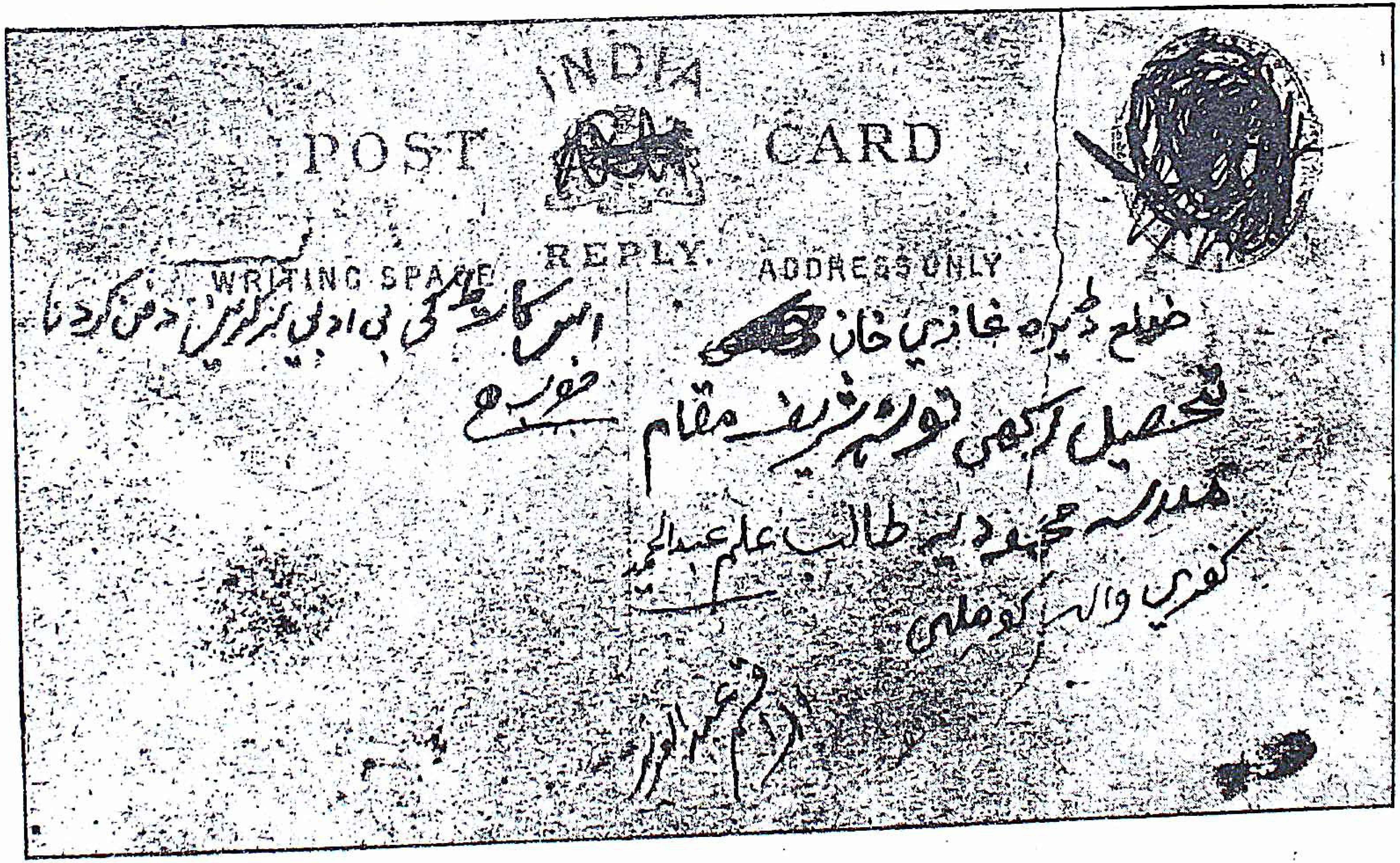

Marfat.com

۷۸۶

بسلامت باکرامت مولوی [illegible] السلام علیکم از جانب

عبد العزیز واضح ہو کہ خط تمہارا مع احوال

حال معلوم ہوا ہے بہت خوشی حاصل ہوئی [illegible]

[illegible] کیا تھا کہ بہشتی میں [illegible] کا [illegible]

کی پھر امید ہوگی حال معلوم کریں [illegible]

[illegible] اور [illegible] میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ولد [illegible]

عبد العظیم [illegible]

وہ مصر [illegible]

[illegible] خوش [illegible] ہوئی

خط آج [illegible] میں [illegible]

خط روانہ کرنا [illegible] کیا نقصان [illegible] مقام [illegible]

[illegible] خوب خوشی ہے الحمد للہ [illegible]

[illegible] کام [illegible]

Marfat.com

سلامت باکرامت رہو' السلام علیکم ازجانب عبدالعزیز

واضح ہو کہ خط تمہارا ملا- حال معلوم ہو یا ہے- بہت خوشی حاصل ہوئی ہے- تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہر ہفتے میں خط تحریر کریں گے تم نے وفا نہ کی- پھر امید کم ہو گئی- حال معلوم ہو کہ ہم نے تم کو خواب میں دیکھا کہ درد سر ہے- پھر خواب میں تم کو دیکھا کہ دو چشمان (آنکھیں) بیمار ہیں- اس وقت تہجد ادا کر رہا تھا-

بہت بے قراری ہوئی کیا وجہ ہے کہ خط بھی نہ آیا-

یہ خیال آیا کہ تفسیر حسینی میں زیارت کریں

پھر اس آیت میں نظر پڑی

ما لیس لکم بہ علم و تحسبو نہ ھینا وھو عند اللہ عظیم ۞

لیاقت میری کچھ نہیں- کچھ حال معلوم ہوا- وہ بے قراری نہ رہی- لیکن خوشی بہت ہوئی- امید ہوئی خط بھی آجائے گا اور خیر ہے- اور میں ضعیف عمر ہوں- اگر تم خط روانہ کرتے رہو تو تمہارا کیا نقصان- مقام (مکان شریف) پر جو عمارت ہے بہت خوب (تعمیر) ہوئی ہے- اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے- یہ سب عارضی کام ہیں- اس کارڈ کی بے ادبی نہ کریں دفن کر دینا خوب ہے-

الراقم- عبدالعزیز

ترجمہ آیت:

جب تم نقل کرتے تھے اس کو اپنی زبانوں سے' اور کہا کرتے تھے اپنے مونہوں سے ایسی بات' جس کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا' نیز تم خیال کرتے کہ یہ معمولی بات ہے- حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی تھی-

Marfat.com

حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی ایک قلمی تحریر

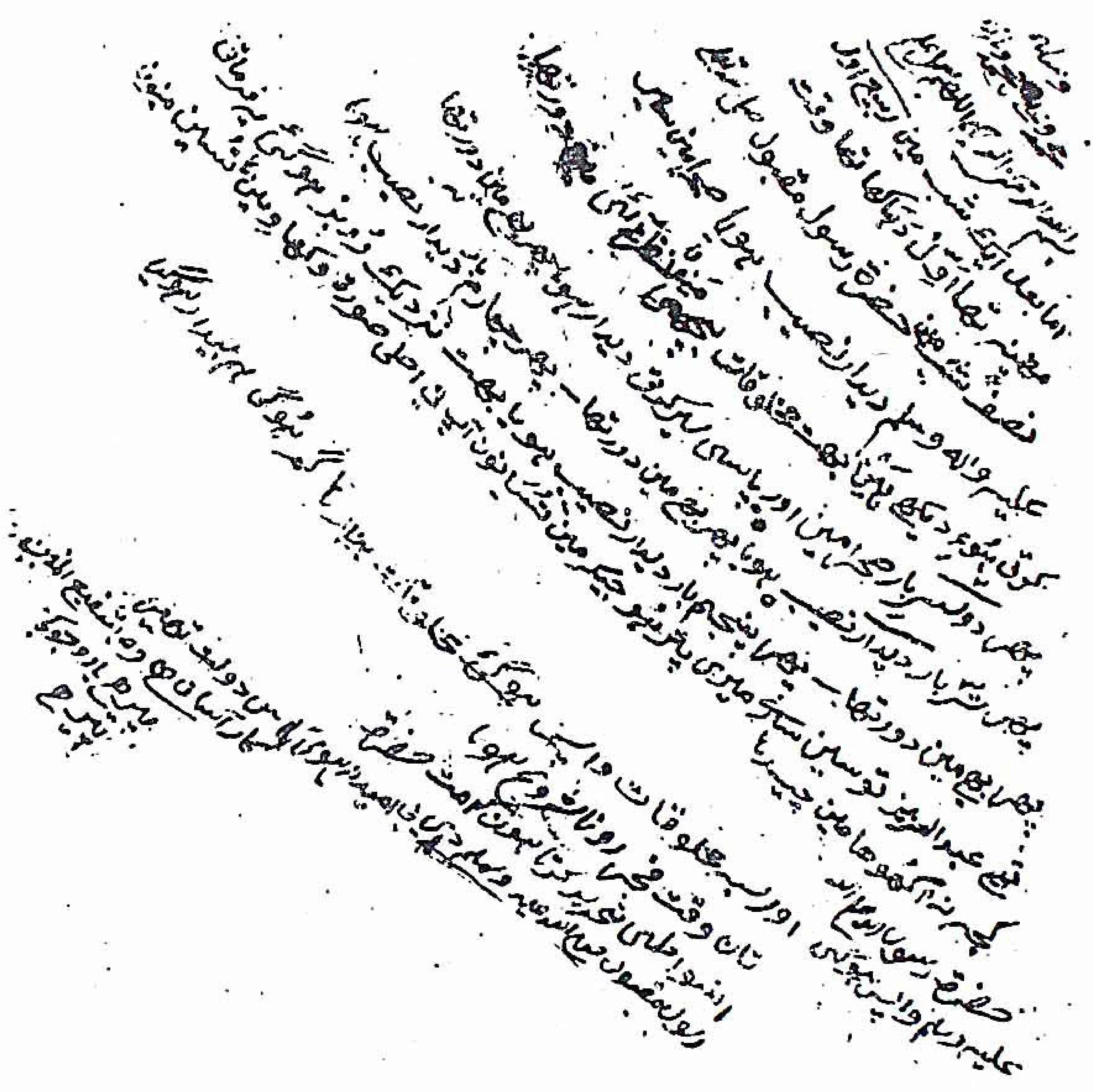

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارک وسلم

امابعد۔ ایک شب میں ربیع الاول مہینہ تھا اول دہاکھا تھا۔۱ وقت نصف شب میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا۔ صحرا میں سیر کرتے ہوئے دیکھے ہیں۔ مجھے آپ کے پیچھے بہت مخلوقات نظر آئی۔ میں دور تھا۔

پھر دوسری بار صحرا میں اور طرف سیر کرتے دیدار ہوا' پھر بھی میں دور تھا۔ پھر تیسری بار دیدار نصیب ہوا پھر بھی میں دور تھا۔

پھر چہارم بار دیدار نصیب ہوا پھر بھی میں دور تھا۔

پھر پنجم بار بہت نزدیک سے روبرو دیدار نصیب ہوا۔

یہ فرماتے تھے "توسیں سارے میرے پتر ہو جیکر میں تسانوں اپنی اصلی صورت وکھاویں تسیں مینوں کجھ نہ آکھوھا"۲

میں چپ رہا۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔

اور سب مخلوقات واپس ہوگئی۔ اور ہم بیدار ہوگئے۔ تب وقت فجر تک روتا رہا۔ اس واسطے تحریر کرتا ہوں کہ امت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دی بے امید نہ ہووے اس دولت تھیں۔ کار آسان ہے۔ وہ شفیع المذنبین ہیں۔ پیر ہے یارو جو کچھ پیر ہے

---

(۱) ماہ ربیع الاول کے پہلے عشرہ کی ایک رات

(۲) تم سب میرے (روحانی) بیٹے ہو۔ اگر میں تم کو اپنی اصلی صورت دکھاؤں تو تم مجھے کچھ نہ کہتے۔

Marfat.com

درود پاک کی فضیلت پر حضرت میاں عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی ایک قلمی تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اما بعد ایکدفعہ جوانی میں [illegible] ان سے
خواب میں دیکھا کہ اونکی پاس بہشتہ [illegible] منہ
منہ دیکھنے کیواسطے آئینہ مانگ کر آئینہ میں منہ
دیکھا تو بالکل سیاہ نظر آیا اور منہ اسمیں نہ دیکھ سکا
اونکو [illegible] کو دیدیا۔ اور دوبارہ اونکے لڑکوں کو میں کہا کہ
[illegible] ہی آپ بھی بسم [illegible] جو کہ میں بسم اللہ شریف پڑھکر دیکھو گا
میں بسم اللہ [illegible] دیکھتی وقت میری منہ نکلا درود شریف
جب [illegible] دیا تو آئینہ دیکھتی وقت [illegible] درود شریف نکلتی ہی آئینہ صاف
الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ ایک بار [illegible] درود شریف
[illegible] ہو گیا اور اپنا چہرہ ایسا خوب صورت نظر آیا کہ حساب سے باہر ہو گیا یہ کرامت
[illegible] جو ہر ای مومن غافل نہ ہو [illegible] عبدالعزیز [illegible] نوشتہ [illegible]

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد۔ ابتدائے جوانی میں دو نابالغ لڑکے خواب میں دیکھے کہ ان کے پاس شیشہ ہے۔ ان سے منہ دیکھنے کے واسطے آئینہ مانگ کر آئینہ میں منہ دیکھا تو شیشہ بالکل سیاہ نظر آیا اور منہ اس میں نہ دیکھ سکا۔ تو شیشہ ان لڑکوں کو دے دیا۔

اور دوبارہ ان لڑکوں کو میں نے کہا میں نے بسم اللہ شریف نہیں پڑھی ہے۔ اب پھر شیشہ دو کہ میں بسم اللہ شریف پڑھ کر دیکھوں گا۔ جب ان لڑکوں نے شیشہ مجھے دے دیا۔ تو شیشہ دیکھتے وقت میرے منہ سے درود شریف "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" نکلا۔ ایک بار بخواند (ایک بار پڑھا) یہ درود شریف پڑھتے ہی شیشہ صاف شفاف ہو گیا۔ اور اپنا چہرہ ایسا خوب صورت نظر آیا کہ حساب میں سے باہر ہو گیا۔ یہ کرامت درود شریف کی ہے۔

خبردار اے مومن غافل نہ ہو اس دولت تھیں (اس دولت سے غافل نہ ہو)

از جانب عبدالعزیز

برائے تو نوشتہ محروم نہ ہو (تیرے لئے میں نے لکھا ہے تاکہ تو محروم نہ ہو)

Marfat.com

مکتوب حضرت میاں عبدالحمید

بنام صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ

از خانقاہ ... شریف

۱۰ ربیع الاول ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم عزیز احمد سلمہ ربہ

[illegible]

[illegible]

(تحریر: مفتی عبدالحق صاحب)

Marfat.com

از مکان شریف کفری

۱۰ ربیع الاول شریف بروز سوموار

عزیزی عزیز احمد سلمہ ربہ '

سلام مسنون سید الانام۔ طالب خیریت بخیریت ہے۔ عرس شریف سے پہلے ہفتہ عشرہ آستانہ عالیہ پر بندہ حاضری دے کر آیا تو گرمیوں کی وجہ سے دوبارہ عرس مقدس پر حاضر نہیں ہو سکا۔ حضرت پیرزادہ صاحب بہ نسبت پہلے کے اب کی دفعہ مکان شریف پر زیادہ قیام پذیر رہے۔ آج تیسرے دن سے موصوف مذکور ' بمعہ بال بچہ واپس آستانہ عالیہ مرولہ شریف پہنچ گئے ہیں۔ اخوانم غلام رسول صاحب کے فرزند عبدالقدوس صاحب کی شادی خانہ آبادی ۱۹ ماہ صفرا لمظفر کو ملک محمد زمان خان صاحب کی دختر نیک اختر کے ساتھ سرانجام پائی ہے۔ باقی ایک وحشت انگیز خبر کی اطلاع دی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت قبلہ میاں میر عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ شریف اس دار فانی سے ۳ ربیع الاول شریف بروز سوموار دار البقا کو رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! آنحضرت کے فرزند ارجمند ' آپ کے اخوان مکرم یعنی میاں سراج الدین صاحب خلف الرشید کی طرف تعزیت نامہ ضرور ارسال فرماویں۔ عزیز مکرم الدین کی بیماری کی خبر بد سن کر بہت عرصہ گزر جانے کے بعد بھی طبیعت پریشان رہا کرتی ہے۔ عزیز مذکور کی کیفیت مزاج سے بواپسی ڈاک میری طرح نہیں ' بلکہ جس طرح آپ کی عادت ہے ' جلدی اطلاع بخشیں۔

باقی گرمیوں کے ایام بڑی آب و تاب اور قسم قسم کی بہاروں میں گزر رہے ہیں۔ بارشیں کثرت کے ساتھ آئی ہیں۔ فصل اچھی ہیں۔ پہاڑ سرسبز ہیں۔ عموماً صبح و شام کالی کالی گھٹائیں علاقہ کی پہاڑیوں کے اوپر گھومتی اور لہراتی ہوئی نظر آتی رہتی ہیں۔ قسم قسم کے مظاہروں میں تجلی فرما ہوتی ہیں۔ لیکن:

ساون آیا ' بادل آئے ' مجھ برہن کے پی نہ آئے
پی کی چنتا من کلپائے ' آگ لگے اس برن کو

Marfat.com

قابل احترام عزیز! زمانہ گزرتا چلا جا رہا ہے۔ اچھا گزر رہا ہے۔ خدا کرے کہ موافق بھی ہو جائے یعنی "المشاہدۃ بین التجلی والاستتار" کے بجائے دائما شہود ہی شہود نصیبوں میں ہو۔ اور بلبل کی طرح مبتلائے امتیازات رنگ و بو میں نہ رکھے۔ بلکہ عالم امتیازات سے بہت دور کہیں ایسی فضائے پرکیف میں روح کو قرار گاہ عطا فرمائے کہ جہاں پہنچ کر آفتاب حقیقت' تعین اول' عقل اول' حقیقت الحقائق' فیض قدس کی تجلیات کی کرنوں کے ساتھ وہ شرف حاصل ہو جو ایک ذرہ کو آفتاب کی جناب میں پہنچنے سے حاصل ہوتا ہے۔

میرے عزیز! اہل دل و اہل جذبہ کا مقولہ ہے' کہ ذرہ جس کی فطرت میں سکون و قرار نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے گردش ہی گردش ہے۔ وہ ایک سو سال کے بعد زمین و آسمان کی فضا میں گردش و بے قراری کے مراتب طے کرتا ہوا آفتاب کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے اور عین آفتاب بن جاتا ہے۔

"ہرچہ در کان نمک رفت نمک شد"

اللہ بس باقی ہوس

منہ وبہ والیہ المعبر بہ تعبیر عبدالحمید

۱۷ ستمبر ۱۹۵۹ء

Marfat.com

مکتوب: حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ
بنام صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ

۷۸۶

عزیزی عزیز احمد سلمہ ربہ

سلام مسنون و دعوات طالب خیریت بخیریت ہے

خط آپ کا موصول ہوئے الحمدللہ کہ آپ کے حالات موافق ہیں

مرولہ شریف سے حاضری عرس شریف کے بعد جلدی کے ساتھ مکان شریف پر حاضر ہو گیا

مکان شریف پر بفضل باری عزہ اسمہ ہر طرح خیریت ہے عزیزی کلام الدین

و عزیزی عبدالرحیم دونوں آقاؤں کے شاہ ولایت و ادب صرف سے

فارغ ہو کر ذرادی و ذکائی پڑھا رہے ہیں عبدالرحیم اب گلستان سبق

کا مزید پیر رہا ہے محمد شفیع صاحب اکثر اوقات خصوصاً راتکو یہاں میرے

پاس رہا کرتے ہیں آپکے پروگرام سفر سیال شریف کے متعلق آپکی سیاسی

نکتہ ہے تا حال میری ذاتی رائے یہ ہے کہ آپ حضرت ثانی غریب النواز

علیہ الرحمت کا فاتحہ وہاں دارالعلوم میں ہی پڑھیں میں بذات خود

بہ ہمراہیت برادرم حق صاحب عرس شریف کے بعد پہنچنے کی کوشش کروں گا

ہاں یہ ضروری ہے کہ میری آمد کا راز کسی شخص پر ہرگز نہ دینا چاہتی ہے

حافظ عبدالحق صاحب جو کہ میرے عزیز بھی ہیں انکو بھی راز ہرگز نہ دینا

Marfat.com

ہر روز سوچتا ہوں کہ ہر روز سے ہم دور رہے آستانہ عالیہ سیال پر حاضر ہو جاؤں گا
ضرور بہ ضرور دعا کریں کہ حاضری منظور ہو جائے باقی سب خیریت ہے

اس وقت ۸ بجنے والے ہیں شفیع تھا۔ ایک چھوٹی سی پوستین گلے میں اور ایک ٹوپی میری عطا کردہ سر پر رکھے ہوئے گریہ مسکین کی طرح دو زانو بیٹھے ہوئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص تصور سے گردن میں غوطہ لگائے ہوئے ہیں عنقریب پوچھنے والا ہوں پوچھنے سے دانستہ باز رہ گیا

اللہ بس باقی ہوس
من نیم واللہ یار من نیم
حق حق حق حق حق
ھو ھو ھو ھو ھو

از کفری
یعنی من الزین الی العین
لحصول الطرفین

Marfat.com

عزیزی عزیز احمد سلمہ ربہ'

سلام مسنون و دعوات۔ طالب خیریت بخیریت ہے۔

جملہ آپ کے (خطوط) موصول ہوئے۔ الحمدللہ کہ آپ کے حالات موافق ہیں۔ مرولہ شریف (معظم آباد) سے حاضری عرس شریف کے بعد جلدی کے ساتھ مکان شریف پر حاضر ہو گیا۔ مکان شریف پر بفضل باری عز اسمہ' ہر طرح خیریت ہے۔ عزیزی مکرم الدین و عزیزی عبدالرحیم دونوں قانونچہ شاہ ولایت و ابواب صرف سے فارغ ہو کر زرادی و زنجانی پڑھ رہے ہیں۔ عبدالرحیم ایک سبق گلستان کا مزید پڑھتا ہے۔ محمد شفیع صاحب اکثر اوقات خصوصاً رات کو یہاں میرے پاس رہا کرتے ہیں۔

آپ کے پروگرام سفر سیال شریف کے متعلق ایک سیاسی نکتہ کے ماتحت میری ذاتی رائے یہ ہے کہ آپ حضرت ثانی غریب نواز علیہ الرحمتہ کا فاتحہ وہاں دارالعلوم میں ہی پڑھیں۔ میں بذات خود بہ ہمراہیت برادرم حق صاحب عرس شریف کے بعد پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ میری آمد کا راز کسی شخص کو ہرگز نہ دینا۔ حتیٰ کہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب جو کہ میرے عزیز بھی ہیں' ان کو بھی راز ہرگز نہ دینا۔

بروز اتوار یا کہ بروز سوموار آستانہ عالیہ سیال شریف پر حاضر ہو جاؤں گا۔ ضرور بر ضرور دعا کریں کہ حاضری منظور ہو جائے۔ باقی سب خیریت ہے۔

اس وقت ۸ بجنے والے ہیں۔ شفیع صاحب ایک چھوٹی سی پوستین گلے میں اور ایک ٹوپی میری عطا کردہ سر پر رکھے ہوئے گر بہ مسکین کی طرح دو زانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص تصور کے گرداب میں غوطہ لگائے ہوئے ہیں۔ عنقریب پوچھنے والا ہوں' پوچھنے سے واضح ہو جائے گا۔

اللہ بس باقی ہوس

من نیم واللہ یارا من نیم

حق حق حق حق حق حق حق

ھو ھو ھو ھو ھو ھو

از کفری

یعنی من الاین الی اعیین

لحصول الطرفین

Marfat.com

۷-۲-۸۰

باحترام منشی صاحبزادہ آلِ [illegible] مدظلکم

سلام مسنون و دعوات [illegible] بالخیر باہم
مکان گھر [illegible] پر ہر طرح خیریت ہے عزیزہ
علیم خدیجہ بالکل خیریت سے ہے عزیزی انور صاحب
واپس گئے تھے یہاں بیمار ہوگئے تھے عزیزی ظہیر [illegible] گھر
سے آیا ہے وہ لوگ آپکی پر خلوص خدمت کے طفیل
بالکل صحتیاب ہوگیا ہے صرف کمزوری کی شکایت ہے
آج واپس وہ چلا گیا ہے آپ بالکل فراغت کے ساتھ
کام ختم کیجئے بندہ بفضل خداوند [illegible] صاحب
آپکا اور آپکے بال بچوں کا غلام ہے اس ناچیز کا
آپکی خدمت مشفقہ عرض اور ذات باری تعالیٰ کی
جناب میں دعا ہے کہ خداوند کریم دونوں جہان میں
آپکو کامیاب کرے آپکا [illegible] صاحب کا مقولہ آپکے
دل و دماغ میں گھر کر جائے جو کہ [illegible] سپرد کر دی تھی
باہم خداوند داتا [illegible]
حضرت سجادہ نشین صاحب غریب اللہ [illegible] کی مہربانیاں ہوں گی

Marfat.com

جو یہ فی الحقیقت قبلہ عالم قدس اللہ سرہ کی میزبانی ہے
آپ کا نصیب ہیں جیسی الحمد للہ العزیز تمام
خواجگان رحمۃ اللہ علیہم کی خصوصی توجہات
آپ کی اور آپکی اولاد کی طرف تا ابد الآباد رہیں گی
یہ ناچیز بھی ہمیشہ حاضر رہے گا اور آپکی اولاد
کے لئے دعا فرمایا کریگا خدا کرے یہ خاندان ہمیشہ
رہے اور آپکی اولاد کو ہمیشہ نصیب ہو بہت
زیادہ مرحمت کرے

بحضور حضرت قبلہ خواجہ صاحب بعد سلام علیکم
و نیاز قدم بوسیاں عرض ہیں

خادم دربار عالیہ سیال شریف
از مکان شریف کشمیری

Marfat.com

مکتوب: حضرت میاں عبدالحمید رحمتہ اللہ علیہ بنام منشی عبدالحق مرحوم

اخوانم منشی صاحب زاد اللہ الطافکم

سلام مسنون و دعوات طالب الخیر' بالخیر۔ مکان شریف پر ہر طرح کی خیریت ہے۔ عزیزی انوار صاحب واہ گیا تھا۔ وہاں بیمار ہو گیا تھا۔ عزیز ظہور اس کو گھر لے آیا ہے۔ وہ بھی آپ کی پر خلوص خدمت کے طفیل بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔ صرف کھانسی کی تکلیف ہے۔ ظہور آج واپس واہ چلا گیا ہے۔ آپ بالکل فراغت کے ساتھ کام کئے جائیں۔ بندہ بطفیل حضور خواجہ صاحب آپ کا اور آپ کے بالی بچہ کا غلام ہے۔ اس ناچیز کا آپ کی خدمت (میں) مشورہ عرض اور ذات باری تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ خداوند کریم دکان میں بھی آپ کو ہی رکھے۔ تا آنکہ مولانا روم صاحب کا مقولہ آپ کے دل و دماغ میں گھر کر جائے۔

چونکہ ذات پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

حضرت سجادہ نشین صاحب غریب نواز کی مہربانیاں جو کہ فی الحقیقت قبلہ عالم قدس اللہ سرہ' کی مہربانیاں ہیں' آپ کے نصیبوں میں ہو چکی۔ انشاء اللہ ہو العزیز تمام خواجگان رحم اللہ علیہم کی مقدس توجہات آپ کی اور آپ کی اولاد کی طرف تا ابدالاباد رہیں گی۔

یہ ناچیز آپ کا حقدار ہے۔ اس کے لئے اور اس کی اولاد کے لئے دعا فرمایا کریں۔ دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کے اور آپ کی اولاد کے نیک نصیبوں کو بہت زیادہ فرمائے۔ بحضور حضرت قبلہ خواجہ صاحب بصد عجز و نیاز قد مبوسیاں عرض ہیں۔

خادم دربار عالیہ سیال شریف
از مکان شریف کفری

Marfat.com

مکتوب پیرزادہ محمد حیات قاسمی (ساکن انگہ)
بنام حضرت میاں عبدالحمید

"فضل کدہ رحیم"

از منٹگمری

بروز سوموار مورخہ 15/8/38

جس سر کو جگہ دیتے ہو قدموں میں، قسم ہے
وہ اس سر کو پرستش نہ سکھانا یہ چوٹ ہے

قبلہ و کعبہ ورزی جناب فخر نیازمنداں جناب میاں صاحب جی زاد اللہ کرمکم ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ العزیز الرحیم ۔ مزاج شریف ۔ عجیب بات یہ ہے کہ زمین پر قدم دھرنے کو جگہ نہیں ملتی اور دماغ آسمان سے نیچے کا امیدوار ہے ۔ حافظ خدا ۔ اس حالِ دماغی کا نتیجہ کیا ہوگا ۔ ہر وقت دست بدعا ہوں کہ اللہ امتحان میں نہ ڈالے ۔

زمین ! ادھر تلاشِ روزگار میں گم ہوں ۔ اُدھر دکھوں نے جسم کو ناکارہ کر دیا ہے (کسی کی
ہے۔ جسم بیت لحم ہے یعنی اسی کی بادشاہی کہ ہوا)
پادشاہت رہتی ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہم ہستی ہوں اور دعا ہے کہ ہستی نہ آنے پائے ۔

زندگی تو زندگی ہے ۔ بہر حال وقت گذرتا جا رہا ہے ۔ جس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل ہو اس کا احسان ہے کہ شکستہ ہوئے ہوئے ۔ خیال دوڑ رہا ہے کہ

Marfat.com

کہ بقیہ عمر دور ترکیب عناصر میں گزارنی تو میرا بھی مقصود۔ یہی میرا مدعا اور اسی میں ہر کیف اور

سعادت بندی - نہ ہو سکتی ہے —

دھن ہے دلپذیر کہ بجوراں سے بگڑ گیا دامن
گو شوقی ہو تجھے تیرا دامن بھی سلامت ہوگا؟

میں پرسوں ان شاء اللہ یہاں سے روانہ ہو کر بھوپال - بھیرہ شریف اور پھر گھر جاؤں گا

برسوں کی خدمت کا ارکان کو سا فیصلہ نہیں ہوا - چھ ماہ دوران گزشتہ میں فیصلہ ہوگا

دعا فرمائیے -

والسلام بالوجہ الاحترام

احقر ذرت

Marfat.com

"فضل اور رحم"

از منٹگمری

بروز سوموار مورخہ ۱۵-۸-۳۸

جس سر کو جگہ دیتے ہو قدموں میں' قسم ہے
اس سر کو پرے عرش سے پہنچائے ہوئے ہو

قبلہ و ماوائے بے کساں و فخر نیاز منداں جناب میاں صاحب جی زاد الطافکم السلام علیکم و رحمتہ اللہ العزیز الرحیم۔ مزاج شریف۔ عجیب بات یہ ہے کہ زمین پر قدم دھرنے کو جگہ نہیں ملتی اور دماغ آسمان سے تعلق کا امیدوار ہے۔ جانے خدا۔ اس "عالی دماغی" کا نتیجہ کیا ہو گا۔ ہر وقت دست بدعا ہوں کہ اللہ امتحان میں نہ ڈالے۔ آمین! ادھر تلاش روزگار میں سرگرداں ادھر (کیوں نہ صحیح بتلاؤں) کسی کی یاد ستائے رہتی ہے۔

جو بیت گئی سو بیت گئی اب اس کی یاد ستائے کیوں

شک ہے کہ مدہوش ہوں اور دعا ہے کہ ہوش نہ آنے پائے۔ زندگی تو زندگی ہے۔ بہر حال وقت گزرتا جا رہا ہے۔ جس رنگ میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت مبذول ہو اس کا احسان ہے مگر بشر ہوتے ہوئے یہ خیال ضرور گزرتا ہے کہ بقیہ عمر اگر آپ کے حضور میں گزرتی تو میرا عین مقصود۔ یہی میرا مدعا اور اس سے بڑھ کر اور سعادت نہیں' نہ ہو سکتی ہے:

دھن ہے دیوانے کو پھولوں سے بھرے گا دامن
کوئی پوچھے تیرا دامن بھی سلامت ہو گا؟

Marfat.com

میں پرسوں انشاء اللہ یہاں سے روانہ ہو کر پھالیہ، بھیرہ شریف اور پھر گھر آؤں گا۔ میرے کاغذات کا ابھی تلک فیصلہ نہیں ہوا۔ ۲۲ ماہ رواں کو شملہ میں فیصلہ ہو گا۔ دعا ضروری ہے۔

والسلام بالوف الاحترام

احقر ذات

محمد حیات

Marfat.com

مکتوب: جناب احمد ندیم قاسمی بنام حضرت میاں عبدالحمید"

عز اسمہٗ

ملتان -

۲۳- اکتوبر [illegible]ء

مطابق ۲- شوال [illegible]ھ

Ahmad Nadeem Qasmie

بلبل ہمہ تن خون شد و گل شد ہمہ تن چاک
اے وائے بہارے اگر این است بہارے

مکرم و محترم حضرت قبلہ، ماوائے بیکساں و غمخوار خستہ دلاں، نیاز و آداب!

آپ کی خدمت اقدس میں عریضہ پیش کرتے وقت میں مسرور بھی ہو رہا ہوں۔ اور ہراساں بھی۔ مسرور اس لئے کہ عرصہ کے بعد ایک عالم کے ملال و تردد کو فنا اب کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہوں، اور ہراساں اس لئے کہ مبادا میرے قلم سے کوئی لغزش ہو جائے اور میں کوئی گستاخی کر بیٹھوں، کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو نورانی دل بیک وقت فولادی بھی ہے اور متحمل بھی۔ سخت بھی اور نرم بھی۔ لیکن مجھ سے آپ کی شان [illegible] اس حد تک جا پہنچی ہے جیسے آپ بالکل محسوس نہیں کر رہے، اور گو [illegible] آپ ایک ذرا سی حرکت کو اسی درجہ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کا رخ مبارک [illegible] نظر آنے لگتا ہے۔ [illegible] کی طرف دیکھنے کے لئے [illegible] کہ [illegible] آپ کو کوئی [illegible] مشکل [illegible] سمجھ نہیں سکتا، اور اس [illegible] کی بیتی لگتی ہوں تو [illegible] کرتا ہے اور احساس کی جولانیاں [illegible] جاتی ہیں۔

برادرم [illegible] حیات صاحب کے ہمراہ فوٹو بھی لگ رہے تھے، آپ کا فوٹو بھی دیگر احباب کا بڑا اچھا ہو سکتا تھا۔ صرف آپ کا فوٹو بڑا کر دیا گیا ہے۔ بالتقریب بہت پسند آئی تھی، اس لئے کافی دیر ہو گئی۔ آپ کا فوٹو تیار ہو گیا ہے، اور اچھا بنا ہے۔ حضرت قبلہ [illegible] کی شبیہ مبارک کو بڑا کرنے میں بہت مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ جن کی تفصیل بوقت ملاقات عرض کروں گا۔ بہرحال [illegible] دور میں کوشش تیار ہو جائے گی۔ [illegible] میں دو ماہ کی رخصت پر گھر آؤں گا تو ہمراہ لیتا آؤں گا۔ دیوان غالب (نامیں) یہاں سے دستیاب نہیں ہو سکا۔ لاہور سے خرید لاؤں گا۔ انشاء اللہ!

آجکل بیمار نہیں ہوتا۔ لیکن کمزوری انتہا کو پہنچ گئی ہے، یہ تو میری جسمانی حالت ہے، لیکن میری ذہنی پریشانیوں کی تفصیل سے تو برادرم [illegible] حیات صاحب نے آپ کو آگاہ کر دیا ہوگا۔

آجکل میری زندگی عجیب و غریب [illegible] اور سات و منٹ بات سے گزر رہی ہے، گھبرایا رہتا ہوں، [illegible] ہوں، کوئی راہ نہیں سوجھتی۔ جو تمنائیں ہیں وہ صرف زندہ رہنے سے پوری کی جا سکتی ہیں۔ لیکن زندہ رہنے کا واحد [illegible] مقدس ہے، کہ جس میں اس مقدس [illegible] دل برداشتہ بھی ہو چکا ہوں، اس لئے نہ زندہ رہنا آسان نظر آتا ہے، نہ تمناؤں کا کامران ہونا ممکن دکھائی دیتا ہے۔ آپ دعا فرمائیں۔ کہ آپ اپنی بزرگی کے صدقے ہم [illegible] سے پیار رکھتے ہیں۔ اور پیاروں کی دعائیں (میرے خیال میں) [illegible] بزرگوں سے دو چند ہی کی جاتیں کیونکہ خدا خود مجسم پیار [illegible] ہے!

حضرت [illegible] کی ایک نظم ارسال خدمت ہے، جس کا ذکر آپ نے بابا جی [illegible] کیا تھا۔

لیجئے اپنے نیاز مند کو بھیج رہا ہوں، زیادہ نیاز و درخواست دعا،

خاکپائے [illegible] بالخطا

احمد ندیم قاسمی

Marfat.com

عزاسمہ'

ملتان

۲۳ اکتوبر ۱۹۴۱ء

مطابق ۲ شوال ۱۳۶۰ھ

بلبل ہمہ تن خوں شد و گل شد ہمہ تن چاک

اے وائے بہارے اگر ایں است بہارے

مکرم و محترم حضرت قبلہ' ماوائے بیکساں و غمخوار خستہ دلاں' نیاز و آداب' آپ کی خدمت اقدس میں عریضہ پیش کرتے وقت میں مسرور بھی ہوتا ہوں اور ہراساں بھی۔ مسرور اس لئے کہ میں ایک صاحب جلال و کمال کو مخاطب کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہوں اور ہراساں اس لئے کہ مبادا میرے قلم سے کوئی لغزش ہو جائے' میں کوئی گستاخی نہ کر بیٹھوں' حالانکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کا نورانی مزاج بیک وقت فولادی بھی ہے اور مخملی بھی۔ سخت بھی اور نرم بھی۔ یعنی گاہے گاہے آپ کی شان درگزر اس حد تک جا پہنچتی ہے' جیسے آپ بالکل محسوس نہیں کر رہے اور گاہے گاہے آپ ایک ذرا سی حرکت کو اس درجہ محسوس کرتے ہیں کہ آپ کا رخ مبارک تاباں ہو کر تمتمانے لگتا ہے ـــــ لیکن یہ سب کچھ لکھ چکنے کے بعد بھی میں یہی کہوں گا کہ میری بساط کیا۔ آپ کو کوئی انسان مکمل طور پر سمجھ نہیں سکتا اور اسی لئے میں کچھ لکھنے لگتا ہوں تو قلم رکتا ہے اور احساس کی جولانیاں رک بھی جاتی ہیں۔

برادرم محمد حیات صاحب کے مرسلہ فوٹو مل گئے تھے۔ آپ کا فوٹو مع دیگر اصحاب کے بڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ صرف آپ کا فوٹو بڑا کرایا گیا ہے۔ تصویر بہت چھوٹی تھی اس لئے کافی دیر ہو گئی۔ آپ کا فوٹو تیار ہو گیا ہے اور اچھا بنا ہے۔ حضرت قبلہ پیر صاحب کی شبیہ مبارک کو بڑا کرنے میں بہت مشکلات پیش آ رہی ہیں جن کی تفصیل بوقت ملاقات عرض کروں گا۔ بہرحال چند روز میں وہ بھی تیار ہو جائے گی۔ ہفتہ عشرہ تک میں دو ماہ کی رخصت پھر گھر آؤں گا' تو ہمراہ لاؤں گا۔ دیوان غالبؒ (فارسی) یہاں سے دستیاب نہیں ہو سکا۔ لاہور سے خرید لاؤں گا۔ انشاء اللہ!

Marfat.com

مجھے آج کل بخار نہیں ہوتا لیکن کمزوری انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ یہ تو میری جسمانی حالت ہے لیکن میری ذہنی پریشانیوں کی تفصیل سے تو برادرم محمد حیات صاحب نے آپ کو آگاہ کر دیا ہو گا۔

آج کل میری زندگی عجیب و غریب خطہ ہائے احساسات و جذبات سے گزر رہی ہے' گھبراتا رہتا ہوں' تذبذب میں گرفتار ہوں' کوئی راہ نہیں سوجھتی جو تمنائیں ہیں وہ صرف زندہ رہنے سے پوری کی جا سکتی ہیں لیکن زندہ رہنے کا واحد طریقہ غلامی ہے اور پھر میں اس غلامی سے دل برداشتہ بھی ہو چکا ہوں۔ اس لئے نہ زندہ رہنا آسان نظر آتا ہے' نہ تمناؤں کا کامران ہونا ممکن دکھائی دیتا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ آپ اپنی بزرگی کے علاوہ ہم بھائیوں سے پیار رکھتے ہیں اور پیاروں کی دعائیں (میرے خیال میں) دربار یزداں سے رد نہیں کی جاتیں کیونکہ خدا خود مجسم پیار اور محبت ہے۔

حضرت جگر مراد آبادی کی ایک نظم ارسال خدمت ہے۔ صرف اس لئے کہ اس کا ذکر آپ نے بابا جی کے کوئیں پر فرمایا تھا۔

نیز اپنے تازہ افکار بھی بھیج رہا ہوں۔

زیادہ نیاز و درخواست دعا!

خاک پائے محبان باصفا

احمد ندیم قاسمی

Marfat.com

تعزیتی خط

جناب احمد ندیم قاسمی بنام صاحبزادہ عزیز احمد صاحب

فون: ۶۳۲۶۲/۵۳۹۹۵

مجلس ترقی ادب

کلب روڈ، لاہور

نشان ________ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۷۷ء

مکرم و محترم، سلام مسنون

ابھی ابھی یہ معلوم کر کے بے حد صدمہ ہوا ہے کہ حضرت قبلہ میاں صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اور میں بالکل سناٹے میں آ گیا ہوں۔ یقین نہیں آتا کہ وہ سراپا محبت، سراپا شفقت، سراپا روحانیت شخصیت جسمانی طور پر ہمارے درمیان نہیں ہے۔ ویسے مجھے ان کی روحانی رسائیوں کا تھوڑا بہت اندازہ ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ ان کی روحانی رفاقت ہمیں ہمیشہ میسر رہے گی۔ ہم بھائیوں سے زیادہ جو انس تھا، اس میں اپنے بزرگوں سے جو سیکھا تھا وہ بھی زندگی میں نہ بھولے گا۔ حضرت علی ہے، وہ رنج بھی اک بہ خلوص دعا کا متقاضی ہے۔ خدا کرے میں دوبارہ اس قابل ہو سکوں کہ ان کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر ان کی پاک مٹی کو اپنی آنکھوں سے لگا سکوں۔

آپ ہمارے مرحوم کی سچی اور صحیح شبیہ ہیں اس لئے توقع ہے کہ ہمارے حال پر آپ کی شفقت جاری رہے گی۔

سوگوار

احمد ندیم قاسمی

۴۔ جولائی ۷۷ء۱۹

گرامی قدر، سلام مسنون!

ابھی ابھی برادرم محمد عباس صاحب نے حضرت قبلہ میاں صاحب کے انتقال کی خبر سنائی ہے اور بالکل سناٹے میں آگیا ہوں۔ یقین نہیں آتا کہ وہ سراپا محبت' سراپا شفقت' سراپا اپنائیت شخصیت جسما" اب ہمارے درمیان نہیں ہے۔ ویسے مجھے ان کی روحانی رسائیوں کا تھوڑا بہت اندازہ ہے' اس لئے مجھے یقین ہے کہ ان کی روحانی رفاقت ہمیں ہمیشہ میسر رہے گی۔ ہم بھائیوں سے انہیں جو انس تھا' وہ ہمیں اپنے بزرگوں سے بھی نہیں ملا تھا اور ہمیں زندگی میں جو عزت ملی ہے' وہ انہی کی پر خلوص دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ خدا کرے میں جلد اس قابل ہو سکوں کہ ان کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر ان کی پاک مٹی کو اپنی آنکھوں سے لگا سکوں۔

آپ ہمارے محترم کی سچی اور صحیح شبیہ ہیں اس لئے مجھے توقع ہے کہ ہمارے حال پر آپ کی شفقت جاری رہے گی۔

سوگوار

احمد ندیم قاسمی

Marfat.com

عکس مکتوب پیرزادہ محمد حیات قاسمی بنام حضرت میاں عبد الحمید

فضل الٰہی کالونی رحیم

از منٹگمری

17.5.38

ہے

دل پہ کیا بیتی درِ غم عشق کو کیا بتاؤں بزرگو
رنگ گلشن تو کبھی رہتے ہیں ہمیشہ گلشن دیا

قبلہ و کعبہ مکرم جناب حضرت میاں صاحب ادام اللہ برکاتہ

سلام مسنون۔ مزاج شریف۔ مجھے والد محترم سے پتہ چلا کہ عزیزم شفیع قریشی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ مجھے اس سے دلی مسرت و تسلی ہوئی۔ اللہ کرے کہ یہ شرف ہمیشہ ان کے نصیبوں میں رہے اور آپ جیسی بزرگ ہستیوں کی قدم بوسی کرتے رہیں۔ ہم اس سعادت مند ہوں۔ آمین!

خیال غالب ہے کہ میں ان شاء اللہ اپنے ماہ کے آخری ہفتہ میں ہوں گا۔

دعا فرمایا کیجئے گا

الراقم

از طرف والدہ صاحبہ و اہلیہ سلام مسنون قبول فرماویں۔

عکس مکتوب حضرت میاں عبد الحمید بنام محمد فاروق مرحوم

قابل عزت و احترام ۔۔۔ فاروقی صاحب

سلام مسنون و مشکور

گرامی نامہ عید و رسالہ تصوف ملا

آپ نے کیسے تحفہ ایک گوہر لعل

ارسال فرما دیا۔ شکریہ بھی

کم ہے آپ نے جو مہربانی و شفقت

رکھی یاد فرمایا۔ مجھے تو ادا

معلوم ہے سلطان احمد صاحب کا

طرف منتظر [illegible] دیکھ لیتا ہوں

کا [illegible] مضمون [illegible]

دار [illegible]

بہت [illegible]

المرسل [illegible]

[illegible] شریف

[illegible]

Marfat.com

تعارفِ مُرتّب

صاجزادہ محمد مسعود احمد (ایم ۔ اے اردو گولڈ میڈلسٹ)' خانقاہ معظمیہ معظم آباد کے دوسرے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد حسینؒ کے پوتے اور آستانہ عالیہ مکان شریف کفری کے دوسرے صاحب سجادہ حضرت میاں عبد الحمیدؒ کے نواسے ہیں۔ یوں جوہر سعادت و نجابت انکا خمیر ہے اور دولت علم و عمل وراثت۔

موصوف خاندان معظمیہ کے صالح ترین افراد میں سے ہیں۔ فکر میں پختگی و متانت' رائے میں استواری و اصابت' شعور میں فہم و فراست' مزاج میں شگفتگی و شرافت' برتاؤ میں وضع داری و مروت اور کردار میں یک رنگی و صداقت ہے۔ سماجی معاملات میں نہایت متواضع رویہ رکھتے ہیں۔ عملی آدمی ہیں۔ استاد کی حیثیت سے ہمیشہ مقبول اور کامیاب رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب' ظاہری و باطنی طور پر ان کے اخلاص کا نقش جمیل ہے۔ کتاب کی ترتیب و تدوین میں انہوں نے جس جانفشانی کا مظاہرہ کیا ہے' وہ یقیناً قابل تحسین و ستائش ہے۔ صاجزادہ صاحب موصوف بجا طور پر تشکر و تبریک کے مستحق ٹھہرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عظیم اسلاف کے مستند حالات قلمبند کر کے نیاز مندوں کی تسکین قلب و نظر کا سامان فراہم کیا ہے۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء**

Marfat.com

ھوالحمید

ترتیب:
صاحبزادہ محمد مسعود احمد

Marfat.com